جب ہم غفلت کی اس ماہیت سے واقف ہو جاتے ہیں تو نیت اور غفلت کے فرق کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں رہتی۔ جس شخص کا ارادہ ارتکاب جرم کا ہوتا ہے وہ اپنے فعل کے مضر نتائج کو پیدا کرنے کی خواہش رکھتا ہے اور اس لیئے ان نتائج کو پیدا کرنے کی غرض سے وہ اس فعل کو انجام دیتا ہے اس کے برعکس اُس شخص کی حالت جو غفلت کی وجہ سے جرم کا مرتکب قرار پاتا ہے۔ اگر کامل طور پر نہیں تو ایک حد تک غافل کا فعل بے احتیاطی پر مبنی ہوتا ہے اور اس لیئے اُس کو اس فعل کے نتائج بر آمد ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بے پروائی رہتی ہے لہذا فعل کے اندیشہ ناک اور ضرر پر محمول ہونے کے باوجود وہ اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے ضرر پہنچانے کی خواہش رکھنے کے سبب سے مجرم بالارادہ اپنے فعل کا ذمہ دار متصور ہوتا ہے اور مجرم غافل کی ذمہ داری کا سبب اس کا کافی طور پر اپنے کو اس خواہش سے باز نہ رکھنا ہے جس کی بنا پر وہ کسی فعل مجرمانہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اس لیئے اُس کا فعل قابل عفو نہیں سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے فعل کی ذمہ داری سے بچنے کے لیئے یہ عذر پیش کرے کہ میرا منشا اس سے کسی کو نقصان یا مضرت پہنچانے کا نہیں تھا تو اُس کا یہ جواب تشفی بخش

---

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ دفعات ۳۲ و ۳۳ میں درج ہے خصوصاً دفعہ ۳۲ ضمن (۱) قابل ملاحظہ ہے " جرم مبنی بر غفلت ایسا جرم ہے جو نیت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ بے پروائی (gleichgultigkeit) یا بے اعتنائی (UnaufHirk samkeit) مستلزم سزا کے ذریعے سے سرزد ہوتا ہے۔ اگرچہ ایسی صورت میں مجرم کسی کو ضرر پہنچانا نہیں چاہتا لیکن جو ضرر اُس کے فعل سے کسی دوسرے کو پہنچتا ہے اس سے اپنے کو وہ باز رکھنا بھی نہیں چاہتا لہذا مجرم کے قلب کی یہ جو دوسری حالت ہے اسی کو غفلت کہتے ہیں۔ قانون میں ضرر پہنچانے کی نیت کا نہ ہونا کافی نہیں ہے بلکہ قانون کا ہر ایک شخص کو حکم ہے کہ وہ اپنے ارادے سے اس ضرر کو روکے جو اس کے فعل سے دوسرے کو پہنچنے والا ہے۔

نہیں ہو سکتا کیونکہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے اور تردید میں اس پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ اگرچہ آپ کا مقصد کسی کو ضرر پہنچانا نہ ہو لیکن اگر آپ احتیاط سے کام لیتے تو آپ سے فعل زیر بحث ہرگز سرزد نہ ہوتا اور وہ نتیجۂ بد جس سے کسی کو ضرر پہنچا ہے برآمد نہ ہوتا لہٰذا ضرر کی بنا پر آپ ذمہ دار نہیں قرار دئے گئے ہیں بلکہ نتیجۂ فعل کے برآمد ہونے یا نہ ہونے کے متعلق آپ نے بے احتیاطی اور بے اعتنائی کی ہے اس لئے آپ پر اُس کی ذمہ داری عائد کی جاتی ہے۔

تعریف متذکرۂ صدر کے مطابق غفلت قلب مجرمانہ کی ایک شکل اور قسم متصور ہوتی ہے اور ایسا خیال کرنا صحیح اور جائز ہے اور اس لئے غفلت کی وہی حیثیت اور اہمیت ہے جو نیت مجرمانہ کی ہے جس طرح نیت مجرمانہ بنائے ذمہ داری ہے اسی طرح غفلت ذمہ داری کی بنیاد ہے۔ انسان کے قلب کی بھی دو ایسی حالتیں ہیں جن کی بنا پر معدلت تعزیری کے ذریعے سے مجرموں کی جو تادیب کی جاتی ہے وہ جائز ہے۔ ارادتاً جن جرائم کا ارتکاب کیا جاتا ہے اُن کے مرتکبین کو سزائے قانونی کا دیا جانا صحیح ہے کیونکہ مجرم اپنی خواہش کی بنا پر اپنے فعل کے نتیجے کو برآمد کرتا ہے (اور اگر اُس کی اس طرح کی خواہش نہ ہو تو اُس کا ایسا نتیجۂ فعل جو جرم سمجھا جاتا ہے ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا)۔ اور اُس کے سزایاب ہونے سے آئندہ اُس کے دل میں اس قسم کی مجرمانہ خواہش نہیں پیدا ہوتی بلکہ خواہش بد کی بجائے خواہش نیک کے پیدا ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے ایسا ہی جرم مبنی بر غفلت کی نسبت قانون میں جو سزا مرتکب کو دی جاتی ہے وہ بھی صحیح وجائز ہے کیونکہ غفلت کی صورت میں مجرم کو دوسروں کے اغراض ومفاد کی جانب سے بے پروائی ہوتی ہے اس لئے سزا پانے کے سبب سے اُس کی طبیعت میں جو یہ نقص ہے اُس کی تکمیل ہو جاتی ہے اور آئندہ سے دوسروں کے اغراض و مفاد کو وہ اپنے اغراض ومفاد سمجھنے لگتا ہے چونکہ اور دو اشکال کے سوا کسی اور شکل میں سزا موثر نہیں ہو سکتی اس لئے انھیں دو صورتوں میں وہ جائز سمجھی جاتی ہے۔ ہر ایک مجرم عذرات ذیل کی بنا پر مجرد نظریۂ قانون کی رو سے اپنے کو تعزیری ذمہ داری سے بری کر سکتا ہے میری وجہ سے جو ضرر (مدعی کو) پہنچا ہے وہ میری خواہش کا نتیجہ نہیں ہے

اور نہ یہ ضرر میرے ان افعال و نتائج پر مبنی ہے جن کے متعلق میں نے بے احتیاطی یا بے اعتنائی کی ہے۔ اس ضرر کے پہنچانے کا نہ تو میرا منشا تھا اور نہ احتیاط کرنے سے میں اس کے وقوع کو روک سکتا تھا۔

تحلیل متذکرۂ صدر کی رو سے غفلت کی دو قسمیں قرار پاتی ہیں۔ ایک ایسی غفلت جو بے پروائی پر مبنی ہو دوسری ایسی غفلت جو اس پر مبنی نہ ہو۔ دوسری قسم کی غفلت کے لئے عام اصطلاح غفلت بالارادہ ہے اور اسی کو بے احتیاطی بھی کہتے ہیں اور اس کے مقابلے میں پہلی قسم کی غفلت سادہ کہلاتی ہے۔ جو غفلت بے پروائی پر مبنی نہیں ہوتی ہے اس میں مرتکب کو اپنے فعل کے ضرر کی نسبت قبل وقوع احتمال و امکان نظر آتا ہے لیکن غفلت کی دوسری قسم میں مرتکب پہلے سے اپنے نتیجۂ فعل کا نہ تو اندازہ کر سکتا ہے اور نہ اُس کے برآمد کرنے کا اُس کا ارادہ ہوتا ہے مثلاً جو طبیب کمی استعداد یا بے پروائی کے سبب سے اپنے مریض کا ناقص علاج کرتا ہے وہ غفلت سادہ یا ایسی غفلت کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے جو بے پروائی پر مبنی ہوتی ہے لیکن اگر وہی طبیب مریض کی تکلیف رسانی سے اپنے کو بچانے کے لئے یا فن طب میں کسی عملی تجربے کے حاصل کرنے کی غرض سے مریض کو کوئی ناقص علاج بتائے تو ظاہر ہے کہ اس سے مریض کو جس نقصان کے پہنچنے کا اندیشہ اور خطرہ ہے اُس سے وہ پہلے سے بخوبی واقف رہتا ہے اس لئے اُس طبیب کا فعل بالارادہ کہلاتا ہے[۱]

ہر چند علمی نقطۂ نظر سے غفلت کی دو انواع قرار دینا اور ان میں اس طرح سے فرق کرنا بے سود ہے اور نہ تحقیقات مقدمہ میں اس تقسیم سے مدد ملتی ہے تاہم دو امور کی وجہ سے فقرات بالا میں اس کے متعلق بحث کی گئی ہے غلط طور پر یہ بات لوگوں کے ذہن نشین ہو گئی ہے کہ ہر ایک قسم کی غفلت کی بنا بے پروائی ہے۔ اس بحث کا دوسرا سبب الفاظ غفلت بالارادہ کی حیرت میں ڈالنے والی

---

[۱] غفلت کی ان دو قسموں کے فرق کو کتاب مرکل مسمی دفعہ ۳۳ (۳) میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

ماہیت ہے۔ نیت اور غفلت میں جو اصلی فرق اور اختلاف ہے اُس کی رو سے بظاہر غفلت بالارادہ دو متضاد الفاظ معلوم ہوتے ہیں اور ان سے ایک دوسرے کا بطلان لازم آتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ مثلاً جو شخص اس امر سے بخوبی واقف ہو کر کہ اُس کے فعل سے دوسروں کو ضرر پہنچنے کا قوی احتمال ہے بالآخر ایک خطرناک کام کر بیٹھتا ہے اور اگر اس فعل سے کوئی مہلک حادثہ پیش آ کر کسی شخص کی جان چلی جائے تو اس پر قتل عمد کا الزام نہیں بلکہ غفلت کا الزام لگایا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ اس شکل میں مرتکب کا "ارادہ" قتل انسان کا باعث نہیں ہے بلکہ اُس کا سبب غفلت ہے۔ مرتکب سے صرف غفلت نہیں سرزد ہوتی ہے بلکہ وہ دیدہ و دانستہ قصداً اور ارادتاً غفلت کا ارتکاب کرتا ہے کیونکہ فعل کو انجام دینے کے وقت اُس کو اپنے فعل کی صحیح ماہیت کا علم رہتا ہے۔ علاوہ بریں اس لحاظ سے بھی اس کے فعل کو بالارادہ سمجھنا چاہیئے کہ بوقت ارتکاب نتائج فعل کے متعلق اُس کی حالت دماغی وہی ہوتی ہے جس کو مستلزم سزا بے پروائی کہتے ہیں۔

## فصل ۱۴۱۔ بحث متعلق اعتراض

تحلیل متذکرۂ صدر پر ذیل کا اعتراض وارد کیا جا سکتا ہے "یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ہر ایک شکل میں غفلت سے مراد بے احتیاطی بمعنی بے پروائی یا بے تعلقی ہے۔ مثلاً ایک شخص حالت سکر میں لڑکھڑاتا ہوا سڑک پر چلا جاتا ہے اگرچہ وہ اپنے ذہن میں سیدھا راستہ چلنے اور اپنے پیروں کو اپنے قابو میں رکھنے کے خیال پر اڑا رہتا ہے اور حتی الوسع کوشش کرتا ہے کہ اُسکی متوالی چال سے کسی قسم کا حادثہ پیش نہ آنے پائے اس پر بھی اگر اُس کے بے قابو ہو کر کسی دکان کی کھڑکی پر گر جانے سے اس کھڑکی کو گزند پہنچے تو اس پر غفلت کا الزام لگایا جا سکتا ہے اور اُس کا اُس کی کوشش و تشویش کے عذرات کو اپنی صفائی میں پیش کرنا صحیح نہیں ہو سکتا اسی طرح اگر کسی کم استعداد اور ناتجربہ کار طبیب کے

سوء علاجی سے اُس کے بیمار کو نقصان پہنچے اور اُس کی جانب سے طبیب پر غفلت کا الزام عائد کیا جائے تو وہ اپنی احتیاط اور فکر و تدبیر کو بطور عذر نہیں پیش کر سکتا ہر چند اس قبیل کے طبیب نے درحقیقت اپنے مریض کے علاج میں ایک دوسرے تجربہ کار اور لائق طبیب سے کہیں زیادہ محنت توجہ اور ہمدردی سے ہی کیوں نہ کام لیا ہو۔"

اس اعتراض کا یہ جواب ہے کہ تمثیلات بالا اور اس قسم کی جس قدر صورتیں پیش آتی ہیں ان میں بے احتیاطی بمعنی بے پروائی درحقیقت موجود رہتی ہے لیکن بے احتیاطی، فعل کا سبب قریب نہیں بلکہ سبب بعید ہوتی ہے۔ ہماری مثال کا شخص مخمور دوسرے اشخاص کی کھڑکیوں کے توڑنے کے خیال سے حالت سُکر میں راستہ طے کرنے کے وقت فکرمند ہوتا ہے اور اپنے کو صحیح و سالم راستے سے لے جانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اب اُس کی یہ کوشش و فکر اُس کے لیئے مفید نہیں ہو سکتی کاش اُس نے یہ فکر و کوشش کچھ دیر پہلے کی ہوتی اور اگر وہ اس وقت کافی طور پر مآل اندیش و محتاط ہوتا تو وہ اپنے کو مے نوشی سے محفوظ رکھتا اور جو حادثہ کہ پیش آیا وہ معرض وقوع میں نہ آتا۔ یہی جواب اس کم استعداد اور ناتجربہ کار طبیب کے متعلق بھی دیا جاتا ہے جس کا ذکر فقرۂ بالا میں کیا گیا ہے۔ یہ ایک قانون کا طے شدہ اصول ہے کہ کسی شخص کا کسی پیشے یا فن سے ناواقف ہونا اور اس میں تجربہ و مہارت نہ رکھنا اُسکی غفلت کے مساوی ہے۔ عدم قابلیت اور ناتجربہ کاری بذات خود ایک قسم کا جرم ہے[۱] جو شخص جس تجارت یا پیشے کو انجام دیتا ہے اس کو اُس کی انجام دہی کے متعلق اس قدر معلومات اور لیاقت ہونی چاہیئے کہ وہ اس فن کو معقول استعداد اور قابلیت سے چلا سکے لیکن جس شخص میں ایسی معقول استعداد نہیں ہوتی ہے وہ اپنی کم استعدادی اور کم علمی کے سبب سے جو ضرر اور خطرہ (اس کے پیشے یا فن کو) پہنچتا ہے اُس کے لیئے وہ اپنی ذات سے ذمہ دار ہے اور اسی لیئے

---

[۱] انسٹی ٹیوشن جسٹی نین ۴-۳-۷۔

اس کو اس کا خسارہ اٹھانا چاہیئے نا اہل اور ناواقف کار طبیب پر اس کے مریض کی ہلاکت کی ذمہ داری اور ناتجربہ کار نعل بند پر اس گھوڑے میں لنگ پیدا کرنے کی ذمہ داری جس کا نعل باندھنے میں اس سے غلطی ہوئی ہو از روئے قانون عائد کی جاتی ہے اور اس ذمہ داری کا سبب طبیب یا نعل بند کی اپنے فن سے لاعلمی اور ناتجربہ کاری نہیں ہے کیونکہ فن کا جاننا اور اس میں مہارت پیدا کرنا ایک نہایت دشوار امر ہے اور قانون کی جانب سے کسی شخص پر ایسا بار نہیں ڈالا جاتا جس کا وہ متحمل نہ ہو، پھر بھی اس قسم کے اشخاص کی ذمہ داری کی قانون میں ایک خاص وجہ ہے۔ چونکہ اس طرح کے اہل فن جاہل اور ناتجربہ کار ہونے کے باوجود ان پیشوں کو انجام دینے کا ادعا کرتے ہیں جن کے چلانے کی ان میں اہلیت نہیں ہوتی ہے اس لیئے ایسے لوگ اپنے افعال کے نتائج کے ذمہ دار قرار دیئے گئے ہیں۔ قانون کی رو سے کسی شخص کے لیئے ایک اچھا جراح (سرجن) یا عمدہ وکیل بننے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہر ایک شخص کا قانونی فرض ہے کہ جب تک وہ ایک عمدہ جراح یا وکیل بننے کی استعداد و مہارت نہ پیدا کر لے اس پیشے کو انجام نہ دے ہم نے جس ناتجربہ کار طبیب کی مثال دی ہے اس کی ذمہ داری کا بھی یہی سبب ہے اس کی ذمہ داری اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس نے بوقت علاج اپنے مریض کی صحت سے بے احتیاطی کی بلکہ جس پیشہ کو وہ انجام دے رہا ہے اس کی اس میں اہلیت نہیں ہے اور اس کو اختیار کرنے کے پہلے اس نے اپنی موجودہ قابلیت سے زیادہ اپنے کو اس کا اہل باور کیا اور اس باور کرنے میں اس سے بے احتیاطی سرزد ہوئی اس لیئے وہ اپنی بے احتیاطئ سابق کی بابت مریض زیر بحث کے سوء علاج میں ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ اگر طبیب مذکور کو اپنے پیشے کے جاری کرنے سے پہلے اس امر کا علم ہوتا کہ اس میں اس قدر قابلیت نہیں ہے جس کی پیشۂ طبابت کی انجام دہی کے لیئے ضرورت ہے تو اس سے اس وقت بے احتیاطی نہ واقع ہوتی لیکن ایسی صورتوں میں انسان اپنے نفس کو دھوکا دیا کرتا ہے اور ممکن ہے کہ ہماری مثال کے طبیب نے بھی باور کر لیا ہو کہ اس میں اس کے پیشے کو

چلانے کی کامل قابلیت ہے۔ اس صورت میں ہم کو راہ تلاش پر ایک اور قدم آگے بڑھ کر مرتکب کی اس حالت ذہنی کا پتا لگانا چاہیئے جس کو بے پروائی کہتے ہیں اور جس پر ہر ایک قسم کی غفلت مبنی ہوتی ہے۔ ان لوگوں کے متعلق جو اپنے میں کسی قابلیت کو باور کر کے ایسا کام کر بیٹھتے ہیں جس سے دوسرے کو ضرر پہنچتا ہے قانون کا حکم ہے کہ وہ ایسی رائے قائم کرنے سے قبل کامل غور و فکر سے کام لیں۔ چونکہ طبیب زیر بحث نے اس قسم کی رائے قائم کرنے میں زمانہ سابق میں بے احتیاطی کی تھی اس لیئے آج مریض کے سوء علاج کے ضمن میں اس بے احتیاطی کی ذمہ داری اس پر عائد کی جاتی ہے ایسا ہی ہر ایک شخص سے آج کے دن قانون اس رائے کے متعلق بازپرس کر سکتا ہے جس کو بے احتیاطی سے برسوں پہلے اُس نے قائم کیا تھا۔

## فصل ۱۴۲ معیار احتیاط

قانون نے بعض صورتوں میں احتیاط کو فرض گردانا ہے۔ ان اشکال کے سوا کسی اور صورت میں بے احتیاطی نہ تو مستلزم سزا سمجھی جاتی ہے اور نہ اس کی وجہ سے مرتکب پر کسی قسم کی قانونی ذمہ داری عائد ہو سکتی ہے۔ بجز ان چند شکلوں کے ایک شخص کا دوسروں کے اغراض و مقاصد سے بے پروائی کرنا جائز ہے۔ چونکہ اس فرض کا تعلق قانون مجرد سے نہیں بلکہ قانون عین یعنی ملک کے عملی قانون اور ضابطے سے ہے اس لیئے اس کے متعلق کسی ایک عام اصول کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ حسب ضرورت قانون ملک کی بعض صورتوں میں بے احتیاطی کو جائز اور بعض اشکال میں ناجائز قرار دے رکھا ہے۔ چنانچہ غفلت کے متعلق قانون تعزیری کی رو سے جو ذمہ داری عائد کی جاتی ہے اس کو ایک قسم کا استثناء سمجھنا چاہیئے اور شاذ و نادر ہی اس قانون میں مرتکب کی ذمہ داری کا سبب غفلت قرار پاتی ہے کیونکہ تمام جرائم نیت پر مبنی ہوتے ہیں یعنی ہر ایک جرم مرتکب کے ارادے کا نتیجہ ہوا کرتا ہے اور قلب مجرمانہ کی دو شکلوں (نیت مجرمانہ اور غفلت) میں معدلت تعزیری کی سختی اور تشدد کے لیئے غفلت غیر مکتفی وجہ خیال کی جاتی ہے لیکن ہر ایک شکل میں غفلت کے ساتھ اس طرح رعایت نہیں کی جا سکتی ہے چنانچہ قتل انسان مبنی بر غفلت ایک تعزیری جرم ہے۔ برعکس اس کے دیوانی کے قانون میں قلب مجرمانہ کی

ان دو قسموں میں اس طرح سے فرق نہیں کیا جاتا ہے اور اس لیئے بطور کلیہ یہ کہنا صحیح ہے کہ جو فعل نیت پر مبنی ہونے سے دیوانی کے قانون میں ناجائز (یعنی جرم) سمجھا جاتا ہے وہی فعل اگر غفلت پر مبنی ہو تو بھی اس قانون میں جرم سمجھا جاتا ہے۔ اگر کسی کام کے دیدہ و دانستہ نہ کرنے کے متعلق کوئی قانونی فرض عائد کیا جائے تو اسی فعل کو حادثتاً واقع نہ ہونے دینے کی نسبت احتیاط کرنے کے لیئے وہی فرض قانونی عائد کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال یہ قاعدہ بھی چند مستثنیات سے خالی نہیں ہے اور یہ اُن صورتوں میں پیش آتی ہیں جہاں دیوانی کے قانون کی ذمہ داری کے لیئے بھی نیت مجرمانہ پر ان افعال کا مبنی ہونا لازم ہے جنکی وجہ سے مرتکب پر قانون مذکور کی مقرر کردہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ایسی صورتوں میں جو شخص بالارادہ دوسرے کو ضرر پہنچاتا ہے وہ دیوانی کے قانون کی رو سے ذمہ دار ہے حالانکہ اس فعل کے نہ کرنے کے متعلق جس سے ضرر پر منتج ہوتا ہے احتیاط کرنا اُس کو لازم نہیں ہے۔ مثلاً دیوانی کے قانون کی رو سے ایک شخص ارادۃً دروغ بیانی کرکے دوسرے کو فریب دینے کا مجاز نہیں ہے لیکن جب تک قانون کی رو سے کوئی مخصوص فرض ایک شخص پر عائد نہ ہو وہ اپنے اُن غلط بیانات کے لیئے جن کو وہ اپنی نیک نیتی سے صحیح باور کرتا ہو اور ان کے بیان کرنے میں خواہ اُس سے کتنی ہی غفلت سرزد کیوں نہ ہو بری الذمہ ہے حالانکہ اُس کی اس غلط بیانی سے دوسرا شخص فریب میں کیوں نہ آ جائے[1]۔ اس قسم کے مقدمات ایسی صورتوں میں پیش آتے ہیں جبکہ فریقین یا اُن اشخاص کے مابین جن کو معاملے سے تعلق ہوتا ہے صراحتاً یا کنایتاً کوئی معاہدہ طے پاتا ہے یا کسی امر کے متعلق قول و قرار کیا جاتا ہے شلاً جو شخص اپنی کوئی شے دوسرے کو عارتیاً بلا معاوضہ دیتا ہے اُس کا فرض ہے جو خطرناک نقائص اس شے میں موجود ہیں اور جن کو فی الواقع وہ جانتا ہے اُن کا اظہار عاریت لینے والے پر کر دے لیکن شے کے حوالے کرنے کے قبل اس کے صحیح و سالم ہونے کی نسبت عاریت دینے والے کو تحقیق و احتیاط کر لینی لازم نہیں ہے اور اس شے کے جن نقائص سے وہ ناواقف ہے اُن کو دریافت کرکے اُن کے متعلق عاریت لینے والے کو اطلاع کرنا بھی اُس کا فرض نہیں ہے کیونکہ جو شخص کسی شے کو (بلا معاوضہ) عارتیاً لیتا ہے کنایتاً

[1] ڈیری بنام پیک اپیل کیسیز جلد ۱۴ صفحہ ۳۳۷ لی لیور بنام گولڈ (۱۸۹۳ء) کوئینز بینچ جلد ۱ صفحہ ۴۹۱۔

یا معنوی طور پر وہ اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ وہ اسی حالت میں جس حالت میں کہ اسکو وہ شئے پہنچی تھی اُس شئے کے مالک کو واپس کرے گا اور اس دوسرے شخص کے قبضے میں آنے کے بعد شئے مستعار میں جن نقائص کا پتا چلتا ہے اُن کے متعلق عاریت لینے والا ذمہ دار ہے۔ مگر کرائے پر جو چیز لی جاتی ہے اُس کی اس کے برعکس کیفیت ہے۔ کرائے کی شئے کو صحیح و سالم رکھنے کے متعلق کامل احتیاط اور حفاظت کرنا کرایہ دار کا فرض ہے اور یہ حفاظت و احتیاط ایسی ہونی چاہیئے جیسی کہ مالک اپنی شئے کی حفاظت و پرداخت کرتا ہے [۱]۔

بے احتیاطی کے مختلف مدارج ہو سکتے ہیں اور اس لحاظ سے اس میں اور قلب مجرمانہ کی دوسری شکل میں فرق ہے۔ نیت کا یا تو وجود ہی ہو سکتا ہے یا عدم لیکن نیت کے درجۂ موجودگی کی نسبت سوال نہیں کیا جا سکتا یعنی جب نیت کے متعلق بحث کی جائے تو اس امر کا دریافت کرنا کہ مرتکب کی نیت کی کیا مقدار ہے اور کس درجے کی اُس کی نیت ہے ممکن نہیں۔ بے احتیاطی پر جو فعل بنی ہوتا ہے اور اُس کے ذریعے سے دوسروں کو جو ضرر پہنچتا یا پہنچنے کا اندیشہ ہے اس مناسبت سے بے احتیاطی کی مقدار راست بدلتی رہتی ہے۔ اگرچہ ایک شخص کی نیت دوسروں کو ضرر پہنچانے کی نہیں ہوتی ہے لیکن جب اُس کے فعل سے دوسروں کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو وہ بے احتیاطی کا

---

[۱] مکاروہی بنام نیگ (لا رپورٹس مرتبۂ) ہرسٹن اینڈ نارمن جلد ۶ صفحۂ ۳۲۹۔ کافلن بنام گلیسن (۱۸۹۹ء) کوئینز بینچ جلد ۱ صفحۂ ۱۴۵۔ اسی لیئے ان دوکان داروں کا فرض ہے جن کی عمارتیں بوسیدگی کی وجہ سے خطرناک حالت میں ہوتی ہیں۔ ان اشخاص کے جسم و جان کے متعلق حفاظت کریں جو ان دوکانوں میں بغرض کاروبار یا خریداری آتے ہیں لیکن جو شخص ایسے دوکان دار کی اجازت سے دوکان میں داخل ہوتا ہے اُس کے مقابلے میں دوکان دار پر قانون کسی فرض کو عائد نہیں کرتا۔

گناٹ ریٹ بنام ایجرٹن لا رپورٹس مرتبۂ کیرنگٹن اینڈ پین جلد ۲ صفحۂ ۲۷۱۔ اسطرح سے ثالث فریب کے لیئے ذمہ دار ہے مگر غفلت اور نا اہلیت کی وجہ سے کوئی ذمہ داری نہیں عائد کی جا سکتی۔ تھارسس سلفر اینڈ کاپر کمپنی بنام لافنس لا رپورٹس مرتبۂ سی۔ پی۔ آئی جلد ۸۔

مرتکب سمجھا جاتا ہے اور جس قدر ضرر پہنچنے کا خطرہ زیادہ ہو اُس قدر بے احتیاطی زیادہ سمجھی جاتی ہے۔ ضرر کے لحاظ سے اُس کا صدور اور وجود دو امور پر موقوف ہے اولاً مقدار ضرر جس کے پہنچنے کا لوگوں کو اندیشہ ہو اور ثانیاً وقوع ضرر کا احتمال و امکان۔ جس قدر ضرر زیادہ ہو اور اُس کے واقع ہونے کا لوگوں کو جس قدر زیادہ احتمال ہو اُس قدر اُس شخص کی بے پروائی یا بے احتیاطی زیادہ سمجھی جاتی ہے جس نے اس ضرر کے واقع ہونے کا خطرہ لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا ہے۔

چونکہ بے احتیاطی کی مقدار بدلتی رہتی ہے اس لیئے اس امر سے واقف ہونا ضرور ہے کہ کس درجے کی بے احتیاطی غفلت مستلزم سزا کی بنا ہو سکتی ہے قانون نے احتیاط کا کیا معیار قرار دیا ہے۔ اعراض و حقوق غیر کی حفاظت کیلیئے منجانب قانون ہر ایک شخص پر کس مقدار کی حزم و احتیاط فرض گردانی گئی ہے اور کن حدود کے درمیان بے پروائی جائز قرار دی گئی ہے۔

اس مقام پر ہم کو ایک ایسے معیار احتیاط پر غور کرنا ہے جس کو قانون انسان کیلیئے مقرر کر سکتا تھا لیکن اس پر اُس کو معمل کرانا مناسب نہیں خیال کیا گیا۔ فطرت انسان جس درجے کی احتیاط پر عمل کرنے کی مقتضی ہے اس سے زیادہ درجے کی احتیاط پر عمل کرنے کا قانون نے انسان کو حکم نہیں دیا ہے۔ مثلاً اگر مجھ سے نادانستہ طور پر کوئی فعل سرزد ہو جائے اور اس سے کسی کو نقصان پہنچے تو از روئے قانون اُس کے لئے میں ذمہ دار نہیں ہوں لیکن اس فعل کی ذمہ داری مجھ پر عائد کرنے کے لیئے یہ دلیل پیش کی جا سکتی ہے کہ اگر میں اعلے درجے کی عقل سے کام لیتا اور زیادہ غور سے آل کار کا اندازہ کرتا تو نتیجۂ فعل سے فعل کے واقع ہونے سے پہلے واقف ہو جاتا اور اس فعل کے انجام تک پہنچانے سے باز رہتا۔ اگر میں اس امر سے واقف بھی ہو جاؤں کہ میرے فعل سے جس کو میں کرنے والا ہوں دوسروں کو ضرر پہنچنے کا امکان ہے اور اگر میں ہر ایک قسم کی ممکن احتیاط سے کام لوں تو لوگوں کو جو ضرر میرے فعل سے پہنچنے والا ہے اس سے میں باز رہ سکتا ہوں اس پر بھی میں اپنے فعل کے لیئے قانون میں ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورتوں میں جس احتیاط پر عمل کرنے کا قانون میں حکم دیا گیا ہے وہ ممکن احتیاط نہیں ہے

بلکہ معقول احتیاط ہے اور اس کا تعلق مقدار ضرر سے ہے۔ اگر انسان کے لیئے اس اصول کے علاوہ کوئی دوسرا اصول احتیاط کے متعلق قرار دیا جاتا تو دنیا کے کاروبار میں خلل واقع ہوتا لہذا ہر ایک شخص کو ایک حد تک اپنے ابنائے جنس کو ضرر پہنچانے کی قانون میں اجازت دی گئی ہے اور اس قسم کے ضرر کے متعلق فعل کے واقع ہونے سے پہلے جو مرتکب کو علم ہوجاتا ہے اُس کی وجہ سے اُس کا فعل ناجائز نہیں ہوسکتا۔ مثلاً اگر میرا بارود کا کارخانہ کسی حادثے کی بنا پر بھک سے اُڑجائے (اور اُس سے کام کرنے والوں کو ضرر پہنچے تو) مجھ پر غفلت کی ذمہ داری نہیں عائد کی جاسکتی حالانکہ کارخانے کے قائم کرنے اور اس صنعت کو جاری کرنے سے پیشتر مجھ کو اس صنعت کی خطرناک خاصیت کا بخوبی علم تھا اگرچہ اس بے پروائی سے لوگوں کی جان و مال کو نقصان پہنچتا ہے لیکن یہ ایسے خفیف درجے کی بے پروائی ہے کہ قانون میں جائز سمجھی گئی ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ آلات آتش افگنی کی صنعت و تجارت اور اُن سواریوں کے تیز چلانے سے جنھیں گھوڑے کھینچتے ہیں کثرت سے حادثے پیش آتے ہیں اور کافۂ انام کی جان و مال کو ضرر پہنچتا ہے۔ جس شخص کی طبیعت میں اعلیٰ درجے کی احتیاط اور دوسروں کی اغراض و حقوق کا لحاظ ہوتا ہے وہ اس قسم کے خطرناک کاروبار سے فطرتاً احتراز کرنا چاہتا ہے۔ پھر بھی مخلوق کی ضرورتوں اور اغراض کے لحاظ سے اس قسم کے کاروبار کا جاری رکھنا ناگزیر ہے اور ان حادثات کے ذریعے سے انسان کی جان و مال کو جو نقصان پہنچتا ہے اُس کا برداشت کرنا بھی اس کے لیئے ضرور ہے لہذا قانون میں احتیاط کے متعلق کوئی ایسا معیار نہیں قرار دیا گیا ہے جس کی رو سے اس قسم کے مسقدانہ کاروبار پر مستلزم سزا غفلت کا اطلاق ہوسکے لہذا ناواجب بے احتیاطی پر انسان کا عمل کرنا قانون میں ممنوع قرار پایا ہے اور ناواجب احتیاط کرنے کی قانوناً کسی شخص کو ضرورت نہیں ہے اور ان دو قاعدوں میں جو فرق ہے وہ نہایت مصلحت اور خوبی سے قانون میں طے کیا گیا ہے۔

اس کے برعکس مرتکب کے ایسے عذرات کہ میں نے فعل کے ارتکاب سے قبل بہترین تدبر و تفکر سے کام لیا اور جو فعل مجھ سے سرزد ہوا وہ محض میری نیک نیتی پر مبنی ہے اور مقدمے کے حالات کے لحاظ سے جس قدر احتیاط کہ میری رائے میں ضروری پایا گیا اُس قدر میں نے احتیاط کی ناکافی اور ناقابل لحاظ سمجھے جاتے ہیں۔ ہر ایک مقدمے یا

یہ امر تحقیق طلب نہیں ہوتا کہ آیا مرتکب کا فعل کافی احتیاط پر مبنی تھا بلکہ اصل میں اس بات کو دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا فی الواقع مرتکب نے اس درجے کی واجبی احتیاط پر عمل کیا جسکا معیار قانون میں معین کیا گیا ہے۔

اچھا تو احتیاط کے متعلق قانون میں کونسا معیار قرار دیا گیا ہے ہر ایک مقدمے کے مخصوص حالات کے لحاظ سے احتیاط کی مقدار مقرر کی گئی ہے اور وہ معیار احتیاط اسی مقدمے کے لیئے واجبی سمجھا جاتا ہے[۵۱] واجبی احتیاط برتنے کی جو قانون میں ہدایت کی گئی ہے اسکا عموماً مختلف طرز انشا کے ذریعے سے (انگریزی ادب قانونی میں) اظہار کیا جاتا ہے۔ مثلاً "کسی معقول شخص" کا فعل یا کسی "معمولی عقل کے انسان" کا فعل اور اسی قسم کے چھوٹے چھوٹے جملے واجبی احتیاط کے لیئے استعمال کیئے جاتے ہیں اور ان سے ایسا شخص مراد ہے جس کے مزاج میں دور اندیشی ہو اور جو عقل سلیم رکھتا ہو۔ چنانچہ ایک فیصلے[۵۲] میں لکھتا ہے کہ "غفلت سے مراد کسی ایسے کام کا نہ کرنا ہے جس کو کوئی معقول آدمی کرتا یا کسی ایسے فعل کا انجام دینا ہے جس کو کوئی معقول آدمی انجام نہ دیتا"۔ ایک اور فیصلے[۵۳] میں لکھا ہے کہ "ہم کو اس قاعدے کی متابعت کرنی چاہیئے جس کی رو سے ہر ایک حالت میں ایسی احتیاط کرنے کا حکم ہے جس کو ایک معمولی عقل کا آدمی برتا کرتا ہے... ایک معمولی عقل کا آدمی جس قسم کی احتیاط پر عمل کرتا ہے اسی قسم کی احتیاط کرنے کا کافۂ انام کو حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم ایک قاعدے کی شکل میں مدون کر لیا گیا ہے"۔

ہر ایک مقدمے کے حالات کے لحاظ سے اس امر کا تصفیہ ہو سکتا ہے کہ اس مقدمے میں "کون شے" اور "کیا حالت" واجبی احتیاط ہو سکتی ہے بشرطیکہ ان حالات سے وہ شخص جسکا فعل زیر تحقیقات ہے واقف رہا ہو۔ اس امر کا واقعات سے تعلق ہے کہ مرتکب نے مقدمۂ زیر تحقیقات کے حالات کے متعلق جن کا اُس کو علم تھا واجبی احتیاط

---

۵۱ فورڈ بنام لندن اینڈ سوتھ ویسٹرن ریلوے کمپنی (۱۸۶۲ء) لار یپورٹس مرتبۂ فاسٹر اینڈ فنلےسن جلد ۲ صفحۂ ۷۳۰۔

۵۲ بلائیٹ بنام برمنگھم واٹر ورکس کمپنی (۱۸۵۶ء) لا جرنل اکسچیکر جلد ۲۵ صفحۂ ۲۱۳۔

۵۳ وپاگھن بنام مین لوو (۱۸۳۷ء) بنگھم بیو کیسیز جلد ۳ صفحۂ ۴۷۵۔

عمل میں لائی اور کیا اُس نے اس طرح عمل کیا جس طرح ایک صاحب عقل وفہم کو عمل کرنا چاہیئے یا نہیں" اور چونکہ اس تنقیح کا تعلق عموماً واقعات سے ہوتا ہے اس لیے اس کے متعلق ایسے قواعد کا بیان کرنا قانونی شان ہو غیر ممکن ہے۔ پھر بھی اس قسم کی واقعاتی تنقیح کا تصفیہ دو باتوں پر منحصر ہے۔ اولاً اس امر کو دیکھنا چاہیئے کہ مرتکب کے فعل سے غیروں کو جو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے اس کی کیا مقدار ہے اور ثانیاً یہ بات قابل غور ہے کہ جس خطرناک فعل کو مرتکب کرنا چاہتا ہے اس سے اُس کا کیا مقصد ہے اور اس مقصد کی کیا اہمیت ہے۔ ہر ایک فعل کی واجبیت اس نیت پر موقوف ہے جو ان دو عناصر فعل (ضرر اور اہمیت مقصد) میں پائی جاتی ہے۔ کسی غیر مناسب مقصد کے حصول کے لیے ایک شخص کا دوسروں کو ضرر پہنچانا ناواجب سمجھا جاتا ہے اور اس کے برعکس اگر مقصد اور ضرر میں مناسبت ہے یعنی مقصد فعل کا مدعا عوام کو فائدہ پہنچانا ہو یا کسی بہتر غرض کے حاصل کرنے کے لیئے فعل مضرت بخش کیا جائے تو ضرر جو اس کی وجہ سے دوسروں کو پہنچتا ہے قانوناً جائز سمجھا جاتا اور اس پر غفلت کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ریل گاڑیوں کو بحساب ۵۰ میل فی ساعت چلانے سے ریلوے کمپنیاں متعدد مہلک حادثات کی مرتکب ہوئی ہیں اور اگر ریل گاڑیوں کی رفتار میں بحسابِ دس میل فی ساعت کمی کردی جاتی تو بہت سی مخلوق خدا کی جانیں محفوظ رہتیں لیکن اگر مسافروں کی جان کا لحاظ کیا جائے اور ریل کی رفتار ۱۰ میل فی ساعت قرار دی جائے تو جو نقصان عوام کو اُن کے کاروبار کی نسبت پہنچتا ہے وہ اُن کی جان بچانے کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا ریلوے کمپنیاں تیز رفتاری کے متعلق جو احتیاط نہیں کرتی ہیں اس کی وجہ سے اُن کا فعل واجبی احتیاط کے معیار سے کم نہیں متصور ہوتا اور نہ ان پر غفلت کا الزام لگایا جاسکتا ہے[1]

## فصل ۱۴۳ مدارج غفلت

ہم نے بیان کیا ہے کہ انگریزی قانون میں احتیاط کیلیئے صرف ایک معیار قرار

[1] فورڈ بنام لندن اینڈ ساؤتھ ویسٹرن ریلوے کمپنی (۱۸۶۲ء) لا رپورٹس مرتبہ فسٹر اینڈ فینلےسن جلد ۲ صفحہ ۷۳۰۔

دیا گیا ہے اور اسے بجائے مختلف مدارج کے غفلت کا صرف ایک درجہ یا معیار اس قانون میں سمجھا جاتا ہے۔ اس قانون کے لحاظ سے اگر کسی شخص پر کسی قسم کی احتیاط کرنا لازم ہے تو اُس کا فرض اس قدر احتیاط کرنا ہے جس پر مقدمے کے حالات کے لحاظ سے عمل کرنا اس کے لیئے واجبی سمجھا جاتا ہو۔ اور اگر وہ اس درجے کی احتیاط پر عمل نہ کرے تو اُس کا فعل غفلتِ مستلزم سزا پر مبنی سمجھا جائے گا۔ اگرچہ قانون انگلستان میں غفلت کے متعلق جو قاعدہ ہے وہ یہی ہے جو اب بیان کیا گیا لیکن بعض مصنفین نے غفلت اور احتیاط کے متعلق چند مدارج اور معیار قائم کرنے کی کوشش کی ہے اور اسی بنا پر بعض علمائے قانون نے غفلت کی دو قسمیں سنگین (Culpa lata) وخفیف (Culpa livis) قرار دی ہیں اور اُن کی رائے کے مطابق انسان کا کبھی غفلت سنگین اور کبھی غفلت خفیف کا مرتکب ہونا ممکن ہے۔ بعض اساتذہ کا خیال ہے کہ بجائے دو کے غفلت کے تین مدارج ہیں۔ بناءً علیہ ان اساتذہ نے غفلت کے لیئے حسب ذیل نام تجویز کیئے ہیں۔ غفلت سنگین غفلت معمولی اور غفلت خفیف[1]۔ اس میں شک نہیں کہ غفلت کے جو اس طرح مدارج قائم کیئے گئے ہیں اُن کا سبب کچھ تو قانون روما ہے اور کچھ اُن قوانین کے سمجھنے میں ان اساتذہ سے غلطی ہوئی ہے۔ اگرچہ بعض فیصلوں میں انگلستان کے بعض ججوں نے غفلت کے متعلق اس طرح کے مدارج بیان کیئے ہیں۔ لیکن ہم نہایت وثوق اور اعتماد سے ان جلیل القدر ججوں کی آراء کے خلاف اپنی ادنیٰ رائے کا اظہار کرتے ہیں اور علی الاعلان اس امر کو بیان کرتے ہیں کہ انگریزی[2] قانون میں کسی ایسے مسئلے اور اصول کا پتا نہیں چلتا جس کی بناء پر غفلت کے اس طرح کے مدارج قرار دیئے گئے ہوں۔

---

[1] بطور مثال ملاحظہ ہو نظائر مشہور مرتبۂ اسمتھ جلد ۱ صفحۂ ۲۲۸ طبع دہم (نوٹس متعلقہ مقدمۂ کاگس بنام برنارڈ)۔

[2] ملاحظہ ہو ہن ٹن بنام ڈبن کوئینز بینچ جلد ۲ صفحۂ ۶۶۱۔ اس فیصلے میں ڈین مین چیف جسٹس نے تحریر فرمایا ہے کہ "غفلت سنگین اور غفلت معمولی میں جو فرق کیا جاتا ہے وہ بے معنی اور لغو ہے اور اس کی حقیقت کے متعلق شبہہ کرنا جائز ہے"۔

غفلت کے ان مدارج اور اقسام کو تسلیم کرنے میں ایک خرابی یہ ہے کہ اس طرح غفلت کے مدارج کا تعین کرنا نہ صرف ناممکن ہے بلکہ عملاً بھی اس طرح غفلت میں فرق کرنا دشوار ہے۔ اچھا تو ہم ان لوگوں سے جنھوں نے غفلت کے مدارج اور اقسام قرار دئیے ہیں دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کس اصول پر غفلت سنگین اور غفلت خفیف میں فرق کیا جاتا ہے اور درجے کا جو فرق ہے اس کو بڑھا چڑھا کر کس طرح نوعیت کا فرق قرار دیا جا سکتا ہے بالفرض غفلت کے مدارج اور مختلف معیار کا تعین ممکن بھی ہو تو ان کے معین کرنے کی کیا ضرورت اور مصلحت ہے اس کا سراغ نہیں ملتا۔ حقیقت یہ ہے کہ انگریزی قانون میں غفلت کا جو ایک معیار مقرر کیا گیا ہے اُس کی رو سے ہر ایک قسم کی غفلت کی بخوبی تحقیق ہو سکتی ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ اساتذۂ متذکرۂ صدر کو غفلت کے معیار میں جو قانون انگلستان میں مقرر کیا گیا ہے کیا خرابی نظر آئی اور کیوں کسی شخص کو اس احتیاط سے زیادہ احتیاط ظاہر کرنے کی ضرورت ہے جو حالات مقدمہ کی رو سے واجبی سمجھی جاتی ہے اور کیوں اس شخص کے ساتھ رعایت کرنی چاہیئے جو بلحاظ حالات مقدمہ اس مقرر کردہ واجبی احتیاط سے کم احتیاط کا اظہار کرتا ہے۔

غفلت سنگین اور غفلت سادہ میں جو فرق بیان کیا جاتا ہے اس پر صرف ایک ضرورت سے غور کرنا چاہیئے۔ اس فرق کی بناء قانون روما کا ایک مشہور مسئلہ ہے جس کی وجہ سے پہلی قسم کی غفلت یعنی کلپالیٹا (Culpalata) نیت مجرمانہ (Dolus) کے مساوی سمجھی جاتی ہے اور یہ ایسا اصول ہے جو کبھی کبھی قانون انگلستان میں تسلیم کیا جاتا اور جس کا بعض وقت اس قانون میں اظہار ہوا کرتا ہے۔ اس کے متعلق قانون روما کا مقولہ ہے کہ غفلت سنگین نیت مجرمانہ ہے۔ اگر اس مقولے کے لفظی معنی لیئے جائیں تو اس کی صحت باقی نہیں رہتی ہے یعنی اگر اس قول کے لفظوں پر غور کیا جائے تو اس کا مفہوم ظاہری صحیح نہیں بلکہ غلط پایا جاتا ہے کیونکہ اس امر سے ہم واقف ہو چکے ہیں کہ قلب مجرمانہ کی دو شکلیں ہو بہو ایک ہی نہیں ہو سکتی ہیں اور دونوں میں سخت مغائرت ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بے احتیاطی خواہ وہ کسی درجے کی کیوں نہ ہو کبھی غرض اور منشو یہ کے مساوی نہیں ہو سکتی۔ اس میں شک نہیں کہ جو الفاظ اس مقولے کے مطلب کے واسطے استعمال کئے گئے ہیں اُن کا صحیح طور پر

انتخاب نہیں ہوا ہے اور ادائے مفہوم کے لئے وہ صحیح بھی نہیں ہیں پھر بھی اس مقولے کا ایک صحیح مفہوم بھی ہے۔ غفلت حقیقی خواہ وہ کتنی ہی سنگین کیوں نہ ہو نیت کے مساوی ہرگز نہیں ہو سکتی ہے البتہ غفلت مبینہ اُس کے مساوی ہو سکتی ہے اور غفلت مبینہ سے ہماری مراد وہ غفلت ہے جس کو بعض اساتذہ نے غفلت سنگین کہا ہے۔ اگر غفلت مبینہ کی کچھ اصلیت ہو تو فی الواقع وہ بہت سنگین ہو سکتی ہے اور اس وجہ سے وہ غفلت نہیں ہے بلکہ غرض مجرمانہ ہے۔ اس کی سنگینی کے باعث اس کی حقیقت کے خلاف قیاس کیا جاتا ہے جس قدر غفلت کو سنگین کہا جائے اس قدر سننے والے کے دل میں غفلت کی غیر موجودگی کا قیاس پیدا ہوتا ہے۔ ہم اس امر سے واقف ہو گئے ہیں کہ بے احتیاطی کو اس ضرر کی مقدار سے ناپا جاتا ہے جس کے پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے لہٰذا جس قدر زیادہ ہو اور اُس بلا کے نازل ہونے کے آثار قریب ہوں اسقدر زیادہ گمان ہوتا ہے کہ وہ ضرر نیت پر مبنی ہے۔ انتہائی درجے کی دو متضاد حالتوں میں حقیقی بے پروائی اور بے احتیاطی شاذ و نادر ہی ایک حالت ہوتی ہے چنانچہ معمولی قسم کے خطرات کے پیدا کرنے کے متعلق یا ایسے خطرات جو صدور فعل کے بہت بعد واقع ہوتے ہیں انسان فطرتاً بے پروا ہو جاتا ہے لیکن انسان کے جن افعال سے دوسروں کو شدید مضرت پہنچنے کا احتمال ہو عموماً انسان ان صورتوں میں احتیاط پر عمل کرتا ہے اور اپنے کو ارتکاب فعل سے باز رکھتا ہے لہٰذا ایک شخص کے فعل سے اگر دوسرے کو سنگین ضرر پہنچے تو سمجھنا چاہیئے کہ مرتکب کی خواہش اور نیت اس قسم کے ضرر پہنچانے کی تھی اور اس کا فعل غفلت پر مبنی نہیں ہے۔ اگر کسی فعل کے نتیجے سے اس بات کا اظہار ہو کہ اس نتیجے کے برآمد ہونے کا فاعل کو احتمال اور گمان تھا تو اس نتیجے کے ذریعے سے فاعل کی نیت کا ثبوت ملتا ہے اور اُس کی غفلت کی تردید ہوتی ہے۔ مثلاً علاج معالجہ اور دایہ گری کے نہ ہونے کی وجہ سے اگر کوئی طفل نوزائیدہ مر جائے تو اگرچہ اس کی موت کا سبب (اس کے والدین کی) صرف غفلت سمجھی جا سکتی ہے لیکن لوگوں کا زیادہ تر گمان یہ ہوگا کہ اُس کے والدین کی غرض مجرمانہ اور خصومت جو ان کو اس طفل کے ساتھ تھی اور جو پہلے سے اُن کے دل میں پیدا ہو گئی تھی اُس طفل کی ہلاکت کا باعث ہوئی۔ ایسا ہی اگر

ایک شخص دوسرے شخص کے سر پر ایک لوہے کی سلاخ سے مار دے تو مارنے والے کا مطلب بظاہر اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ چوٹ کھانے والے کے سر پر کچھ زخم آئے یا تھوڑی دیر کے لیئے وہ بے ہوش ہو جائے اور ضرر رسیدہ کی ہلاکت اسے منظور نہ تھی لیکن دنیا کا گمان ضارب کے مقصد کے خلاف ہوا کرتا ہے اور اس کی رائے میں اس قسم کی ضرب کا منشاء مضروب کی موت سمجھا جاتا ہے۔

اس کتاب میں جس مقام پر ہم نے نیت کی اصل و بنیاد اور ماہیت سے بحث کی ہے وہاں اس امر کا ذکر کر دیا گیا ہے کہ بعض صورتوں میں اس قیاس واقعاتی پر کہ ہر ایک شخص اپنے فعل کے ان نتائج کے برآمد کرنے کی نیت رکھتا ہے جن کے وقوع پذیر ہونے کا اس کو قوی احتمال ہوتا ہے اس قدر شد و مد سے عمل کرتا ہے کہ وہ ایک قیاس قانونی بن گیا ہے اور اس لیئے ناقابل تردید سمجھا جاتا ہے۔ ایسی صورتوں میں جو حالت از روئے واقعہ غفلت سمجھی جاتی ہے وہ قانون میں نیت مجرمانہ متصور ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حقیقت میں ایسی حالت نیت نہیں ہے

---

ؔلہ بمقدمہ لے لیور بنام گولڈ (۱۸۹۳ء) کوئینز بینچ صفحہ ۵۰۰ لارڈ جسٹس بلوین نے تحریر فرمایا ہے کہ "اگر اس مقدمہ میں بمعیت جوری تحقیقات کی جاتی تو جج جوری کو اس امر کی تفہیم کرتا کہ غفلت سنگین کو فریب کا ثبوت سمجھنا چاہیئے بشرطیکہ وہ ایسی سنگین ہو کہ اس کو نیک نیتی کی ضد سمجھا جائے اور اگر واقعات سے مرتکب کی بدنیتی کا پتا نہ چلے تو غفلت سنگین فریب کے مساوی نہیں ہو سکتی"۔ اگر اس عبارت کے لفظی معنوں پر غور کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ غفلت سنگین فریب نہیں ہو سکتی لیکن وہ فریب کا ثبوت ہو سکتی ہے۔ مگر ہم اس کو بھی غلط اور ناممکن سمجھتے ہیں اگر دو چیزیں ایک دوسرے کی ضد ہوں یا دو حالتیں ایک دوسرے کے منافی ہوں تو ایک کے ذریعے سے دوسرے کا ثبوت نہیں مل سکتا بہرحال رائے متذکرۂ صدر کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ غفلت مبینہ یا مسلمہ اس قدر سنگین ہو سکتی ہے کہ اس کے ذریعے سے اس نتیجے پر پہنچنا آسان ہے کہ ایسی غفلت حقیقت میں فریب ہے اور کسی طرح سے اس کو غفلت نہ سمجھنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ ملاحظہ ہو کینٹل میل بنام ناٹسن چانسری ڈویژن جلد ۲۱ صفحہ ۷۰۶ جہاں فرائی جسٹس کی رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔

بلکہ تعبیراً اور معناً قانون میں وہ نیت سمجھی جاتی ہے چنانچہ قتل انسان کے متعلق جو قانون ہے اس کے مطالعے سے اس مطلب کی ہم کو ایک مثال ملتی ہے۔ قتل عمد سے مراد انسان کو بالارادہ ہلاک کرنا ہے لیکن قتل انسان اس طرح کی ہلاکت انسان کو کہتے ہیں جو مبنی بر غفلت ہے لیکن ان دونوں میں قانون کی رو سے جو فرق کیا جاتا ہے وہ اس فرق سے بالکل جدا ہے جو از روئے واقعات قتل عمد اور قتل انسان (مستلزم سزا) میں پایا جاتا ہے۔ اکثر ایسی ہلاکتیں جو واقعات کے لحاظ سے محض غفلت پر مبنی ہو سکتی ہیں قانون میں قتل انسان بالارادہ سمجھی جاتی ہیں۔ اگر ضرر شدید سے کسی شخص کی ہلاکت واقع ہو جائے تو مرتکب کی نیت جو مہلوک کو ضرر شدید پہنچانے کی تھی قانون میں وہ اس کی نیت قتل سے بدل جاتی ہے اور اگر کسی شخص کو اس امر کا علم ہو کہ اس کے فعل سے کسی دوسرے شخص کی موت واقع ہونے کا احتمال ہے تو از روئے قانون یہ سمجھا جائیگا کہ اس نے شخص مہلوک کی موت کو واقع کرنے کی نیت سے اس فعل کا ارتکاب کیا۔ اس طرح کے قانونی اور قطعی قیاسات کو جائز اور صحیح ماننے کے متعلق دو وجہ ہیں اولاً یہ کہ غفلت سنگین جس کا ذکر کیا گیا ہے حقیقت میں غفلت نہیں بلکہ غرض مجرمانہ ہے اور ثانیاً یہ کہ اگر غفلت سنگین کو غفلت مان بھی لیا جائے تو اس کی سنگینی کی وجہ سے وہ ایک ایسی مذموم حالت ہے جیسے کہ نیت قبیح سمجھی جاتی ہے اور بہ لحاظ اخلاق نیت بد کا وہی اثر سمجھا جاتا ہے جو غفلت سنگین کا نتیجہ متصور ہوتا ہے لہذا غفلت سنگین کو نیت مجرمانہ خیال کرنا اور اس کی پاداش میں اس کے مرتکب کو سزا دینا جائز ہے اسی بناء پر بعض وقت مدعی علیہ کو منجانب قانون حسب ذیل جواب دیا جاتا ہے "جیسا کہ آپ بیان کرتے ہیں ممکن ہے کہ آپ سے فعل زیر تحقیقات کے متعلق محض غفلت سرزد ہوئی ہو اور کسی مجرمانہ غرض کے عنوان کے طور پر آپ نے اس فعل کو انجام نہ دیا ہو پھر بھی آپ کے ساتھ اسی طرح سلوک کیا جائیگا گویا آپ نے نیت مجرمانہ سے اس فعل کو انجام دیا ہے اور قطعی طور پر قیاس کیا جائے گا کہ آپ کا فعل مبنی بر ارادہ تھا۔ آپ کے عذر نا قابل قبول ہیں کیونکہ آپ کی بے پروائی کی وجہ سے وہی ضرر مدعی کو پہنچا جس کو آپ اپنی حقیقی نیت کی بنا پر پہنچا سکتے تھے۔ ہر چند آپ نے مدعی کو ضرر پہنچانے سے انکار کیا ہے لیکن آپ کے فعل کے متعلق تحقیق کرنے والے کو اس امر کا قوی احتمال

ہوتا ہے کہ آپ کی نیت حقیقت میں اس ضرر کے پہنچانے کی تھی لہذا صدور فعل کے قبل آپ کی جانب سے نتیجۂ فعل سے واقف ہونے کی یا اُس کا اندازہ کرنے کی مطلق کوشش نہیں کی گئی ہوگی۔

## فصل ۱۴۴ غفلت کے متعلق چند دوسرے نظریات

چونکہ تصور غفلت کی تحلیل ایک نہایت دقت طلب اور دشوار امر ہے لہذا غفلت کے متعلق بعض دوسرے نظریات کا جس کے تسلیم کرنے سے ہم نے انکار کر دیا ہے بیان کرنا اور اُن پر بحث کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

بعض مصنفین کی رائے ہے کہ غفلت کی بنا بے پروائی ہے اور بے پروائی کے بغیر غفلت کا وجود نہیں ہو سکتا ہے۔ انسان پر بے خبری اور بے توجہی کی حالت طاری ہونے سے وہ اپنے فعل کی صحیح ماہیت اور اُس کے حالات متعلقہ اور نتائج کا اپنے ذہن میں اندازہ نہیں کر سکتا ہے۔ نیت اور غفلت میں فرق یہ ہے کہ جو شخص ارادتاً جرم کا ارتکاب کرتا ہے اُس کو اپنے فعل کے مجرمانہ ہونے کا پہلے سے علم رہتا ہے لیکن جس شخص سے بربنائے غفلت جرم سرزد ہوتا ہے وہ اپنے فعل کی مجرمانہ حیثیت سے پہلے سے واقف نہیں رہتا ہے اور اُس کی ناواقفیت کی وجہ اُس کے دماغ کی سستی اور کاہلی ہے[1]۔

اگرچہ غفلت کی یہ تعریف سچائی کے ایک اہم جزو پر مبنی ہے لیکن بنفسہ وہ ناموزون ہے اور اُس کی ناموزونیت کے دو وجوہ ہیں۔ اولاً یہ کہ ہر ایک غفلت بے احتیاطی پر مبنی نہیں ہوتی ہے۔ اس قول کو ہم نے اس کے پہلے ثابت کر دکھایا ہے۔ چنانچہ بعض غفلتیں بالارادہ ہوتی ہیں یا یوں کہنا چاہیئے کہ بعض صورتوں میں غفلت توجہ اور اعتنا پر مبنی ہوتی ہے اور ان شکلوں میں مرتکب اپنے فعل کی صحیح ماہیت، حالات متعلقہ، اور ان نتائج فعل سے بخوبی واقف ہو جاتا ہے جن کے پیدا ہونے کا اُس کو قوی احتمال رہتا ہے۔ چونکہ مرتکب کو برآمد ہونے والے نتائج کا اندازہ ہو جاتا ہے اور اس پر بھی اُس کی

[1] آسٹن لکچر نمبر ۲۰ پرک میر اسٹراف ریخٹ فصل ۱۷۔ کلارک تحلیل ذمہ داری تعزیری باب ۹۔

نیت ان نتیجوں کو پیدا کرنے کی نہیں ہوتی ہے اس لیئے اُس پر جرم بالارادہ کا الزام عائد نہیں کیا جا سکتا ہے۔ فعل کے نتائج وغیرہ کے متعلق جو مرتکب کی ذہنی یا دماغی حالت ہے وہ نیت نہیں ہے بلکہ غفلت کی ایک صحیح شکل ہے اور اس دماغی حالت اور غفلت کی توجیہ کرنے سے نظریۂ بے اعتنائی ساکت ہے۔

ثانیاً یہ کہ ہر ایک بے پروائی یا بے اعتنائی غفلت نہیں ہے۔ کسی شخص کا اپنے فعل کی ماہیت کے سمجھنے میں یا اُس کے نتائج کے اندازہ کرنے میں قصور کرنا مستلزم سزا یا قابل الزام نہیں ہے اور جب تک اس قسم کے قصور کا سبب اس شخص کی بے احتیاطی بمعنیٔ نا واجبی بے پروائی نہ ہو اُس پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں عائد کی جا سکتی۔ اُس شخص کو غافل کہنا صحیح نہیں ہے جو کسی بات سے ناواقف ہو یا اُس کو بھول گیا ہو حالانکہ اس امر کے متعلق علم پیدا کرنے کی یا اس بات کو اپنے حافظے میں تازہ کر لینے کی اُس کی خواہش ہی کیوں نہ ہو مثلاً اگر سگنل مین (وہ شخص جس کی خدمت ریل گاڑی کو پٹریوں پر سے چلانے یا روکنے کے متعلق آگاہ کرنے کی ہوتی ہے) اپنے اشارہ دینے کے مقام پر سو جائے تو وہ غافل سمجھا جاتا ہے یعنی وہ غفلت کا مرتکب ہوتا ہے اور اسکو مرتکب غفلت سمجھنے کا سبب اُس کی نیند نہیں ہے بلکہ اُس کا اپنے کو بیدار رکھنے کے متعلق کافی احتیاط نہ کرنا ہے۔ چنانچہ اگر خستگی اور ماندگی یعنی زیادہ محنت کرنے سے وہ تھک کر یا کسی مرض کی وجہ سے وہ سو جائے تو اُس کو کسی قسم کا الزام نہیں دیا جا سکتا لہذا غفلت کی اصل بے پروائی نہیں بلکہ بے احتیاطی ہے۔ بعض صورتوں میں بے احتیاطی کا نتیجہ بے پروائی ہوتا ہے اور بعض میں بے پروائی سے بے احتیاطی پیدا ہوتی ہے لیکن کسی صورت میں بھی غفلت کا بے پروائی پر مبنی ہونا ممکن نہیں ہے۔

حامیان نظریۂ بے پروائی کی جانب سے قلب مجرمانہ کی تین شکلیں بیان کی جاتی ہیں یعنی (۱) "نیت" اس شکل میں مرتکب اپنے فعل کے نتائج کا جن کے پیدا کرنے کی اُس کی نیت ہوتی ہے پہلے سے اندازہ کر لیتا ہے۔ (۲) "بے پروائی" اس شکل میں مرتکب کو اُس کے فعل کے نتائج کا اندازہ تو ہو جاتا ہے لیکن اُن کے برآمد کرنے کی اس کی نیت نہیں ہوتی ہے اور (۳) "غفلت" اس شکل میں مرتکب کو اپنے فعل کے نتائج کا نہ تو پہلے سے اندازہ ہی ہوتا ہے اور نہ وہ اُن کے برآمد کرنے کی نیت ہی رکھتا ہے۔

لیکن قانون میں قلب مجرمانہ کی تین کی بجائے دو شکلیں قرار دی گئی ہیں یعنی دوسری اور تیسری شکل کو ملا کر نیت کی ایک شکل مقرر کی گئی ہے اور ہماری رائے میں یہی طریقہ صحیح ہے حقیقت یہ ہے کہ غفلت اور بے پروائی دو جداگانہ حالتیں نہیں ہیں اور نہ ان میں کسی قسم کا فرق ہے اور جب تک غفلت یا بے پروائی بے احتیاطی کا نتیجہ نہ ہو مرتکب پر کسی قسم کی ذمہ داری عائد نہیں ہوسکتی ہے۔

اب ہم دوسرے نظریئے کے متعلق بحث کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیئے "نظریۂ خارجۂ غفلت" کا لقب تجویز کیا گیا ہے۔ بعض اساتذہ کی رائے ہے کہ غفلت حالت ذہنی نہیں ہے بلکہ خارجی ہے۔ غفلت انسان کے دماغ کی کوئی خاص حالت نہیں ہے اور نہ اُس کو قلب مجرمانہ کی ایک شکل سمجھنا چاہیئے بلکہ غفلت افعال انسانی سے ایک فعل کا نام ہے۔ احتیاط کرنے کے متعلق جو انسان کا فرض ہے اُسکی خلاف ورزی کرنا غفلت ہے احتیاط کرنے سے مراد ایک شخص کا اپنے افعال کے مضرت بخش نتائج کے خلاف حفظ ماتقدم کرنا ہے اور ان افعال کی انجام رسانی سے احتراز کرنا ہے جن سے دوسروں کو ناواجبی طور پر ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ مثلاً رات کے وقت بغیر روشنی کے سواری کا سڑک پر سے چلانا مبنی بر غفلت ہے کیونکہ جس قدر عقلمند اور ہوشیار لوگ ہیں وہ حادثات کے وقوع کو روکنے کی غرض سے اپنی سواریوں پر حفظ ماتقدم کے طور روشنی رکھتے ہیں۔ جس طرح کسی شخص کے سردی لگ جانے کو اُس کی دماغی حالت سے کوئی تعلق نہیں ہے اسی طرح احتیاط کرنے کو بھی دماغ انسانی سے کوئی سروکار نہیں ہے لیکن ہماری رائے میں غفلت کی جو اس طرح تحلیل کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ بے احتیاطی کی بناء پر بطور حفظ ماتقدم مضرت کے واقع نہ ہونے دینے کے متعلق ضروری تدبیروں کے اختیار کرنے میں مرتکب سے قصور کا واقع ہونا ممکن ہے اور

---

سلہ کلارک اینڈ لینڈسیل ٹارٹس صفحہ ۳۹۴ طبع ششم "غفلت سے مراد اس احتیاط کا ترک کرنا ہے جو بلحاظ حالات (زیر بحث) اُس کے تارک پر ازروئے قانون فرض گردانی گئی ہو۔ کسی صورت میں بھی غفلت کے مفہوم میں خیال یا فعل نیت داخل نہیں ہے اور اسکا تعلق کسی طرح سے بھی انسان کی دماغی حالت سے نہیں ہے" ملاحظہ ہو پالک ٹارٹس صفحات از ۴۵۴ تا ۴۶۲ طبع دہم۔

اور بعض وقت اسی وجہ سے وہ اپنے کو خطرناک افعال کے ارتکاب سے باز نہیں رکھ سکتا ہے اس پر بھی مرتکب کی بے احتیاطی وہی شے نہیں ہے جو اس کا خطرناک فعل ہے اسطرح اُس کی بے احتیاطی اُس کے حفظ ماتقدم کے اختیار نہ کرنے کے قصور میں فرق ہے اُس کی بے احتیاطی اُس کی یہ دوسری حالت نہیں ہے۔ ایسا ہی بے احتیاطی کا نتیجہ بے پروائی ہو سکتی ہے لیکن یہ دونوں ایک چیز نہیں بلکہ دو جداگانہ حالتیں ہیں۔ بطور حفظ ماتقدم کسی تدبیر کے اختیار نہ کرنے میں غفلت کرنا یا خطرناک افعال کا ارتکاب کرنا ہر ایک صورت میں جرم نہیں ہے کیونکہ انسان بعض وقت ایسی غلطی یا حادثے کی بنا پر جس کا روکنا اُس کے امکان سے خارج ہو اس طرح کے خطرناک افعال کا مرتکب ہوتا ہے اور ضرر۔ کے پہنچانے سے وہ اپنے کو باز نہیں رکھ سکتا۔ اس کے برعکس اگر فعل ناجائز جرم ہو تو بھی اُسکا غفلت پر مبنی ہونے کی بجائے نیت پر مبنی ہونا ممکن ہے۔ مثلاً ایک شخص کا اپنے مکان میں (چور پکڑنے کے دروازے کو کھٹکا لگانے) بغیر اس نیت سے کھلا رکھنا کہ اُس کا دشمن اس میں گر کر ہلاک ہو جائے ممکن ہے اسی طرح ایک شخص شیشی پر دوا کے نام کی چٹھی لگانے کے بغیر اُس میں اس نیت سے زہر رکھ سکتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص غلطی سے اُس کو پی جائے۔ علیٰ ہذا القیاس جہازرانی یا ملاحی کے معمولی قواعد سے غفلت کر کے جہاز کا کپتان اپنے جہاز کو غرق آب کر دے سکتا ہے۔

اگر کسی شخص کا معصوم بچہ علیل ہو اور اُس کو دوا نہ دینے میں اُس کے باپ سے غفلت ہو جائے تو باپ پر محض غفلت کا الزام نہیں بلکہ انسان کشی بالارادہ (قتل عمد) کا الزام عائد کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال جس قدر مثالیں اس وقت بیان کی گئی ہیں اور اس قسم کی باقی تمام صورتوں میں جب تک مجرم کی دماغی حالت کی تحقیق نہ کی جائے اور جب تک اُس کی ذہنی حالت کا اُس کے فعل اور نتائج فعل کا دوش بدوش مقابلہ نہ کیا جائے اُسوقت تک جرم مبنی بر نیت اور جرم مبنی بر غفلت میں فرق کرنا ممکن نہیں ہے۔ مرتکب کی حالت ذہنی اور حالت خارجی اسکے لحاظ سے جرائم کی دو قسمیں قرار دینا اور ان میں اسطرح تمیز کرنا نہ تو جائز ہے اور نہ ممکن ہے "غفلت" جرم مبنی بر نیت کی ضد ہے اور چونکہ یہ دوسری شئے ایک ذہنی واقعہ ہے اس لیئے پہلی شئے کا بھی واقعۂ ذہنی ہونا لازم ہے۔

# خلاصہ

ماہیت نیت:-

خواہش کی بناء پر مرتکب کا نتائج فعل کا اندازہ کرنا۔

فرق مابین نیت اور توقع

نتائج مبنی بر نیت ایسے نتیجے ہیں جن کے برآمد ہونے کی ہمیشہ توقع نہیں کی جاسکتی ہے۔

جن نتائج کے برآمد ہونے کی توقع کی جاتی ہے وہ ہمیشہ نیت پر مبنی نہیں ہوتے ہیں۔

نیت معنوی (یا تعبیری)۔

نیت { بلاواسطہ (یا ابتدائی)۔ / آخری۔ تحریک۔ }

خصومت۔ نیت ناجائز (یا مجرمانہ)۔

ابہام اصطلاح، خصومت جس کی وجہ سے کبھی خصومت کا تعلق نیت بلاواسطہ سے اور کبھی اس کا تعلق نیت بعیدہ سے سمجھا جاتا ہے۔

ایک ہی وقت میں ایک ہی قسم کے چند تحریکات کا پیدا ہونا۔

قانون میں تحریکات کا واقعات غیر متعلقہ سمجھا جانا۔

مستثنیات اصول بالا۔

نظریۂ اقدام جرم۔

جرم کمل کے چار مدارج۔ نیت۔ تیاری۔ اقدام۔ تکمیل۔

فرق مابین تیاری و اقدام جرم۔

اقدام جرم بذریعۂ اسباب ناممکن الحصول۔

حق مبنی بر ضرورت۔

نظریۂ متعلقہ۔

اس نظریئے پر عمل کرنے کے لیئے ایک حد تک قانون سے اجازت کا عطا ہونا۔

ماہیت نیت۔

اصطلاح نیت کا ذہنی اور خارجی مفہوم۔

فرق مابین غفلت ونیت اور ایک اصطلاح کا دوسرے کی ضد سمجھا جانا۔
غفلت سے لامحالہ بے پروائی مراد نہیں ہے۔
غفلت کی اصل بے اعتنائی ہے۔
غفلت اور نیت علی سبیل البدل ذمہ داری تعزیری کے اسباب سمجھے جاتے ہیں۔

غفلت { مبنی بر نیت (بالارادہ) یا مبنی بر اعتنا۔
سادہ یا مبنی بر بے اعتنائی۔ }

غفلت بلا واسطہ و بالواسطہ۔
غفلت وکمی عقل۔
احتیاط کا فرض قانونی سمجھا جانا۔
ذمہ داریٔ غفلت کی بنا ئے ضروری کیا شئے ہے۔
کس وقت تعزیری (فوجداری) قانون اور کس وقت دیوانی کے قانون کی رو سے ذمہ داری غفلت کا وجود ہوتا ہے۔
معیار احتیاط
قانون میں سب سے اعلیٰ درجے کا ممکن الحصول معیار احتیاط نہیں قرار دیا گیا ہے۔
ایک معقول محتاط شخص جس درجے کی احتیاط پر عمل کرتا ہے قانون میں وہ احتیاط معیار قرار دیگئی ہے۔
مدارج غفلت
سنگین اور خفیف غفلت میں جو فرق ہے اس کو قانون انگلستان کا نہ تسلیم کرنا غفلت سنگین غیت مجرمانہ ہے۔
اس تقسیم کا مفہوم۔
غفلت اور نیت معنوی۔
غفلت کے دوسرے نظریات پر انتقاد۔
(۱) غفلت سے مراد بے پروائی نہیں ہے۔
(۲) نظریۂ خارجیۂ غفلت۔

# انیسواں باب

## ذمہ داری (سلسلۂ مضمون سابقہ)

### فصل ۱۴۵ جرائم ذمہ داری مطلق

اب ہم جرائم کی تیسری نوع سے بحث کرنا چاہتے ہیں یعنی ایسے جرائم جنکی ذمہ داری مشروط نہیں بلکہ مطلق ہے۔ یہ ایسے افعال ہیں کہ مرتکب کی نیت اور غفلت پر مبنی نہ ہونے کے باوجود ان کی ذمہ داری اُس پر عائد ہوتی ہے۔ قانون کا جو یہ مشہور مقولہ ہے کہ کسی شخص کا فعل ناجائز اُس وقت تک جرم نہیں سمجھا جاتا جب تک وہ اُسکی نیت مجرمانہ پر مبنی نہ ہو اُس کے مستثنیات گویا جرائم متذکرۂ صدر ہیں۔ ناظرین کے ذہن میں اس مقام پر یہ خیال پیدا ہوگا کہ ذمہ داری مطلق کے قاعدے پر فوجداری کے قانون میں نہیں بلکہ دیوانی کے قانون میں عمل ہونا چاہیئے لیکن طرز عمل اس کے خلاف ہے اور دیوانی کے قانون کی رو سے شاذ و نادر ہی صورتوں میں ذمہ داری مطلق پر عمل کیا جاتا ہے۔ معترض کی جانب سے یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ "فوجداری قانون کی رو سے تمام معمولی اشکال میں ذمہ داری کی بنا، جو نیت مجرمانہ قرار دی گئی ہے وہ ظاہر ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اور یہ اصول کہ کسی شخص کو اسکے جرم کے واسطے سزا نہ دینا چاہیئے بشرطیکہ وہ قبل ارتکاب جرم اپنے جرم سے واقف ہو گیا ہو یا اگر وہ احتیاط سے کام لیتا تو فعل مجرمانہ کی نوعیت سے واقف ہو جاتا نہایت صحیح اور جائز ہے اور اسی بنا پر ایسی غلطی یا حادثہ جس کا انسداد مرتکب کے امکان سے خارج ہو مرتکب کی طرف سے بطور عذر (مدعی علیہ) پیش کیا جا سکتا ہے لیکن کیوں اسی اصول کا دیوانی طرز کی ذمہ داری پر اطلاق کیا جاتا ہے مثلاً اگر میں کسی دوسرے شخص کو

ضرر پہنچاؤں تو اس امر سے چشم پوشی کرتے ہوئے کہ آیا وہ ضرر میری نیت یا غفلت یا کسی حادثے پر مبنی ہے مجھ کو اس ضرر کی تلافی مافات کے لیئے کیوں نہ مجبور کیا جاتا اور کیوں اس قسم کی ذمہ داری میں میری نیت وغیرہ کا بغیر لحاظ کیئے اُس کا تاوان متضرر کو نہیں دلایا جاتا ہے اس کا حسب ذیل جواب ہے، چونکہ دیوانی طرز کی نالشوں (یا عدالتی کارروائیوں) کا مقصد مدعی کے نقصان کے متعلق محض چارہ سازی (یا دادرسی) کرنا اور مدعی علیہ کو سزا نہ دینا ہے اس لیئے نیت مجرمانہ کے متعلق جو قاعدہ ہے اسکا دیوانی کے دعووں پر اطلاق کرنا موزوں نہیں ہے۔

اس میں شک نہیں کہ قانون انگلستان کی رو سے دیوانی کی نالشں میں ذمہ داری مطلق کے قاعدے پر عمل نہیں کیا جاتا اور نہ اُس کو ملحوظ رکھنے کی کوئی ضرورت ہے لیکن ان تمام عدالتی کارروائیوں میں جن کے ذریعے سے مدعی کو فوجداری طرز کی دادرسی ملتی ہے قانون کا منشا نہ صرف مدعی کو دادرسی کا عطا کرنا ہے بلکہ اُسکی غرض اصلی مدعی کو سزا دینی ہوتی ہے اور اس لیئے فوجداری مقدمات میں مدعی کی دادرسی محض ایک ذریعہ یا آلہ مدعی علیہ کی سزا کا ہے محض سزا دینے کی وجہ سے فوجداری مقدمات کا چلانا جائز اور صحیح نہیں ہے جب تک مدعی کو اُس کے ضرر کے متعلق کوئی معقول معاوضہ مدعی علیہ سے نہ دلایا جائے عدالت فوجداری کی کارروائی سے اس کے نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ جب تک ایسا نہ کیا جائے اس جرم کا اثر نہیں مٹ سکتا ہے جس سے مدعی کو نقصان پہنچا ہو اور نہ اُس کی بگڑی ہوئی حالت پہلی حالت میں عود کر سکتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ مدعی کو معاوضہ نہ ملنے کی صورت میں اس جرم کی جس کا ارتکاب اُس کے خلاف ہوا ہے اُس کے حق میں تلافی نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کے برعکس حادثے یا غلطی کا اثر ہے مثلاً اگر کسی حادثے کی وجہ سے میرے ہاتھ سے کسی شخص کا مکان جل جائے اور اس کی پاداش میں مالک مکان کو تاوان ادا کرنے کے لیئے میں مجبور کیا جاؤں تو اسکا نتیجہ اس کے سوائے کچھ اور نہ ہوگا کہ نقصان جو مالک مکان کو برداشت کرنا چاہیئے تھا وہ میری طرف منتقل کیا جاتا ہے اس پر بھی اصل میں وہ نقصان مٹ نہیں سکتا کیونکہ وہ ایک شخص سے دوسرے شخص پر منتقل کیا جاتا ہے اور اس میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی ہے لیکن ایسی صورتوں میں قدرتاً یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر مکان مذکور کے جل جانے میں

میرا کوئی قصور نہیں ہے تو میرے فعل کے مضرت بخش نتیجے کے لیئے کیوں قانون میں تاوان ادا کرنے کے واسطے مجھ کو مجبور کرنا چاہیئے اور کیوں اس نقصان کی ذمہ داری مجھ پر عائد کی جاتی ہے اگر ایسا ہی ہے تو مجھ پر ان نقصانات کی بھی ذمہ داری عائد ہونا چاہیئے جو لوگوں کے مکانوں کو زلزلے اور بجلی کے گرنے سے پہنچتے ہیں۔ اگر کوئی معقول فائدہ پہنچتا ہو تو ایک شخص کا نقصان دوسرے کو منتقل کرنا چاہیئے اور اگر ایسا نہیں ہے تو عقل سلیم اور قانون کی رو سے نقصان کو اس کی جگہ سے نہ ہٹانا چاہیئے یعنی ایسی صورتوں میں ضرر رسیدہ کے لیئے اُس کے ضرر کا برداشت کرنا عین انصاف ہے۔

اگرچہ دیوانی اور فوجداری دونوں قسم کی قانونی کارروائیوں یعنی مقدمات میں عام طور پر قلب مجرمانہ کا لحاظ کیا جاتا ہے لیکن اس پر بھی اس قاعدے کے متعدد مستثنیات ہیں۔ ان مستثنیات کے بھی متعدد اسباب و علل ہیں لیکن ان تمام اسباب میں سب سے زیادہ اہم وجہ صحیح اور موزوں طور پر نیت یا غفلت کے متعلق ثبوت بہم پہنچانے کی دشواری ہے۔ ہر چند مقتضائے انصاف یہ ہے کہ اکثر ان اشکال میں جہاں اس قسم کی دشواری پیش آتی ہے قانون کو راستبازی اور جرأت سے کام لے کر اس دشواری کا مقابلہ کرنا چاہیئے اور اکثر اسی پر عمل ہوتا ہے لیکن بعض مخصوص صورتوں میں دیانت اور سچائی پر عمل نہیں کیا جاتا بلکہ مرتکب پر ذمہ داری عائد کرنے کے لیئے قلب مجرمانہ کی جو شرط لگائی گئی ہے اُس سے قانون میں اغماض کیا جاتا ہے اور یہ ایک قسم کی بد دیانتی ہے کہ بعض مخصوص صورتوں میں مرتکب کے خلاف قلب مجرمانہ کے وجود کے متعلق قانون میں بھی قطعی قیاس کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس طریقے سے ناکردہ گناہوں کے

---

۵۱ قانون غیر موضوعۂ انگلستان مولفۂ ہومز صفحات از ۸۱ تا ۹۶ میں اس مسئلے کے متعلق صراحت سے بحث کی گئی ہے اس کے علاوہ اس مسئلے کی بابت قانون ٹارٹ مولفہ پالک صفحات از ۱۴۲ تا ۱۵۵ طبع دہم قابل ملاحظہ ہیں۔

حق میں سختی اور ناانصافی ہوتی ہے لیکن دیوانی مقدمات میں اس قیاس قطعی پر جو عمل ہو کر مدعا علیہم پر اُن کے افعال کی ذمہ داری عائد کی جاتی ہے اس سے لوگوں کو چنداں نقصان نہیں پہنچ سکتا کیونکہ دیوانی طرز کی ذمہ داری پیدا ہونے کی صورت میں مرتکب قبل ارتکاب اپنے فعل کے مضرت بخش نتیجے سے واقف ہو کر اور بصورت ذمہ داری اُس کو برداشت کرنے کا ارادہ کر کے فعل کو انجام دیا کرتا ہے۔ مگر فوجداری مقدمات میں عدالتیں اس قیاس قطعی پر بہت ہی کم عمل کرتی ہیں اور چند نہایت خفیف قسم کی نالشوں میں اُس پر عمل پیرا ہوتی ہیں۔ لہذا ان اشکال میں مسئلۂ قلب مجرمانہ کے متعلق زیادہ احتیاط کرنے اور اُس کی تائید میں ثبوت بہم پہنچانے کی دشواریاں پیش آتی ہیں ان صورتوں میں جیسا کہ سطور مندرجۂ بالا میں بیان کیا گیا ہے قانون میں ذمہ داری مطلق کی ایک خاص شکل قرار دی گئی ہے۔

اس قسم کی ذمہ داری کی مخصوص اشکال پر غور کرنے سے اُس کے تین اقسام پائے جاتے ہیں (۱) غلطی قانون۔ (۲) غلطی واقعہ اور (۳) حادثہ۔

## فصل ۱۴۶ غلطی قانون

لاعلمی قانون کی بنا پر قانون کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی۔ یہ ایک ایسا مسلمہ اصول ہے جس پر نہ صرف برطانوی نظام قانون میں عمل کیا جاتا ہے بلکہ ممالک غیر کے دساتیر قانونی میں بھی اس کا لحاظ کیا جاتا ہے چنانچہ قانون روما کے مشہور مقولے سے بھی اصول مندرجۂ بالا کی تائید ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ "قانون کی ناواقفیت کے عذر کو پیش کر کے کوئی شخص اپنی ذمہ داری سے بچ نہیں سکتا" ایک قیاس قانون کے پیرائے میں بھی اسی قاعدے کا اظہار

---

لہ اس امر کے متعلق کہ تعزیری ذمہ داری میں کہاں تک قلب مجرمانہ کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو ملکۂ معظمہ بنام ٹالسن کوئینز بینچ ڈویژن جلد ۲۳ صفحہ ۱۶۸۔ ملکۂ معظمہ بنام پرنس لاء رپورٹس کراؤن کیسیز جلد ۲ صفحہ ۱۵۴۔ چزہرم بنام ڈولٹن کوئینز بینچ ڈویژن جلد ۲۲ صفحہ ۷۳۶۔

کیا جاتا ہے، ہر ایک شخص ملک کے قانون سے واقف رہتا ہے ۔ یہ قاعدہ (نیت مجرمانہ وغیرہ کے ساتھ مشروط نہیں بلکہ اپنے اثر میں) مطلق ہے اور اس بنا پر قانون میں جو قیاس قرار دیا گیا ہے وہ ناقابل تردید ہے ۔ عدالت خواہ کتنا ہی حزم و احتیاط سے تحقیقات کر کے مدعی علیہ کی لاعلمی قانون اور عدم نیت کے نتیجے پر پہنچے اس پر بھی اس قاعدے کا توڑ ممکن نہیں اور نہ مدعی علیہ کی جانب سے ناگزیر لاعلمی یا غلطی کا عذر پیش ہونے پر وہ اپنی اس ذمہ داری سے جو کسی قانون کی خلاف ورزی کرنے سے اُس پر عائد ہوتی ہے سبکدوش ہو سکتا ہے۔

اس اصول کے قائم کرنے کے جو کسی قدر سخت ہے تین وجوہ ہیں ۔ اوّلاً یہ کہ بلحاظ نظریہ "قانون" ایک ایسی شئے ہے جو معین ہے اور جس سے لوگ واقف ہو سکتے ہیں ۔ ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنے ملک کے قانون کے اس جزو سے واقف رہے جس کا اُس سے تعلق ہے لہذا ہر ایک شخص کا اپنے یہاں کے قانون سے بحالت مجبوری ناواقف رہنا ناممکن ہے ۔ یہ ایک قطعی قیاس ہے کہ ابنائے ملک قانون ملک سے واقف رہتے ہیں اور عدالتیں اُن کے ساتھ اس طرح پیش آتی ہیں گویا اُنھیں اس قانون کا علم حاصل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابنائے ملک اُس ملک کے قانون سے واقف ہو سکتے ہیں اور اُس کا جاننا اُن کے لیئے لازم ہے ۔

ثانیاً یہ کہ از روئے حقیقت کسی شخص کا کسی ناگزیر لاعلمی کی وجہ سے قانون کے کسی حصے سے ناواقف رہنا ممکن ہے لیکن اگر عدالتیں اس قسم کی لاعلمی قانون کو تسلیم کرنے کی جانب مائل ہو جائیں تو اُنھیں اُس کے متعلق ثبوت لینے میں ایسی دشواریاں پیش آئینگی جن کو رفع کرنا تقریباً ناممکن ہے ۔ اس کے علاوہ جو کچھ فائدہ اس جدید طریقے سے حاصل ہو گا اُس سے ملک کی عدل گستری کو فائدے کی بجائے نقصان پہنچیگا کیونکہ مدعی علیہ کی ذمہ داری ایسی شرائط پر منحصر رکھی جاتی ہے جن کا تعلق قانون ملک کی واقفیت یا ذرائع واقفیت سے ہے اور ان شرائط کی صحت کے متعلق تحقیقات کرنا انسان کے امکان سے خارج ہے ۔ کیا ایک شخص کی تائید میں دوسرا شخص گواہی دے سکتا ہے کہ وہ قانون زیر بحث سے واقف ہے یا اگر وہ اپنی زندگی کے گزشتہ زمانے میں معقول احتیاط کرتا اور روا جبی دانائی سے کام لیتا تو وہ اس قانون سے واقف ہو جاتا ۔

ثالثاً یہ کہ ہر ایک ملک کے قانون کا ماخذ زیادہ تر قدرتی انصاف کے قواعد ہیں۔ ہر ایک سلطنت کا قانون حق و باطل کے اُن اصول پر مبنی ہوتا ہے جو از روئے اخلاق انسان کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ قانون ملک سے مراد اس کے سوا کوئی اور شئے نہیں ہے کہ سلطنت انھیں اصول کو برقرار رکھنے کی نسبت اپنی نیت کا اعلان کرتی ہے اسی وجہ سے برطانیہ کے قانون غیر موضوعہ کا کثیر حصہ ابنائے ملک کی راستبازی اور عقل سلیم پر مشتمل ہے اور اسی دلیل کی رو سے یہ کہنا درست ہے کہ ہرچند کسی شخص سے لاعلمی قانون کی بنا پر قانون ملک کے کسی حصے کی خلاف ورزی ممکن ہے تاہم وہ اس امر سے ضرور واقف رہتا ہے کہ وہ ایک ایسے قاعدے کو توڑ رہا ہے جو حق اور راستبازی پر مبنی ہے۔ اگرچہ ایسے شخص کو اپنی لاعلمی اور بے پروائی کی وجہ سے قانون کے خلاف ورزی عمل کرنے کا علم نہ ہو لیکن اس کو ماننا پڑے گا کہ وہ اپنی بددیانتی اور ناانصافی سے اپنے کو اس قانون سے جس کے خلاف اُس سے عمل سرزد ہوا ہے واقف نہیں ہونے دیا لہٰذا اگر قانون میں ایسے قانون شکن کا عذر لاعلمی قانون تسلیم نہ کیا جائے اور عدالت اُس کے ساتھ اسی طرح خلاف اخلاق سلوک کرے جس طرح اُس نے دوسروں کے مقابلے میں راست بازی اور خوش اخلاقی کا خون کیا ہے تو اُس کو اس تشدد قانونی کی نسبت شکایت نہ کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی شخص اس امر کو یاد کر لے کہ جس فعل کو وہ انجام دینے والا ہے وہ حدود قانون کے اندر واقع ہوگا اور اس بنا پر دوسروں کو نقصان پہنچانے کے لیئے آمادہ ہو جائے تو اُن قانونی حدود کے متعلق اُس کو جو علم ہوا ہے اُس کا وہ ذمہ دار ہے لہٰذا اسطرح کی ذمہ داری جو مرتکب پر از روئے قانون عائد کی جاتی ہے وہ صحیح اور جائز ہے۔ بہرحال (غلطی قانون) کا عذر ایک ایسا عذر ہے کہ اُس کا تسلیم نہ کیا جانا ہی مناسب ہے۔ ذمہ داری قانون کے متعلق جو باضابطہ شرائط ہیں اور جس طرح ثبوت و شہادت سے اُن کی تحقیقات کی جاتی ہے اس طرح اس عذر کی تحقیقات نہ ہونی چاہیئے۔

ہرچند فقرات بالا میں غلطی قانون کو تسلیم نہ کرنے کے متعلق تین قوی دلائل بیان کیئے گئے ہیں اور اگرچہ ایک حد تک یہ دلیلیں جائز اور موثر بھی ہیں لیکن قاعدۂ زیر بحث اسقدر سخت و شدید ہے کہ ان براہین سے اسکی پوری طور پر تائید نہیں ہوسکتی[1] جس شدومد کا یہ قاعدہ ہے

[1] اس قاعدے کا اثر دیوانی اور فوجداری طرز کی ذمہ داری تک محدود نہیں ہے بلکہ قانون ملک کے

ان میں کی ایک دلیل بھی اس پایئے کی نہیں ہے۔ یہ دلیل کہ ہر ایک ملک کے باشندے اپنے قانون سے واقف رہ سکتے ہیں محض قیاس ہے اور حقیقت سے بہت بعید ہے کیونکہ ایسے ممالک میں جیساکہ برطانیہ وغیرہ ہیں قانون ملک نہ صرف غیر معین وغیر محدود ہے بلکہ آئے دن بدلتا رہتا ہے لہذا ابنائے ملک کے لیئے اپنے یہاں کے اس طرح کے غیر معین اور تغیر پذیر قانون سے ہر آن وہر لحظہ واقف رہنا کیونکر ممکن ہے۔ یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے کہ لاعلمی قانون مبنی بر غفلت اور ناگزیر لاعلمی قانون میں فرق کرنا ناممکنات سے ہے قاعدۂ زیر بحث کی تائید میں جو یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ عدالتوں کے لیئے مدعی علیہ کی ناواقفیت قانون کے متعلق تحقیقات کرنے میں سخت دشواری کا سامنا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ بسا اوقات عدالتیں اس سے زیادہ گنجلک اور دشوار امور کی بلا عذر و حیلہ تحقیقات کرتی ہیں لہذا لاعلمیٔ قانون کے عذر کو تحقیق کرنے میں ایسی کونسی زحمت انہیں پیش آسکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس حجت کی صحت میں بھی ہم کو شبہہ ہے کہ جو شخص قانون ملک کا لحاظ نہیں کرتا یا اُس کے کسی جزو کی خلاف ورزی اُس سے سرزد ہوتی ہے گویا وہ انصاف راستبازی اور ایمان داری کے اصول کو توڑتا ہے اور اکثر صورتوں میں یہ دلیل بھی باطل ہوجاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان ممالک میں جہاں کا نظام قانون مخلوط ہے ابنائے ملک کی ہدایت نفس کے لیئے عقل سلیم اور راست بازی کا جوہر کچھ کافی نہیں ہوسکتا بلکہ ان ملکوں میں انسان کو دیگر امور سے بھی شمع ہدایت کا کام لینا پڑتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عام حالات کے لحاظ سے قاعدۂ زیر بحث صحیح اور جائز معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی وجہ ابنائے ملک کے حق میں جو سختی ہوتی ہے اس سختی اور تشدد کے جواز کو ان دلائل سے ثابت کرنا جو اس تائید کی تائید میں پیش کئے جاتے ہیں دشوار ہے۔

## فصل ۱۴۷ غلطی واقعہ

جس طرح کسی شخص پر قانونی ذمہ داری عائد کرنے سے پہلے اس کی ناواقفیت

---

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ہر ایک صیغے اور شعبے پر بھی یہ قاعدہ نافذ ہے چنانچہ اگر ایک شخص غلطی قانون کی بنا پر دوسرے کو روپیہ ادا کردے تو وہ واقفیت قانون کا عذر کرکے اسکو اُس شخص سے واپس نہیں پاسکتا حالانکہ غلطی واقعہ کی بنا پر ایک شخص سے جو دوسرے کو روپیہ پہنچتا ہے وہ از روئے قانون پہلے شخص کو واپس مل سکتا ہے۔

یا غلطئ قانون کے اثر کا لحاظ کرنا پڑتا ہے اور جس طرح اس مسئلے کو قانون انگلستان نے قانون روما سے بطور میراث حاصل کیا ہے اس طرح قانون اور واقعے میں فرق کرنے کا طریقہ بھی پہلے قانون کو دوسرے قانون سے ورثتاً ملا ہے چنانچہ اس نظام قانون میں کوئی شخص ناواقفیت قانون کا عذر کرنے کا مجاز نہیں ہے اور نہ کسی شخص کا ایسا عذر قابل تسلیم ہے مگر اس کے برعکس ایسی لاعلمی واقعہ جو ناگزیر اور لاعلاج ہو عموماً عذر معقول خیال کی جاتی ہے[1]۔ اگرچہ قانون انگلستان کا یہ ایک مقولہ ہے لیکن یہ بالکل صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا دائرۂ عمل فوجداری قانون تک محدود ہے اور دیوانی کے قانون کی رو سے کسی شخص پر اُس کے کسی واقعے کی نسبت ناواقف ہونے کے سبب سے جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ ذمہ داریٔ مطلق ہے ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل کرنے کی غرض سے شخص مذکور ناواقفیت واقعہ کا عذر نہیں پیش کر سکتا دیوانی طرز کی ذمہ داری کے متعلق انگریزی قانون میں ایک عام اصول یہ ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کی ذات جائداد شہرت یا حقوق جائزہ میں مداخلت کرتا ہے وہ اپنی دست اندازی و مداخلت کا ذمہ دار ہے اور جب اس کی دست اندازی کی بنا پر دوسرے کو ضرر پہنچے اور متضرر اس ضرر کی تلافی کا خواہاں ہو تو ضرر رساں کو ہرگز ایسے عذر پیش کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا ہے کہ میں نے نیک نیتی اور معقول اسباب کی بنا پر فلاں واقعے یا حالت کی موجودگی کو باور کیا اور اس لیئے اس واقعے یا حالت کی نسبت جو فعل سرزد ہوا وہ جائز اور ناقابل گرفت ہے۔ مثلاً اگر میں ایک غیر شخص کی زمین پر مداخلت بیجا کروں تو میں اپنی صفائی میں یہ عذر پیش نہیں کر سکتا کہ میں نے چند معقول وجوہ کی بنا پر اس زمین کو زمین باور کیا اور اس لیئے اس میں داخل ہو کر تصرف کیا۔ ایسا ہی اگر میری نیت کسی طرح سے مجرمانہ نہیں بلکہ پاک و صاف ہو اور کسی ناگزیر غلطیٔ واقعہ کی بنا پر میں دوسرے شخص کے مال (یا جائداد منقولہ) میں تصرف کر بیٹھوں یا دست اندازی کروں تو میرے اس فعل سے جو نقصان اُس کے اصلی مالک[2] کو پہنچتا ہے اس کی تلافی کی مجھ پر ذمہ داری

[1] ڈائجسٹ جسٹنین وصول ہونے کے بعد اسی نوٹ کا ترجمہ کیا جائے گا ۱۲۔

[2] ہالنز بنام فولولار پورٹس ہوس آف لارڈ جلد ۷ صفحہ ۷۵۷۔ کان سالیڈیٹڈ کمپنی بنام کرٹس (۱۸۹۲ء) کوئینز بینچ جلد ا صفحہ ۴۹۵۔

عائد ہوتی ہے۔ اگر میری نیت الف کو گرفتار کرنے کی ہو اور میں غلطی سے اسکی بجائے ب
کو گرفتار کر لوں حالانکہ ب کو شناخت کرنے میں میں نے کتنی ہی احتیاط سے کام کیوں نہ لیا ہو
مجھ پر غلط گرفتاری کی ذمہ داریٔ مطلق عائد ہوتی ہے۔ علیٰ ہذ القیاس اگر میں کسی واقعے
کو بیان کروں اور اُس کی صحت کی نسبت میری کوشش بلیغ اور احتیاط فراوان کے باوجود
مجھ سے غلط بیانی ہو جائے اور اس سے ایک دوسرے شخص کا ازالۂ حیثیت عرفی ہو تو
میرا یہ عذر کہ میں نے صحت واقعہ کے متعلق احتیاط کر لی تھی قابل پذیرائی نہیں ہے
بلکہ میں اُس شخص کی آبروریزی کا جس کا ازالۂ حیثیت عرفی ہوا ہے ذمہ دار سمجھا
جاؤں گا اس پر بھی غلطیٔ واقعہ کی نسبت دیوانی طرز کی ذمہ داریٔ مطلق کا جو قاعدہ ہے
اُس کے چند مستثنیات بھی ہیں لیکن یہ مستثنیات ایسے خفیف اور کم ہیں کہ ان کے
اصول کے جواز کی بابت شک کرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

لیکن غلطیٔ واقعہ کی وجہ سے جو فوجداری طرز کی ذمہ داری مرتکب پر عائد ہوتی ہے اسکی
ایک جداگانہ کیفیت ہے اور جو فرق غلطیٔ قانون اور غلطیٔ واقعہ میں ہے اُس کا بخوبی
فوجداری کے قانون میں اظہار ہو سکتا ہے۔ شاذ و نادر ہی کوئی ایسی فوجداری کی
شکل پیش آتی ہے جس میں غلطیٔ واقعہ کی بنا پر مرتکب اپنے فعل کا ذمہ دار قرار پا سکتا ہے
چنانچہ اُس کی ایک مثال یہ شکل ہے جس میں کسی ایسی لڑکی کا بھگا لے جانا جو عمر قانونی کو
نہ پہنچی ہو اور جس کی وجہ سے اُس کا اپنی رضامندی کو ظاہر کرنا ناقابل قبول سمجھا جاتا ہو
از روئے قانون جرم قرار دیا گیا ہے۔ اگر ایسی صورت میں مدعی علیہ یہ عذر پیش کرے
کہ وہ لڑکی کی عمر سے ناواقف تھا اور عمر کے متعلق جو غلطی کہ اس سے واقع ہوئی وہ ناگزیر
اور لاعلاج ہے تو اس کا عذر قابل پذیرائی نہیں ہو سکتا اور اسکو اپنے فعل کا خمیازہ[1]
بھگتنا چاہیئے۔

قانون انگلستان میں ناگزیر غلطیٔ واقعہ کے عذر کو دیوانی طرز کی
ذمہ داری سے متعلق نہ قبول کرنے کا جو قاعدہ ہے وہ ایک دلچسپ تاریخی
واقعے پر مبنی ہے جس کا اس مقام پر بالاجمال ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

---

[1] ملکۂ معظمہ بنام پرنس لا ریپورٹس کرون کیسیز جلد ۲ صفحہ ۱۵۴۔

انگلستان میں بزمانۂ قدیم ثبوت پیش کرنے کا جو طریقہ رائج تھا اور جس ضابطۂ دیوانی پر اُس زمانے میں وہاں عمل ہوتا تھا وہ دونوں صورتیں انسان کی دماغی حالتوں کی تحقیق کرنے کے لیئے نہایت ناموزوں تھیں۔ چونکہ اس قسم کی تحقیقات کرنے میں عدالتوں کو سخت دشواریوں کا سامنا ہوتا تھا اسلیئے اُس زمانے کی عدالتوں نے محض افعال ظاہری کے متعلق ثبوت لینے کا طریقہ اختیار کرلیا اور قانون میں صرف افعال ظاہری کی اہمیت قائم ہوگئی۔ چونکہ جرائم کے ان اجزائے ترکیبی کے متعلق جو اُس زمانے میں اجزائے ذہنی کہلاتے ہیں اُس وقت ثبوت لینا یا انکی نسبت معلومات کا بہم پہنچانا عدالتوں کے لیئے نہایت دشوار تھا اس لیئے جرائم کے عناصر ذہنی کی بابت اس عہد میں عدالتیں لحاظ نہیں کرتی تھیں چنانچہ اس زمانے کا قانونی مقولہ ہے کہ (مرتکب) کی نیت اور علم ایسی چیزیں نہیں ہیں جن کی نسبت ثبوت لیا جانا چاہیئے یا جن کے متعلق تنقیح قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ بادشاہ ایڈورڈ چہارم کے عہد کے ایک جج نے اپنے ایک فیصلے میں تحریر کیا ہے کہ "یہ ایک مشہور بات ہے کہ مجرم کی نیت کے متعلق تحقیقات نہ ہونی چاہیئے کیونکہ شیطان تک کو انسان کی نیت کا علم نہیں ہوسکتا ہے"[1] بہرحال اس زمانے کی عدالتیں مجرم کے جس فعل کے متعلق تنقیح قائم کرتی تھیں وہ یہ تھا کہ آیا وہ فعل جس کی نسبت فریاد اور شکایت کی گئی ہے ملزم سے سرزد ہوا کہ نہیں اور اس امر کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا تھا کہ ملزم نے آیا اس فعل کو اراداتاً کیا یا بلاارادہ۔ ایسا ہی ملزم کی ناواقفیت واقعہ یا حالت کا اور اس امر کا کہ وہ فعل زیر بحث کو قبل ارتکاب جرم جانتا تھا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ اگرچہ اسی قاعدے پر اب بھی دیوانی طرز کی ذمہ داری کے متعلق عمل کیا جاتا ہے لیکن قدیم زمانے میں ہی عدالتوں کو اس قاعدے کی سختی مجرمین کے حق میں محسوس ہونے لگی تھی اور اُس کے رائج ہونیکے

[1] ایئر بک عہد اڈورڈ چہارم جلد ۱۷ صفحہ ۲۔

کچھ مدت بعد اس قاعدے کو فوجداری طرز کی ذمہ داری کے متعلق بدل دینا پڑا اور قدیم زمانے سے ہی انگلستان میں جرائم کی تحقیقات کرنے میں ملزم کی نیت اور علم کے متعلق تنقیح قائم ہونے لگی مگر دیوانی طرز کی ذمہ داری میں قاعدۂ مذکور پر عموماً عمل ہوتا تھا اور اب بھی اسی قاعدے پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس زمانے کے قانون میں بھی جو اس قاعدے پر عمل کیا جاتا ہے اُس کی وجہ سے عدالتوں کو تحقیقات کی دشواریوں اور پیچیدگیوں سے نجات ملی ہے جس شئے کا عملاً اور فعلاً ثابت کرنا ناممکن ہے اُس کی تحقیقات میں دیوانی عدالتوں کو الجھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ اس کے علاوہ اس قاعدے کی کامیابی کی ایک دوسری وجہ بھی ہے۔ مدعی علیہ پر فوجداری طرز کی ذمہ داری عائد کرنے کے لیئے اُس کی نیت مجرمانہ کا ثابت کیا جانا لازم ہے لیکن اس قاعدے کی بنا پر عدالتیں ذمہ داریٔ تعزیری اس باضابطہ شرط کا لحاظ نہیں کرتی ہیں اس لیئے مدعی جس دادرسی کا طالب ہوتا ہے اس سے وہ محروم نہیں کیا جاتا ہے۔ قاعدۂ متذکرۂ صدر کی بنا پر مدعی کی جو دادرسی کی جاتی ہے اُس سے تعزیری ذمہ داری کی باضابطہ شرط (نیت مجرمانہ) کی اہمیت کم ہوگئی ہے اور یہی اس قاعدے کی کامیابی کی دوسری وجہ ہے۔

## فصل ۱۴۸ حادثہ

اگرچہ قانون انگلستان کی رو سے غلطی کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے لیکن حادثے کی اس قانون میں اس کے برعکس کیفیت ہے۔ حادثے کی بنا پر مرتکب اپنے فعل سے بری الذمہ خیال کیا جاتا ہے چونکہ غلطی اور حادثہ تقریباً ایک ہی قسم کی حالتیں ہیں اور چونکہ قانون میں حادثے کے ساتھ رعایت کی جاتی ہے لہذا ان دونوں حالتوں میں جو فرق ہے اُس کی توضیح کردینی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اگر انسان کسی فعل کو ارادتاً نہ کرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ فعل اس سے برنائے حادثہ یا بربنائے غلطی واقع ہوا ہے۔ نتائج فعل کے لحاظ سے

مرتکب کی نیت کا اندازہ کیا جاتا ہے اگر قبل ارتکاب مرتکب کی نیت اپنے فعل کے اُن نتائج کو پیدا کرنے کی نہ ہو جن کا ظہور ہوا ہے تو سمجھا جائیگا کہ اس کا فعل حادثے پر مبنی ہے۔ اگر فعل کے نتائج پر غور کرنے سے اس امر کا پتا چلے کہ ان میں سے بعض نتیجوں کو پیدا کرنے کی مرتکب کی نیت تھی لیکن ان میں سے کسی ایک اہم حالت (نتیجے) کو پیدا کرنے کا مرتکب کا منشاء نہ تھا تو اس کا فعل مبنی بر غلطی سمجھا جائیگا۔ مثلاً اگر اندھیری سڑک پر میں اپنی بگھی کو ہانکتا ہوا لے جاؤں اور کسی شخص کو اُس کے نیچے آجانے سے ضرر پہنچے تو میرا فعل مبنی بر حادثہ متصور ہوگا کیونکہ مجھے اس امر کا مطلق علم نہیں ہے کہ ضرر رسیدہ اس سڑک سے جا رہا ہے لیکن اس کے برخلاف مجھے کسی ایسے شخص کا گرفتار کرنا منظور ہو جو قابل گرفتاری ہو اور اگر میں غلطی سے اُس شخص کی بجائے اسی شخص کو گرفتار کرلوں جو میری گاڑی کے نیچے آیا تھا تو میرے فعل سے اس شخص کو جو نقصان پہنچتا ہے وہ بربنائے حادثہ نہیں بلکہ بربنائے غلطی ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں میری نیت کسی شخص کو ضرر پہنچانے کی نہ تھی لیکن دوسری شکل میں میری نیت اس شخص کو ضرر پہنچانا نہ تھی جو گرفتار ہوا بلکہ میں ایک دوسرے شخص کو ضرر پہنچانا چاہتا تھا اور غلطی کی وجہ سے اُس کو ضرر نہ پہنچا سکا یعنی حالت اور واقعے کے متعلق مجھ سے غلطی سرزد ہوئی اور غلطی سے میں نے اس حالت کو صحیح باور کرلیا اگر مجھ سے غلطی نہ ہوتی تو میرا فعل جائز سمجھا جاتا۔ ایسا ہی اگر میں کامل طور پر احتیاط نہ کروں اور میرے مویشی میرے کھیت سے نکل کر ایک دوسرے شخص کے کھیت میں جو میرے کھیت سے متصل ہے چرنے کے لیے چلے جائیں تو میرے مویشیوں کا شخص غیر کے کھیت میں چلا جانا مبنی بر حادثہ ہے۔ برخلاف اس کے اگر میں اپنے ہمسائے کے کھیت کو سہواً اپنا کھیت باور کرکے اُس میں اپنے مویشی باندھ دوں تو میرے مویشیوں کا اس کھیت میں پایا جانا مبنی بر غلطی ہے۔ اگرچہ یہ دونوں صورتیں میری نیت پر مبنی نہیں ہیں اور ان دونوں شکلوں میں میری نیت اپنے ہمسائے کو ضرر پہنچانے کی نہیں ہے لیکن پہلی شکل میں نتیجۂ فعل کے پیدا کرنے کے متعلق اور دوسری شکل میں اس حالت یا واقعے کے پیدا کرنے کی نسبت جو کہ پیش آئی میری نیت نے قصور کیا یعنی پہلی شکل میں نتیجۂ فعل اور دوسری شکل میں حالت یا واقعہ جو کہ پیدا ہوا اُس کا میں قبل ارتکاب

صحیح اندازہ کرسکا۔

غلطی کی طرح حادثے کی بھی دو قسمیں مستلزم سزا اور ناگزیر حادثات قرار دیگئی ہیں اگر حادثہ، غفلت کا نتیجہ ہے تو مستلزم سزا سمجھا جاتا ہے اور اگر حادثے کے سرزدنہ ہونے دینے کے لیئے انسان کو اس معیار احتیاط سے کام لینا پڑے جو قانون کے مقررہ معیار سے زیادہ ہو تو اُس کو حادثہ ناگزیر کہتے ہیں۔ بجز ان چند مخصوص اشکال کے جن میں محض مرتکب کی نیت مجرمانہ کی تحقیق کی جاتی ہے اور نیت مجرمانہ ہی سبب جرم سمجھی جاتی ہے حادثہ مستلزم سزا مدعی علیہ کی صفائی میں عذر معقول کے طور پر پیش ہوسکتا ہے اور ان مخصوص صور توں کے سوا کسی دوسری صورت میں حادثہ مستلزم سزا کو بطور عذر پیش کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کے برعکس دیوانی اور فوجداری دونوں قسم کے قوانین کی رو سے ناگزیر حادثے کا بطور عذر پیش کرنا جائز قرار دیا گیا ہے۔

بہرحال یہ قاعدہ بھی چند اہم مستثنیات سے خالی نہیں ہے مگر ان مستثنیات کا تعلق دیوانی کے قانون سے ہے۔ یہ ایسی صورتیں ہیں جن میں انسان خطرناک کام کو خطرناک جان کر کرتا ہے اس لیئے قانون نے بھی اُس کے افعال کے لیئے خواہ وہ حادثے کی شکل ہی میں کیوں نہ واقع ہوں اُس کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ ذیل میں ان مخصوص اشکال کا ذکر کیا جاتا ہے، صحرائی جانوروں کا پالنا[1] آتش بازی کی صنعت اور آتش بازی کا چھوڑنا[2]، منبع آب[3] یا حوض کا تعمیر کرنا یا ایک شخص کا اپنی زمین پر کسی ایسے مادے کا جمع کرنا کہ اگر وہ اُس کی زمین سے نکل جائے تو اُس کے ہمسائے کی زمین کو نقصان پہنچے یا شارع عام پر کسی ایسی شے کا تعمیر کرنا جس کے متصل یا قریب آنے سے راہرووں کو ضرر پہنچے[4] ظاہر ہے کہ اس قسم کے افعال کی انجام رسانی سے مرتکب کا مقصد کسی شخص کو ضرر پہنچانا ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ ان میں سے کوئی فعل بذات خود جرم ہے لیکن اُس کو

---

[1] فل برن بنام ایکوا ے ری ان کمپنی جلد ۲ صفحہ ۲۵۸۔

[2] بلیک بنام کرائیسٹ چرچ فیناس کمپنی (۱۸۹۴ء) اپیل کیسیز صفحہ ۴۸۔

[3] رائی لینڈز بنام فلیچر لارپورٹس ہوس آف لارڈز جلد ۳ صفحہ ۳۳۳۔

[4] ٹیکرڈ بنام اسمتھ کامن بنچ نیو سریز جلد ۱۰ صفحہ ۴۷۰۔

اس امر کا بخوبی علم رہتا ہے کہ اس قسم کے امور بنفسہٖ خطرناک ہیں اور اُن کی انجام رسانی سے دوسرے اشخاص کو ضرر پہنچنے کا قوی احتمال ہے لہذا جو ضرر اس قسم کے افعال کے ارتکاب سے پیدا ہوتا ہے اُس کی ذمہ داری بھی خواہ وہ فعل بطور حادثہ ہی کیوں نہ سرزد ہوا ہو مرتکب پر عائد ہونی چاہیئے۔

ایک مخصوص شکل میں حادثے کی بنا پر بھی مرتکب پر ذمہ داری عائد کی جاتی ہے۔ چونکہ اس شکل کا تعلق قدیم زمانے کی مخصوص تاریخ سے ہے لہذا اس ذمہ داری مطلق کی ابتدا کی طرف ناظرین کی توجہ کو منعطف کرنا مناسب ہے۔ ہر ایک شخص اپنے مویشی کی مداخلت بیجا کے واسطے اپنی ذات سے مطلقاً ذمہ دار ہے۔ مثلاً اگر میرا گھوڑا یا بیل میری زمین سے چھوٹ کر دوسرے شخص کی زمین پر چلا جائے تو اُس کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے اور شخص غیر کو میری غفلت ثابت کرنے کی ضرورت نہیں[1] ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ قاعدہ ایک معقول قیاس قانونی پر مبنی ہے جس کی وجہ سے مدعی کو مدعی علیہ کی غفلت ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور وہ قیاس قانونی یہ ہے کہ مالک کی غفلت سے اُسکا جانور مداخلت بیجا کا مرتکب ہوتا ہے لیکن تاریخ کی رو سے یہ قاعدہ قدیم زمانے کے اصول عدالت کی ایک یادگار ہے۔ اُس زمانے میں اگر ایک شخص کی جائداد سے دوسرے شخص یا اُسکی جائداد کو نقصان پہنچتا تو پہلے شخص پر اس کی جائداد کے فعل کی ذمہ داری عائد کی جاتی ہے چنانچہ قانون قدیم کے نظریئے کی رو سے اگر میرے کسی مویشی سے مداخلت بیجا کا ارتکاب ہو تو اُس کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے اور اس کا سبب مویشی کی حفاظت کرنے میں میرا غفلت کرنا نہیں ہے بلکہ میرے مالک ہونے کی وجہ سے میرے حیوان مملوک کے فعل کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی جاتی ہے۔ اسی بنا پر قانون روما میں بھی غلام کے جرائم کی نسبت اُس کا مالک ہی ذمہ دار سمجھا جاتا تھا۔ اس شکل کے مبدأ کی تاریخ پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ یہ اصل میں ذمہ داری نیابیہ (یا نیابتی ذمہ داری) کی شکل ہے۔ قدیم زمانے کے قانون اور اسم بین انتقال لینے کا جو طریقہ رائج تھا اور اُس کے سلسلے میں مرتکب پر جو ذمہ داری عائد کی جاتی یا اُس کو سزا دی جاتی تھی وہ افعال انسانی تک محدود

---

[1] ایلس بنام لاف بٹس آئرن کمپنی لا رپورٹس مرتبہ گیارگ ٹن ایڈیشن جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۔

نہ تھا بلکہ بعض صورتوں میں مجرم کا اطلاق بے زبان حیوانات اور بے جان اشیاء پر بھی کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کے قبل ایک دوسرے بحث میں ہم نے قانون موسوی کے ایک حکم کا ذکر کیا ہے کہ "اگر کسی بیل کے سینگ مارنے سے کوئی مرد یا عورت ہلاک ہو جائے تو اس بیل کا سنگسار کیا جانا لازم ہے اور انسان کے لئے اس کا گوشت کھانا حرام ہے"[۱]۔ قوانین افلاطون میں بھی لکھا ہے[۲] کہ "اگر کسی باربرداری کے جانور یا کسی دوسرے جانور کی وجہ سے کسی انسان کی موت واقع ہو تو متوفی کا عزیز قریب حیوان قاتل کے مقابلے میں استغاثہ پیش کرے گا اور جو لوگ ملک میں محافظان امن کی خدمت انجام دیتے ہیں وہ اس استغاثہ کی تحقیقات کرینگے اور اگر حیوان ملزم کے خلاف الزام ثابت ہو جائے تو محافظان امن اس مجرم حیوان کو قتل کرینگے اور اس کی لاش سرحد ملک کے باہر پھینک دیجائیگی۔ ایسا ہی قوانین بادشاہ الفریڈ[۳] میں مرقوم ہے کہ "جو لوگ لکڑ ہارے کا کام کرتے ہیں اگر کسی درخت کے کاٹنے میں ایک شخص کے ہاتھ سے دوسرا شخص بالارادہ قتل ہو جائے تو وہ درخت مقتول کے عزیز کو ملنا چاہیئے"۔ قانون انگلستان کی رو سے بھی سنہ ۱۸۴۶ع تک وہ ہتھیار یا شئے جس سے بطور حادثہ کسی شخص کی موت واقع ہوتی تھی مجرم وقابل نفرین[۴] متصور ہوتا اور بحق بادشاہ ضبط کر لیا جاتا تھا۔ بہرحال ان قوانین کے ذریعے سے اس قاعدے کی بنیاد کا سراغ ملتا ہے جو ذمہ داری مطلق کی نسبت وضع ہوا ہے۔ ان قوانین کے لحاظ سے اگر ایک شخص کے مویشی یا اس کے غلام دوسرے کو ضرر پہنچاتے تو ضرر رسیدہ ان مویشیوں یا غلاموں سے اپنے ضرر کا انتقام لے سکتا تھا لیکن ضرر رسیدہ کو اس قسم کے مویشی یا غلاموں کو اپنے انتقام لینے کی غرض سے ہلاک کرنے کی جو اجازت تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا منشاء ان کے مالکوں کو سزا دینا تھا۔ بہرکیف جانوروں یا غلاموں کے مالکوں کی ذمہ داری نے

---

[۱] اکسوڈس ۲۱ - ۲۸ -

[۲] قوانین افلاطون صفحہ ۸۷۳ -

[۳] قوانین آئین قدیمہ انگلستان مصنفہ تھارپ جلد ۱ صفحہ ۷۱ دفعہ ۱۳ -

[۴] ۹ اور ۱۰ سنہ جلوس وکٹوریہ باب ۶۲ - بلیک اسٹن جلد ۱ صفحہ ۳۰۰ -

الدروئے تاریخ تین مدارج طے کئے ہیں۔ اس ذمہ داری کی پہلی منزل وہ تھی جس میں ضرر رسیدہ اس شخص کی اس جائداد کو جس سے اس کو ضرر پہنچا ہو بغیر کسی شرط کے ضبط کر لیتا تھا اور مالک کو اپنی جائداد اس کے حوالہ کر دینا پڑتا تھا اور اس طریقے سے ضرر رسیدہ اپنے ضرر کا انتقام لیتا تھا۔ اس کی دوسری منزل یا حالت وہ تھی جس میں مالک جائداد کو اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنی اس جائداد کو جس سے کسی دوسرے کو ضرر پہنچا ہو ضرر رسیدہ کے حوالہ کر دے یا اس کا انفکاک کرائے یعنے اس ضرر کا معاوضہ دیکر اس شئے کو ضرر رسیدہ سے واپس لے لے اور اسی حالت کو قانون روما کے اُن نالشات ضرر کی بنا سمجھنا چاہئے جو فعل حیوانات سے واقع ہوتا تھا اور انھیں کے لئے "نالشات زیان ناجائز"[1] (Acbio un nonalcs) اس قانون میں نام تجویز ہوا تھا اس کی تیسری منزل ترقی وہ ہے جس میں انفکاک جبری پر عمل کیا جاتا ہے یعنے مالک حیوان ضرر رسیدہ کو بلا چون وچرا تاوان یا ہرجہ ادا کرتا تھا۔

## فصل ۱۴۹ ذمہ داری نیابیہ

اب تک ہم نے صرف ذمہ داری کے شرائط ہی کو بیان کیا ہے اس لئے اُن شرائط کے محل وقوع کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور محل وقوع ذمہ داری سے ہماری مراد وہ شخص ہے جس پر اُس کے فعل ناجائز کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ فعل ناجائز یا جرم کا ذمہ دار وہی شخص سمجھا جاتا ہے جس سے اُس کا ارتکاب ہوتا ہے۔ پھر بھی ازروئے قانون قدیم وجدید ایسی شکلیں بھی پیش آتی ہیں جن میں ایک شخص دوسرے شخص کے فعل کے لئے[2] ذمہ دار متصور ہوتا ہے اور اس قسم کی ذمہ داری کو نیابتی ذمہ داری یا ذمہ داری نیابیہ کہتے ہیں۔ چند مخصوص حالتوں کے سوائے زمانۂ موجودہ میں فوجداری طرز کی ذمہ داری کبھی نیابتی ذمہ داری نہیں ہوسکتی ہے اور جن چند مخصوص صورتوں میں فوجداری قسم کی نیابتی ذمہ داری کا وجود پایا جاتا ہے وہ بھی نہایت خفیف اور ادنیٰ قسم کے جرائم ہیں۔ لیکن قدیم زمانے کے نظم قانونی میں

[1] انسٹی ٹیوٹس جسٹی نین کتاب ۴ فصول ۸ و ۹۔

[2] جیتر ہوم بنام ڈولٹین کوئینز بنچ ڈویژن جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ ۔ پارکر بنام آلڈر ۱۸۹۹ء کوئینز بنچ ڈویژن جلد ۱ صفحہ ۲۰۔

نیابتی ذمہ داری پر بہت زیادہ عمل ہوتا تھا اور اس کے خلاف اس زمانہ کی سلطنتوں اور ان کے نظم قانونی میں اس قسم کی ذمہ داری بہت ہی کم رائج ہے۔ بلکہ یہ ذمہ داری زمانۂ حال کے خیالات معدلت کے مغائر سمجھی جاتی ہے۔ جس زمانے میں بنی نوع انسان کی وحشیوں کی سی حالت تھی اُس زمانے میں ایک شخص کا اپنے قرابت داروں کے افعال کے لیے جوابدہ قرار پانا ایک معمولی بات تھی اور وہ ایک امر قدرتی خیال کیا جاتا تھا چنانچہ اسی بناء پر اس امر کے متعلق ایک صریح قاعدے کا وضع کرنا شریعت موسوی میں ضروری خیال کیا گیا اور وہ حسب ذیل ہے "اولاد اپنے والدین کے گناہ (قصور) کے لئے اور والدین اپنی اولاد کی معصیت[1] کے واسطے قتل نہیں کئے جائیں گے یا یوں کہئے کہ باپ کے گناہ کے لئے بیٹے کا قتل کیا جانا اور اگر بیٹا خطاکار ہو تو اُسکی پاداش میں اس کے باپ کو ہلاک کرنا ناجائز ہے۔ ایسا ہی افلاطون نے بھی اس امر کی طرف توجہ کی ہے اور اسی اصول کو اس نے اپنے قوانین[2] میں بیان کیا ہے۔ اگرچہ قدیم زمانے میں سزائے جرم کو لوگ کفارۂ جرم اور انتقام خیال کرتے تھے لیکن اس زمانے میں بہت ہی کم لوگوں کا یہ عقیدہ ہوگا۔ پرانے خیال کے مطابق مجرم کو جو سزا دیجاتی ہے اگر اس سے جرائم کا انسداد اور مجرمین کی اصلاح مقصود نہ ہو بلکہ سزا دینے کا منشاء صرف مجرم سے انتقام اور کفارہ لینا ہے تو مجرم کی رضامندی پر ذمہ داری جرم کا محل وقوع موقوف رکھا جاسکتا ہے یعنے مجرم خود سزا پانے کے عوض اپنی رضامندی سے کسی دوسرے شخص کو سزا پانے کے لئے اپنا نائب مقرر کرسکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مجرم کی سزایابی کے سوا کسی اور شئے سے مستغیث کے ضرر کی تلافی نہیں ہوسکتی ہے اور نہ جرم کا الزام کیا جاسکتا ہے لیکن مجرم کے لئے سزا کا بھگتنا کیوں لازم کیا گیا ہے؟ اور اگر کوئی دوسرا شخص بحیثیت نائب اس کی جانب سے سزا بھگتے تو کیا قباحت ہے بہرکیف یہ اس زمانہ کا خیال ہے جبکہ انسان کی حالت وحشیانہ تھی اور یہ خیالات

[1] ڈیوٹ-۲۲-۱۶-

[2] قوانین افلاطون صفحہ ۸۵۶ - قدیم زمانہ کے قانون میں قرابتدار کے فعل کے متعلق جو اسکے عزیز پر نیابتی ذمہ داری عائد کیجاتی تھی اسکے متعلق ملاحظہ ہو کتاب موسومہ ضعیف الاعتقادی و جبر مصنفہ آئی ازصفحہ ۱۳ تا ۲۰ طبع چہارم۔

کرشمۂ قدرت سمجھے جاتے تھے اور انھیں کی وجہ سے قانون ملک میں تبدیلیاں پیدا کیجاتی تھیں۔ چنانچہ جس طرز کی "الٰہیات" (دینیات) عوام میں رائج ہے اس سے خیال متذکرہ کا پتا چلتا ہے۔

زمانۂ موجودہ کے دیوانی کے قانون کی رو سے نیابتی ذمہ داری صرف دو صورتوں میں قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ پہلی شکل کے لحاظ سے مالک اپنے ملازم کے اس فعل کے لئے ذمہ دار ہے جس کی انجام رسانی کے واسطے وہ مامور کیا جاتا ہے اور اس مخصوص خدمت کے بجالانے میں یا اس فعل کے ارتکاب میں دوسرے جس قدر افعال ملازم سے سرزد ہوں ان سب کی ذمہ داری مالک پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اس ذمہ داری کی دوسری شکل وہ ہے جس میں ایک شخص متوفی کے قائم مقام اس کے ان افعال کے لئے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں جن کو اس نے اپنی ذات سے اپنے زمانۂ حیات میں انجام دیا ہو۔ ان دو اشکال کا ذیل میں بالاجمال ذکر کیا جاتا ہے۔

بعض اساتذہ کا خیال ہے کہ فعل ملازم کے لئے مالک کی ذمہ داری کی بناء وہ ذمہ داری ہے جس کی رو سے مالک اپنے غلام کے فعل کے لئے ذمہ دار سمجھا جاتا تھا اور تاریخ سے بھی اس دوسری قسم کی ذمہ داری کا پتا چلتا ہے بہر حال پہلی قسم کی ذمہ داری کا ماخذ دوسری قسم کی ذمہ داری ہے لیکن ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ انگریزی قانون میں آجر (مالک) کی ذمہ داری کے متعلق جن اصولی مسئلے کا قیام ہوا ہے اس کی حال ہی میں ایجاد ہوی ہے اس کی بناء ایک قیاس قانونی ہے اور وہ بتدریج قطعی قرار پایا ہے اور وہ حسب ذیل ہے:۔ ایسے تمام افعال جو ایک ملازم سے اپنے آقا کے کاروبار کی انجام رسانی میں سرزد ہوتے ہیں ان کے متعلق تصور کیا جاتا ہے کہ اس کے مالک نے صراحتًا یا کنایتًا ان افعال کے کرنے کی اجازت دی ہے لہذا ایسے افعال حقیقت میں اس ملازم کے مالک[1] کے افعال سمجھے جاتے ہیں اور ان کے واسطے اس کے مالک کا ذمہ دار قرار دیا جانا جائز ہے۔ اس قیاس کے قطعی اور قانونی ہونے کا

[1] ملاحظہ ہو مضامین متعلقہ اصول قانون و تاریخ قانون مصنفہ سامنڈ صفحات از ۱۲۱ تا ۱۲۳۔ وگ مور ذمہ داری افعال مبنی بر ٹارٹ مضامین منتخب نسبت انگلو۔ امریکن تاریخ قانون جلد (۲) صفحات از ۵۲۰ تا ۵۳۷۔ بنیاد ہائے ذمہ داری قانونی مولفہ اسٹریٹ جلد (۲) ابواب از ۴۱ تا ۴۳۔

اثر یہ ہے کہ ملازم کے جس فعل کے خلاف مدعی نالش کرتا ہے اس کی جوابدہی میں آجر
یا مالک اس ملازم کا یہ عذر نہیں کر سکتا کہ میں نے اپنے ملازم کو فعل زیر بحث کے کرنے کا
حکم نہیں دیا تھا یا یہ کہ میرے ملازم نے فعل زیر بحث کو میری صریح ممانعت کے باوجود
کیا ہے ۔ لہذا اس قیاس کی بنا پر مالک ہر حالت میں اپنے ملازم کے فعل کا ذمہ دار متصور
ہوتا ہے ۔ جس طرح اس قبیل کے قیاسات بتدریج قانون ملک سے مفقود ہو جاتے ہیں
اور ان کے عوض قانون وضع کر دیا جاتا ہے اسی طرح اجازت مالک کے متعلق یہ قطعی قیاس
بھی مفقود ہو گیا اور اس کے بجائے ذمہ داری آجر کا اصول بشکل قانون وضع کر کے
مستقل اور دائمی قرار دیا گیا ہے ۔ قانون روما کا ایک یہ اصول ہے کہ جو شخص دوسرے
کے ذریعے یا واسطے سے کوئی کام کرتا ہے گویا اس کو وہ بذات خود انجام دیتا ہے اور
یہ کہنا کہ قانون انگلستان میں جو ذمہ داری آقا برائے فعل ملازم کا اصول پایا جاتا ہے
اس کی بنا ر قانون روما کا بیان کردہ اصول ہے صحیح نہیں ہے بلکہ اس قول کو ایک تاریخی
فسانہ سمجھنا چاہیئے ۔ قانون روما کا مقولہ مختصراً اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ مالک کو
جوابدہی کرنی چاہیئے ۔

نیابتی ذمہ داری کے قائم کرنے اور اس کو جائز قرار دینے کے چند وجوہ ہیں ۔
اولاً یہ کہ اس قسم کی ذمہ داری کے متعلق ثبوت لینے میں عدالتوں کو سخت دشواریاں
پیش آتی ہیں بلکہ بعض صورتوں میں صحیح طور پر مالک کی اجازت کا ثابت کرنا تقریباً ناممکن
ہے اس بنا پر ذمہ داری مالک کے متعلق قانون میں ایک قطعی قیاس کا قائم کرنا مناسب
سمجھا گیا اور اجازت مالک ثابت کرنے کے لئے ملازم کو بہت کچھ آسانی اور سہولت
دی گئی ہے حتی کہ مالک کی زبان سے اجازت کے متعلق کسی لفظ کا نکل جانا یا اس امر کو
مالک کا اشارتاً اور کنایتاً کہنا ثبوت کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے اور اس بنا پر عدالتیں
ملازم کو حکم مالک کی تعمیل کے لئے مجبور اور معذور تصور کرتی ہیں نیز خیال کیا جاتا ہے کہ
اس طرح کے حکم اور اجازت کی وجہ سے ملازم نے فعل زیر بحث کے متعلق اس معیار احتیاط
یا دیانت پر عمل نہیں کیا جو احتیاط اور دیانت کی نسبت قانون میں مقرر کیا گیا ہے ۔
ظاہر ہے کہ اگر اجازت مالک کے متعلق ثبوت کی اجازت دیجائے تو قانون کو ملازم
کے لئے احتیاط اور دیانت سے عمل کرنے کے لئے ایک مخصوص معیار قائم کرنا پڑے گا جو

زحمت سے خالی نہیں ہے اور ایسے معیار پر عمل کرنا فطرت انسانی کے بھی خلاف ہے لہذا ان دشواریوں پر نظر کرتے اجازت مالک کی تائید یا خلاف میں ثبوت پیش کرنیکا طریقہ رائج نہیں ہے۔

ثانیاً یہ کہ مالک عموماً متمول اور ملازم اکثر مفلس ہوتا ہے۔ ادائے تاوان یا ہرجہ کی ذمہ داری کا تعلق فوجداری کے قانون سے نہیں بلکہ دیوانی کے قانون سے ہے اس لئے ایک شخص کا دوسرے کے فعل کے لئے ذمہ دار قرار پانا خلاف انصاف نہیں ہوسکتا۔ یہ امر بھی قرین معدلت ہے کہ اگر ایک شخص اپنے تمول کی وجہ سے دوسرے کم استطاعت شخص سے کام لیتا ہے تو اس کے افعال کا بار بھی پہلے شخص کے تمول پر پڑنا چاہئے علاوہ بریں مفلس کے مقابلے میں ضرر رسیدہ کی دادرسی نہیں ہوسکتی اس لئے جب آقا اپنے امور کو اپنے ملازمین یا نائبین کے تفویض کرتا ہے تو ہرجہ اس کے ملازمین وغیرہ سے دوسروں کو پہنچتا ہے اس کی تلافی کرنا بھی اسی کا فرض ہے۔ یہ دنیا کا اصول ہے کہ ایک شخص سے جس قدر ضرر دوسرے شخص کو پہنچتا ہے اس ضرر کی مناسبت سے وہ ضرر رسیدہ اپنے تاوان پانے کا طالب ہوتا ہے اس لئے اگر ملازم کو اس فعل کے لئے جو اس کے آقا کے کاروبار میں اس سے سرزد ہوا ہے ذمہ دار قرار دیا جائے تو اس کی کم استطاعتی کی وجہ سے تاوان اور ضرر میں جو مناسبت ہے وہ باقی نہیں رہ سکتی اسی بنا پر دیوانی طرز کی عدل گستری میں مالک کو اپنے اختیارات اور فرائض کا اپنے ملازم یا نائب کو تفویض کرنا اس امر پر مشروط کیا گیا ہے کہ وہ اپنے ملازم کے افعال کے لئے جوابدہ اور ذمہ دار رہے گا۔

نیابتی ذمہ داری کی دوسری شکل وہ ہے جس میں متوفی اشخاص کے قائم مقامان زندہ اپنے مورثین کے ان افعال کے لئے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں جن کو ان لوگوں نے اپنی حیات میں انجام دیا ہو۔ اس کے پہلے دیوانی اور فوجداری طرز کی دو ذمہ داریوں کا ذکر آچکا ہے اور ناظرین ان ذمہ داریوں کے فرق سے بھی واقف ہوچکے ہیں لہذا اس مقام پر فوجداری طرز کی ذمہ داری کے متعلق زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ فوجداری ذمہ داری کا تعلق عموماً مجرم کی ذات سے ہے اور اس کا بار اس پر ڈالا جاتا ہے لہذا مجرم کے مرجانے سے اسکی

ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے لیکن تاوان یا ہرجہ پانے کی دادرسی کی یہ کیفیت نہیں ہے اور دادرسی تاوان کا مسئلہ بھی دشواری سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس دوسری قسم کی ذمہ داری کے متعلق سزا اور ہرجے کے دو متضاد اصول میں تصادم واقع ہوتا ہے اور ان دونوں اصول کے لحاظ سے جن ضرورتوں کی تکمیل کیجاتی ہے وہ ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئی ہیں۔ سزا دہی کا اصول اس امر کا مقتضی ہے کہ مجرم کی حیات کے اختتام کے ساتھ اس کی ذمہ داری کا ختم ہو جانا لازم ہے لیکن برعکس اس کے جس اصول کی بناء پر ضرر رسیدہ کو تاوان دلایا جاتا ہے اس کا منشاء مرتکب فعل کے مرنے کے بعد بھی اسکی ذمہ داری کو قائم و بحال رکھتا ہے۔ انگلستان کے قدیم قانون غیر موضوعہ کی رو سے عدالتیں ان میں کے پہلے اصول پر عمل کرتی تھیں اور اس زمانے کا یہ قانونی مقولہ تھا کہ حق خلاف شخص اس شخص کے مرجانے سے ساقط ہوتا ہے جس کے خلاف وہ کسی دوسرے شخص کو حاصل ہوا ہو۔ چونکہ شخص کے مرجانے کے بعد اس کو سزا نہیں دیجا سکتی اس لئے خیال کیا جاتا تھا کہ جو شخص دادرسی تاوان کا طالب ہے اس کو اپنی نالش ضرر رساں کے حین حیات پیش کرنی چاہیے کیونکہ دادرسی تاوان بھی اصل میں سزا کا ایک ذریعہ ہے اور تاوان دلانے سے عدالت کا منشا مدعی علیہ کو ایک قسم کی سزا دینا ہے۔ لیکن اس زمانے کے لوگوں کا خیال رائے متذکرہ کے خلاف ہے اور انگلستان میں مختلف قوانین وضع کر کے حکومت نے اس پرانے قاعدے میں بہت کچھ رد و بدل کیا ہے۔ اگرچہ اب بھی تاوان کے متعلق مدعی علیہ کی ذمہ داری کی بناء ضرورت سزا سمجھی جاتی ہے لیکن اس کی ذمہ داری کا اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہنا محض تاوان یابی کی ضرورتوں پر مبنی ہے کیونکہ جب ایک مرتبہ تاوان کی ذمہ داری قائم ہو جاتی ہے تو وہ ضرر رسیدہ کے لئے ایک قیمتی حق قرار پا جاتی ہے اور اگر ضرر رساں کے مرجانے سے یہ حق ساقط ہو جائے تو ضرر رسیدہ اپنے حق کی قیمت پانے سے محروم ہو جاتا ہے لہذا حکومت کا فرض ہے کہ رعایا کے اس قسم کے حقوق کی کامل طور پر حفاظت کرے اور ان حقوق پر ایسے حادثہ کا اثر نہ پڑنے دے جیسا کہ ضرر رسانی کی موت ہے۔ بہر حال ہرجہ پانے کا حق ایک حق خلاف شخص ہے جس طرح کسی دائن کو اپنے مدیون سے اپنی رقم قرضہ کے وصول پانے کا حق حاصل ہے اسی طرح اس ضرر رسیدہ کو جس پر کسی شخص نے حملہ مجرمانہ کیا ہو یا جس کا کسی شخص نے

ازالۂ حیثیت عرفی کیا ہو ان جرائم کے مرتکبین سے تاوان یا ہرجہ وصول پانے کا حق حاصل ہے۔ لهذا دائن اور ضرر رسیدہ کے حقوق میں فرق کرنا درست نہیں ہے بلکہ دونوں کے ایک ہی قسم کے حقوق ہیں۔

اس کے متعلق اور ایک دلیل پیش کیجاتی ہے۔ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ انسان کو اس کے مرنے کے بعد سزا نہیں دیجا سکتی ہے۔ بظاہر لوگ اس امر سے واقف ہیں کہ سزا مجرم کو اس کی زندگی ہی میں دیجاتی ہے اور اس لئے سزا کا دینا موثر سمجھا جاتا ہے لیکن اصل میں ایسا نہیں ہے سزا پانے سے مجرم اپنے افعال سے باز نہیں آتا بلکہ سزا کی دہشت اس کو ارتکاب جرم سے باز رکھتی ہے۔ انسان کو اس سزا سے جو اس کے مرنے کے بعد اس کی وجہ سے اس کی اولاد و احفاد کو دی جانے والی ہے قدرتاً زیادہ خوف ہوتا ہے بہ نسبت اس سزا کے جس کو وہ اپنی زندگی میں خود بھگتنے والا ہے اور جیسا کہ متوفی کے افعال کے لئے اس کے قائم مقاموں کی سزا کا خیال بظاہر ایک قسم کی خوف دلانے والی بات ہے۔ اس طرح اس قسم کے جرائم کے لئے قانون میں جو سزا مقرر کی گئی ہے وہ بظاہر ایک قسم کی ناانصافی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو اس قسم کی سزا سے میت کے قائم مقاموں اور ورثار کے حق میں کسی قسم کی ناانصافی نہیں ہوسکتی کیونکہ رقم ہرجہ متوفی کے متروکہ سے وصول کیجاتی ہے۔ جس طرح متوفی کا متروکہ متوفی کے قرضوں وغیرہ کے ادا کرنے کا ذمہ دار ہے اسی طرح اس کا متروکہ تاوان ادا کرنے کے لئے ذمہ دار ہے۔ حق وراثت سے مراد متوفی کے ورثاء کا متوفی کی اس جائداد کو پانا ہے جو اس کے مرنے کے بعد باقی رہجاتی ہے اور جس طرح متوفی کے قرضوں وغیرہ کو اس جائداد سے ادا کرنے کے بغیر ورثاء متروکہ نہیں پاسکتے ہیں اسی طرح متوفی کے ذمے جو رقم ہرجہ واجب الادا ہوتی ہے اس کو اس متروکہ سے ادا کرینگے وہ ورثا ذمہ دار ہیں۔

اس مقولے کا کہ حق خلاف شخص (یا حق بمقابلۂ شخص) حقدار کے مرنے کے ساتھ ساقط ہو جاتا ہے ایک دوسرا مفہوم بھی ہے اور تصفیۂ مقدمات میں ایک دوسرے طریقے سے اس کا اطلاق کیا جاتا ہے لیکن جس طرح اس مقولے کے پہلے مفہوم کی تائید کرنا دشوار اور

غیر صحیح ہے اسی طرح اسکا دوسرا طریقۂ اطلاق بھی صحیح اور جائز نہیں ہے اور نہ اس کی تائید میں کوئی دلیل پیش کی جا سکتی ہے۔ انگلستان کے قانون غیر موضوعہ کی رو سے دادرسی تاوان کا حق نہ صرف مجرم کے مرجانے سے ساقط ہوتا تھا۔ بلکہ مستغیث یا ضرر رسیدہ کی بوفات سے بھی ایسا حق زائل ہو جاتا تھا لیکن اس قاعدے میں بھی قانون موضوعہ کے ذریعے سے کسی قدر ترمیم کی گئی ہے۔ یہ ایک کھلی ہوی بات ہے کہ جب معمولی جرائم کیلئے مجرمین کو سزا دینا جائز ہے تو مستغیث یا ضرر رسیدہ کے مرجانے سے مجرم کی ذمہ داری کیونکر زائل ہوسکتی ہے بلکہ مقتضائے انصاف یہ ہے کہ تاوان پانے کا جو حق ضرر رسیدہ کو حاصل ہوتا ہے وہ اس کے مرجانے سے اس کی اولاد و اخلاف یا قایم مقاموں پر منتقل ہونا چاہیئے۔

## فصل نمبر ۱۵۔ فوجداری طرز کی ذمہ داری کا معیار

اب تک ہم نے تعزیری ذمہ داری کے شرائط اور اس کے محل وقوع کو بیان کیا ہے اور اس فصل میں ہمارا مقصد اس ذمہ داری کے معیار کے متعلق بحث کرنا ہے۔ اس کے علاوہ جرائم اور افعال ناجائز یعنے دیوانی اور فوجداری طرز کے افعال ناجائز میں جو فرق ہے اس کی بھی ہم صراحت کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کیونکہ وہ اصول جن پر ان دونوں قسم کی ذمہ داری مبنی ہے مختلف اور متضاد ہیں۔

سزا دینے کی سب سے اہم غرض انسداد جرائم ہے۔ ہم اپنی اس تحقیق میں اسی ایک غرض کو ملحوظ رکھینگے اور اس طرح بحث تفتیش کرتے ہوے جن نتائج پر ہم پہنچینگے ان میں کہیں کہیں حسب ضرورت تبدیلی بھی کرنی ہوگی کیونکہ سر دست ہم کو اپنی تحقیق کو آسان اور دلچسپ بنانیکی نیت سے سزا دینے کے ان اغراض کو جو ذیلی اور ضمنی ہے اور جن کی اسقدر اہمیت نہیں ہے جتنی کہ انسداد جرائم کی ہے نظرانداز کرنا پڑے گا۔

اگر تمام انسانوں کی عقل کامل ہوتی اور تمام انسان اپنے افعال کے نتائج کا قبل ارتکاب اسی خوبی اور دانائی سے اندازہ لگا سکتے جیسا کہ ایک ذی شعور اور دقیقہ شناس آدمی کر سکتا ہے تو معیار تعزیر کا مسئلہ چنداں دشوار نہ ہوتا بلکہ سلطنتیں ڈریکن جیسے مقنن کے اس سلیس اور شدید معیار تعزیر پر نہایت آسانی سے عمل کرتیں جو اتھینیا کے مجرمین کی سزایابی کی غرض سے قرار دیا گیا تھا اور دنیا کے تمام مجرمین کے لئے یہی معیار بخوبی موثر ہوتی اور ان کے حق میں اعلی درجہ کا انصاف سمجھا جاتا۔ اگر تمام انسانوں کی

عقل درجۂ کمال کو پہونچی ہوتی تو حکیم زینوں کے تناقض موہوم اور معمے پر کہ تمام جرائم کی بہ لحاظ عدم جواز و خطا کاری ایک نوعیت اور اہمیت ہے سلطنتوں کا سزا دینے کے متعلق عمل کرنا ممکن تھا اور اگر انسان اس جادۂ اعتدال سے جو منجانب قانون مقرر کردیا جاتا ذرا بھی کبھی انحراف کرتا تو اسکے لئے سزا کا تجویز کیا جانا نہایت آسان تھا بالفاظ دیگر اگر اس امر کا یقین ہوتا کہ سخت اور شدید قسم کی سزا دینے سے جرائم کا انسداد ممکن ہے تو سب سے عمدہ قانون وہی سمجھا جاتا جس کے ذریعہ سے بلا لحاظ حالات ملک سخت سے سخت سزا مجرم کے لئے تجویز کی جاتی اور موثر طور پر ملک سے جرائم کا استیصال ہوتا۔ اگر انسان کی فطرت اس طرح سے واقع ہوتی کہ کسی خفیف سے خفیف جرم کے لئے شدید سے شدید سزا دینے سے انسان ارتکاب جرم سے باز رکھا جا سکتا تو سنگین اور خفیف دونوں قسم کے جرائم کے لئے ایک ہی قسم کی نہایت سخت سزا کا تجویز کرنا موثر اور جائز ہو سکتا انسانی جرأت اور تہور کے مختلف مدارج ہیں بعض انسان فطرتاً دوسرے سے زیادہ دلیر اور بعض دوسرے سے زیادہ بزدل ہوتا ہے اگر سب انسانوں کی ایک ہی فطرت ہوتی اور وہ سب بزدل ہی ہوتے تو انسداد جرائم کے لئے ایک ہی قسم کی سزا کا خوف کافی تھا مثلاً انسان کو زندہ جلانے کی سزا کی دہشت سے کسی مجرم کو ارتکاب جرم کی ہرگز جرأت نہ ہوتی۔ مگر حقیقت حال یہ ہے کہ انسانی طبائع مختلف ہیں ایک شخص نہایت آسانی سے اپنے جذبات کا شکار ہو جاتا ہے اور دوسرا شخص انجام بین اور نکتہ رس ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو بغیر سوچے سمجھے کام کرنے کی عادت ہوتی ہے اور بعض تدبر اور تفکر کے بغیر کسی امر کی طرف متوجہ نہیں ہوتے لہذا ایسی معاشرت انسانی میں جس کے ارکان کے عادات و اطوار جذبات و خیالات میں اتنا اختلاف ہو شدید قسم کی سزا اور سخت تعزیر سے جرائم کا انسداد نہیں ہو سکتا بلکہ ان میں ایک گونہ کمی واقع ہوتی ہے۔ اگر کسی ملک کے قانون تعزیر کی خوبی کو جانچنا منظور ہو تو اس امر کا اندازہ لگانا چاہئے کہ مجرموں کو سزا دینے سے تعین سزائے جرائم سے کسقدر جرائم کا انسداد ہوا اور کس حد تک اس ذریعے سے ان کا انسداد نہ ہو سکا اور تعین تعزیرات قانون کا منشاء مجرمین کے دلوں میں جو خوف پیدا کرنے کا تھا وہ حاصل ہوا کہ نہیں؟ اگر سزا و تنبیہ وغیرہ سے اس ملک میں جرائم کا انسداد ہوا اور اس کے ذریعے سے جو فائدہ ملک کو پہونچا وہ اس نقصان سے زیادہ ہو جو مجرمین پر تخویف قانون کا اثر نہ ہونے سے انھوں نے ارتکاب جرم کی شکل میں ملک کو پہنچایا تو سمجھنا چاہئے کہ اس ملک کا قانون مکمل اور عمدہ ہے ہر حال قانون کا مفید اور مضر ہونا اس امر پر موقوف ہے کہ اس کے ذریعے سے ایک حد تک جرائم کا انسداد ہو کر ملک کو زیادہ فائدہ پہونچا ہے

یا اس کے ذریعے سے جرائم کا انسداد بخوبی نہ ہونیکی وجہ سے ملک کو زیادہ نقصان پہونچتا ہے اگر تعزیری ذمہ داری کے معیار کے متعلق کسی قاعدے یا قانون کا بنانا منظور ہو تو اس کو اسطرح وضع کرنا چاہئے جس کے ذریعے سے فائدہ متذکرۂ صدر زیادہ مقدار میں حاصل ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا فائدہ سزا کی سختی اور شدت پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً نہایت خفیف درجے کے سرقے کیلئے سزائے قید کے بجائے سزائے موت کی تجویز کرنے سے بیشک ملک میں اس قسم کی چوریوں کا کثرت سے واقع نہ ہونا ممکن ہے لیکن اس طریقے کے اختیار کرنے میں نہ صرف اہل ملک کے حق میں حد درجے کی سختی ہوتی ہے بلکہ ان صورتوں میں جن میں اس قسم کی سخت سزاؤں سے مجرمین متاثر نہیں ہو سکتے ہیں قانون کیلئے کسی دوسرے زیادہ موثر طریقے سے کام لینے کا موقع باقی نہیں رہتا بلکہ قانون کا درشتی کے اصول کا پابند ہونا ضروری ہے (ہر سزائے جرم کی مقدار متعین کرتے ہیں) اس جرم کے تین اجزائے ترکیبی یا عناصر کا لحاظ کرنا ضرور ہے اور وہ اجزا حسب ذیل ہیں (۱) تحریکات جن کی بنا پر مرتکب سے جرم کا ارتکاب ہوتا ہے (۲) مقدار جرم یعنی جرم کی سنگینی وغیرہ اور (۳) خصلت یا سیرت مجرم۔

۱۔ تحریک جرم۔ انسان کی عام عادتوں اور دنیا کے معمولی حالات کے لحاظ سے سزا دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ جس قدر ارتکاب جرم کی نسبت مجرم کو تحریص و ترغیب ہو اسقدر زیادہ سزا اس کو ملنی چاہئیے۔ تعزیری ذمہ داری کے ابتدائی اصول پر اس قاعدے کی بنا ہے اور انہیں اصول سے اسکا استخراج کیا گیا ہے جن قدرتی تحریکات کی بنا پر انسان کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے اسکے انسداد کے لئے حکومت کو چند متضاد اور مصنوعی تحریکات قرار دیکر کام لینا پڑتا ہے اور ان غیر قدرتی تحریکات کے ذریعے سے حکومت جرائم کا انسداد کرنے میں کامیاب ہوتی ہے اور یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ جس قدر قدرتی تحریکات قوی اور موثر ہوں انکے استیصال کیلئے اسقدر زیادہ حکومت کو انسدادی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہیں۔ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ مجرم اپنے فائدے اور اپنے جذبات کیواسطے ہر ایک ممکن تشدد اور قوت سے کام لیتا ہے لہذا اسکی قوت تشدد اور کشمکش جذبات کی مناسبت سے انسدادی تدابیر کو موثر بنانا چاہئے لیکن یہ اصول بھی بعض اہم مستثنیات سے خالی نہیں ہے جس کا ہمکو کچھ آگے چلنے کے بعد پتا چلیگا۔ اس کے برعکس کثرت سے ایسی مثالیں بہم پہنچ گئیں جن میں قانون نے مجرم کے انتہائی درجے کی تحریص و ترغیب جرم کو سزا کی زیادتی نہیں بلکہ کمی کا باعث قرار دیا ہے۔

۲۔ سنگینی جرم۔ فطرت انسانی اور دنیا کے معمولی حالات کے لحاظ سے سزا دینے کا یہ اصول ہونا چاہئے تھا کہ جسقدر جرم سنگین یا عظیم ہوتا اسی قدر اس کی سزا بھی سنگین و سخت ہوتی یعنے جرم کے نتائج اور اثرات

کی مناسبت سے سزا کا تجویز کیا جانا لازم تھا لیکن جو عمل قانون میں کیا جاتا ہے وہ اس کے خلاف ہے بظاہر اس خیال کا سزا کے مسئلے سے کوئی تعلق نہیں پایا جاتا بلکہ لوگ قیاس کرتے ہیں کہ ارتکاب جرم سے مجرم کو جو نفع حاصل ہوتا ہے محض اس کو اس کی سزا کا معیار قرار دینا چاہئے اور ان نقصانات کا لحاظ نہ کرنا چاہئے جو اس جرم کے ہاتھوں دوسروں کو پہنچتے ہیں چنانچہ اس خیال کے بموجب یہ دلیل پیش کیجاتی ہے کہ اگر تحریک کے لحاظ سے دو جرم مساوی یعنے ایک درجے کے سنگین ہوں تو ان کی سزا بھی مساوی درجے کی ہونی چاہئے حالانکہ از روئے حقیقت دونوں میں سے ایک جرم بہ لحاظ نتیجہ زیادہ مضرت بخش کیوں نہو لیکن حقیقت حال اس قیاس کے خلاف ہے اور اس کے دو سبب ہیں۔

(الف) جس جرم کا نتیجہ جسقدر مضر ہے اوسیقدر اس کی سزا کا سنگین ہونا لازم ہے اور اس مناسبت سے جو فائدہ حکومت کے پیش نظر رہتا ہے وہ محض اس جرم کے انسداد کی توقع ہے۔ "سزا" دینا بذات خود ایک ظالمانہ فعل ہے اور انسان طبعاً اس کو برا سمجھتا ہے لیکن سزا کے ذریعے سے جرائم کا جو انسداد کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے جو نفع کافۂ انام کو پہونچتا ہے اس سے کسی شخص کو انکار نہیں ہے اس بنا پر سزا کی برائی اور انسداد جرم کی بھلائی مین ایک قسم کی مناسبت قرار دی گئی ہے۔ سزا دینے کے متعلق جو قانون بنتا ہے اس میں اس مناسبت کو ملحوظ رکھنا واضعان قانون کا فرض ہے اگر اس نقصان میں جو کسی جرم کے ذریعے سے ضرر رسیدہ کو پہونچتا ہے زیادتی ہو تو اس نسبت میں جو سزا کی برائی اور انسداد جرم کی بھلائی میں قائم ہوتی ہے کمی واقع ہوتی ہے اور جب تک اس نسبت کے لحاظ سے ایسے جرم کی سزا میں زیادتی نہ کیجائے میزان عدل کا وہ پلہ جس میں انسداد جرم کی بھلائی تولی جاتی ہے سزا کی برائی کے پلے سے وزن بھاری نہیں ہوسکتا اسی بنا پر کسی مساوی درجے کے دو جرموں کی سزاؤں میں نتیجہ جرم کے لحاظ سے سزا میں کمی بیشی کرنی پڑتی ہے۔ اگرچہ سرقے اور قتل انسان مستلزم سزا کو بلحاظ تحریک ایک ہی قسم کے جرائم مان بھی لیں تو دوسرے جرم کے لئے سنگین سزا (سزائے موت) کا تجویز کرنا زیادہ مفید و موثر ہو سکتا ہے اس کے برعکس اگر پہلے جرم کی سزا اسقدر سنگین مقرر کیجائے تو بنی نوع انسان کو فائدے کے عوض سخت نقصان پہونچیگا ظاہر ہے کہ پہلا جرم نہایت خفیف ہے اور اس کا انسداد نہایت سخت سزا کے ذریعے سے کرنا قوم کو ناقابل برداشت نقصان پہونچانا ہے۔

(ب) بعض جرائم ایسے ہیں کہ ان کے نتائج کی سختی اور مقدار کے لحاظ سے مجرم ان کا ارتکاب کرتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے کہ جس جرم کا نتیجہ کم مضرت بخش ہو اس کو زیادہ مضرت بخش جرم پر ترجیح دے اور اس بنا پر قانون میں بھی خفیف اور سنگین جرم کی سنگین سزا مقرر

کی گئی ہے لہذا جرم کی سختی کے لحاظ سے اس کی سزا میں بھی تبدیلی کا واقع ہونا لازمی ہے۔ اگر نقب زنی (بوقت شب) اور قتل عمد کی ایک ہی سزا ہو تو پہلے جرم کا مرتکب اپنی فطرت سے مجبور ہو کر پہلے جرم کے عوض دوسرے جرم کے ارتکاب پر آمادہ ہوگا۔ ایسا ہی اگر جرم مکمل اور اس کے اقدام کی ایک ہی سزا ہو تو مرتکب کو اس امر کی حسرت کرنے کی ضرورت باقی نہ رہیگی کہ جب پوری سزا بھگتنی تھی تو کاش جرم کی بھی تکمیل ہو جاتی!۔

۴۔ خصلت مجرم: مجرم کے عادات و اطوار جسقدر برے ہوں اسقدر اس کی سزا میں اضافہ ہونا چاہئے۔ انسان کی خصلت بد کے دو اسباب ہیں۔

(۱) ارتکاب جرائم کی طرف انسان کا فطرتاً مائل ہونا یعنے تحریکات جرائم سے اس کا مغلوب ہو جانا اور۔

(۲) انسان کی طبیعت کا اس طرح کمزور واقع ہونا کہ اپنی خواہشات نفسانی سے متاثر ہو کر قانون ملک کی نافرمانی اور انتظام سلطنت سے سرکشی پر آمادہ ہو کر اپنی روش کو خلاف قانون بنانا۔ ایک شخص دوسرے سے زیادہ بد ہوتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ پہلے شخص کی طبیعت میں دوسرے کی بہ نسبت غیظ و غضب اور حرص و خصومت کے مادے کی زیادتی ہوتی ہے یہی نہیں بلکہ پہلا شخص بنی نوع انسان کو مضرت پہونچانے پر فطرتاً مائل رہتا ہے۔ اسی مضمون کو ایک دوسرے طرز سے بھی بیان کر سکتے ہیں۔ اگر انسان کی طبیعت میں جذبات اور خواہشات نفسانی کا خلقتاً اعتدال نہ ہو تو اسکی خصلت نیک نہیں رہ سکتی بلکہ قدرتاً اس سے خصلت بد کا اظہار ہونا لازمی ہے۔ چنانچہ سنگین جرائم کے اسباب ارتکاب وقوع پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ بہت کم ایسے لوگ ہیں جن کو قانون شکنی کا خوف ارتکاب جرم سے باز رکھتا ہے اور اس کے برعکس ایسے لوگوں کی کثرت ہے جو اس خوف کے علاوہ دوسرے اسباب کی بنا پر قانون کی خلاف ورزی اور جرائم کے ارتکاب سے احتراز کرتے ہیں چنانچہ ہمدردی اور مہر و شفقت کے جذبات جو قدرتاً ایک انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اس کو اپنی جنس کو مضرت پہونچانے سے باز رکھتے ہیں۔ ایسا ہی انسان کے قلب پر مذہبی اعتقادات اخوت باہی غیرت اور اپنے کو عزیز و مکرم قرار دلوانے کے خیال کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ قانون کے ذریعے سے جو خوف اور دہشت انسان کو دلائی جاتی ہے وہ اسقدر موثر نہیں ہو سکتی۔ اگر انسان کی طبیعت میں اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کا مادہ زیادہ ہو تو اسکی خصلت نیک اور اگر اس کے مزاج میں جذبات بد اور خواہشات نفسانی کی زیادتی ہو تو اسکی خصلت بد ہوتی ہے۔ بہر حال نیک اوصاف اور نیک جذبات کی نایابی یا کمی کی وجہ سے انسان کے عادات و اطوار

بدہوتے ہیں اور وہ مخرب الاخلاق سمجھا جاتا ہے۔

فقرۂ بالا میں خصلت بد کے دو وجوہ بیان کئے گئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک وجہ کی بناء پر اس مجرم کی سزا میں جس کی خصلت بد ہو سختی اور زیادتی ہونی چاہئے فوجداری قانون کا منشاء تعزیر کے ذریعے سے تہذیب و شائستگی کا قائم کرنا ہے اسلئے اگر کوئی شخص اپنے جذبات سے مغلوب ہو جائے اور اس تحریص و ترغیب کا جس کی بناء پر دوسرے انسانوں کو ارتکاب جرم کا شوق پیدا ہوتا ہے اس پر غیر معمولی اثر پڑتا ہو تو قانون میں بھی ایسے مجرم کی دو چند سختی کے ساتھ سزا کا مقرر کیا جانا ضروری ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو اس تادیب کا رائج ہونا ناممکن ہے جس کو سلطنت فوجداری قانون کے ذریعے سے قائم کرنا چاہتی ہے جو اخلاق حسنہ کے اختیار کرنے سے عاجز ہوتے ہیں اور ان کے قلوب ان تمام قدرتی اثرات کے قبول کرنے کے قابل نہیں جن کی وجہ سے وہ شایستہ انسان کہلائے جا سکتے تو انکے لئے تادیب تعزیری کے برقرار رکھنے کی غرض سے قانون میں ایسی سخت اور غیر معمولی سزائیں مقرر کی جاتی ہیں جنکا معمولی طبایع کے مجرمین کو دینا مناسب نہیں خیال کیا جاتا ہے۔

اگرچہ ہر ایک جرم کے لئے ایک سزا ہے اور معمولی حالات میں مجرم کو وہی سزائے معینہ دیجاتی ہے لیکن اگر مقدمے کے واقعات سے اس امر کا اظہار ہو کہ مجرم بے حس اور بے حمیت ہے تو سزائے معینہ سے زیادہ سزا پانے کا وہ مستوجب ہو جاتا ہے منجملہ ان اسباب کے جن کی بناء پر سزا میں اضافہ کیا جاتا ہے سب سے اہم اور مقدم سبب ملزم کا بار بار جرائم کا ارتکاب کرنا ہے چنانچہ اس بناء پر سزا یافتہ ملزمین کو جرم کی معمولی اور معینہ سزا سے زیادہ سزا دی جاتی ہے لہذا یہ مقولہ صحیح ہے کہ قانون ان لوگوں کے لئے جو طبعاً مجرم ہیں ان کے جرم کی مقدار اور سختی سے زیادہ سزا تجویز کرتا ہے اور قانون میں ایسے لوگوں کے مقابلے میں اس مفاد کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا جو جرایم کے ذریعے سے ان کو پہونچتا ہے۔ ایسی سزائیں جو معمولی طبیعت کے مجرموں کے لئے تجویز کی جاتی ہیں وہ ان مجرموں کے واسطے ناکافی اور ناموزوں سمجھی جاتی ہیں جن کی فطرت غیر معمولی بد ہوتی ہے اور جن کے اخلاق و جذبات جادۂ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ دوسری شکل جس میں اس اصول پر عمل کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جب اس نقصان میں جو جرم کے ذریعے سے ضرر رسیدہ کو پہنچتا ہے اور اس مفاد میں جو بوجہ ارتکاب جرم، ملزم کو حاصل ہوتا ہے کوئی مناسبت نہیں ہوتی ہے مثلاً ایک شخص کا بلاوجہ اور محض خباثت نفس کی بناء پر دوسرے کو قتل کرنا یا اس غرض سے قتل کرنا کہ مقتول کی دیامہ تلاشی سے جو زر و جواہر اس کے جسم پر ہو قاتل کو ملجائے (جیسا کہ قزاق مسافروں کے ساتھ

پیش آتے ہیں۔ اس کے برعکس اس شخص کی حالت ہے جو غیض و غضب اور جذبات سے متاثر ہو کر قتل انسان کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پہلی مثال میں جس قسم کے قاتل کا ذکر کیا گیا ہے وہ نہایت بیدرد اور بے حس مجرم ہے اور ایسا شخص خارج از انسانیت سمجھا جاتا ہے جس طرح اس قسم کے مجرمین غیر معمولی انسان ہوتے ہیں اسی طرح جو سزائیں کہ ان کو دیجاتی ہیں۔ ان کا بھی غیر معمولی ہونا لازمی ہے۔ تیسری قسم میں ایسے جرائم داخل ہیں جن کی وجہ سے مجرم کی دناءت طبع کا پتا چلتا ہے اور وہ دائرہ انسانیت سے خارج سمجھا جاتا ہے حتی کہ خباثت نفس اور ارتکاب جرم کا شوق اس کی قدرتی محبت و شفقت پر غالب ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کا اپنے باپ کو قتل کرنا۔ اگرچہ بلحاظ نوعیت اس جرم میں اور معمولی قتل انسان میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن پہلی حالت میں بیٹے کا جرم خلاف فطرت انسانی ثابت ہوتا ہے اور تحریک جرم اس کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتی کہ بیٹے کی طبیعت فطرتی اور معینہ معیار انسانیت سے گھٹی ہوئی واقع ہوئی ہے لہذا ہر ایک زمانے میں دنیا نے ایسے قاتلوں کو زیادہ نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور بعض اقوام کے قوانین میں اس قسم کے مجرمین کو اس سزا سے کہیں زیادہ سزائیں دیگئی ہیں جو جرم قتل انسان کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔ رابعاً یہ کہ اسی اصول کی بناء پر ان جرائم کے لئے جن کا مجرمین ارادۃً ارتکاب کرتے ہیں زیادہ سنگین سزائیں مقرر کیگئی ہیں اور جو جرائم غفلت کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں ان میں اس قدر سخت سزا نہیں دیجاتی ہے۔

ایک دوسری وجہ جو چنداں اہم نہیں ہے اور جس کی بناء پر بوقت تجویز مجرم کی خصلت بد کو ملحوظ رکھ کر اس کی سزا میں اضافہ کیا جاتا ہے ملزم میں غیرت و حمیت کی کمی ہے کمی حمیت کے ساتھ سزا میں اضافہ کا ہونا لازمی ہے کیونکہ مجرم جس قدر بے حمیت ہوتا ہے اسی قدر سزائیں بھگتنے میں اسے شرم نہیں آتی اس لئے بے غیرت مجرمین کو شدید اور سنگین سزائیں ملنی چاہئیں اور ان سزاؤں کی تکلیف سے ان میں غیرت کا مادہ پیدا ہو سکے۔ بعض مجرمین نہ صرف از روئے اخلاق بے حمیت ہوتے ہیں بلکہ ان میں جسمانی بے حیائی اور بے غیرتی بھی پائی جاتی ہے جس سنگدلی اور بے حسی کے ساتھ وہ دوسروں کی جان شیریں تلف کرتے ہیں اسی بے حسی اور بے پروائی سے خنداں اور فرحناک وہ خود سزائے موت کو برداشت کر لیتے ہیں۔ جن لوگوں کے جذبات حد اعتدال سے تجاوز کرتے ہیں اور جن کو قدرت نے معمولی اور معینہ اوصاف انسانیت سے متصف کیا ہے وہ لوگ ایسے مجرمین کی بیباکانہ جرأت کو نظر استعجاب سے دیکھتے ہیں۔

اب ہم اس مقام پر اس مسئلے کو بیان کرنا چاہتے ہیں جس کا سابق میں ذکر تو چھیڑ دیا گیا تھا لیکن بعض وجوہ سے اس کی توضیح کرنی مناسب نہیں سمجھی گئی تھی اور جو بظاہر تناقض موہوم معلوم ہوتا ہے یعنے اگر ارتکاب جرم کی تحریک اور ترغیب میں شدت ہو تو اس جرم کی سزا میں بھی اس شدت کے مطابق سختی ہونی چاہئے۔ اگرچہ یہ مسئلہ ایک عام قاعدے کی حیثیت سے صحیح ہے لیکن بعض صورتوں میں اس کے چند اہم مستثنیات پائے جاتے ہیں۔ ارتکاب جرم کے متعلق جو قانونی قیاس ہے کہ انسان اپنی خصلت بد کی وجہ سے جرم کا مرتکب ہوتا ہے اس کا تفصیلی سابق کے فقروں میں ذکر کیا گیا ہے بعض ایسے جرائم بھی پائے جاتے ہیں جن میں انسان اپنی خصلت بد کی وجہ سے نہیں بلکہ ارتکاب جرم کے متعلق اس کی طبیعت میں شدت سے ترغیب پیدا ہوتی ہے کہ اس کو اپنے نفس پر قابو نہیں رہتا اور وہ بحالت اضطرار جرم کا مرتکب ہوتا ہے اسلئے یہ کہنا صحیح ہے کہ اس قسم کے واقعات سے قیاس متذکرۂ صدر کا ابطال ہوتا ہے۔ مثلاً اکثر اس طرح کے واقعات پیش آتے ہیں جن میں ایک شخص اپنے ذاتی اغراض کی تکمیل کے لئے یا اپنی خوئے بد کی بناء پر نہیں بلکہ معاشرتی اور ہمدردی کے جذبات سے متاثر ہو کر جرم کا ارتکاب کرتا ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ترغیب جرم کی شدت کے لحاظ سے مجرم کی سزا میں زیادتی ہونی چاہئے لیکن جب شدت ترغیب سے مجرم کی بدخوئی اور بے حمیتی کی تردید ہوتی ہو تو مجوزہ کے دل میں مجرم کی جانب سے سختی کے بجائے نرمی پیدا ہوتی ہے اور مجرم سزائے خفیف کا مستوجب سمجھا جاتا ہے نیز مجوزہ کے قلب پر پہلے خیال سے زیادہ اسی دوسرے خیال کا اثر ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی مفلس سے اپنے کمسن بچوں کے لئے کا غذا کا مہیا کرنا ممکن نہ ہو اور حصول معاش و تلاش رزق سے مایوس ہو کر وہ اپنے بچوں کو کھلانے کی غرض سے دوسرے شخص کی روٹی کا سرقہ کرے تو وہ سزائے خفیف پانے کا مستوجب ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے مجرم کی اس درجہ سنگین سزا نہ ہونی چاہئے جو اس سارق کو دیجاتی ہے جس کی ترغیب سرقہ اس کی حرص ہوتی ہے پہلے قسم کے مجرم کی سزا میں رعایت اور دوسرے قسم کے مجرم کی سزا میں سختی کرنے سے "سزا" کے نظریۂ انسدادی میں کوئی فرق نہیں آسکتا بلکہ انھیں دو متضاد عمل کی بناء پر اس نظریئے کی صحت اور خوبی منحصر ہے ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کو خفیف فائدہ پہونچانے کی غرض سے یا نہایت معمولی نفع حاصل کرنے کی نیت سے قتل انسان کا مرتکب ہوتا ہے اسے حد درجے کی سخت و شدید سزا دینی چاہئے کیونکہ ایسے انسان سے اس قسم کا جرم محض اسکی شقاوت قلب اور بیحیائی

کے باعث سرزد ہوتا ہے لیکن جو شخص کسی ناقابل برداشت توہین یا ضرر کی تلافی اور انتقام کی غرض سے قتل انسان کا مرتکب ہوتا ہے اس کی سزا کو اس کے تحریکات و ترغیبات جرم پر نہ منحصر کرنا چاہیئے بلکہ انھیں ترغیبات کی بناء پر اس کے قصور سے درگذر کرنا چاہیئے۔

## فصل ۱۵۱ دیوانی طرز کی ذمہ داری کا معیار

فوجداری طرز کی ذمہ داری یعنے تعزیری ذمہ داری کی ایک قسم تاوانی دادرسی ہے جس کے ذریعے سے قانون، ضرررساں کو مجبور کر کے ضرر رسیدہ کو نقد معاوضہ دلاتا ہے اور یہی معاوضہ یا تاوان مجرم کے حق میں سزا متصور ہوتا ہے۔ اس سے قبل اُن تین اسباب کا ذکر کیا گیا ہے جن کے ذریعے سے ذمہ داری تعزیری کے معیار کا صحیح طور پر تعین کیا جاتا ہے لیکن جس طرز کی سزا خاطی کو تاوانی دادرسی کے ذریعے سے دیجاتی ہے اس کا تعلق ان تین اسباب میں سے صرف ایک سبب سے مختص ہے۔ تاوان کے تعین میں محض جرم یعنے ضرر کی مقدار کا لحاظ کیا جاتا ہے گویا مقدار ضرر تاوان کے لئے معیار ہے ضرررساں کے فعل سے جسقدر ضرر رسیدہ کو نقصان پہونچتا ہے اسی قدر پہلے شخص سے دوسرے شخص کو تاوان دلایا جاتا ہے۔ تاوانی دادرسی میں خطاکار کی خصلت کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا اور اس لئے اس کی ایک ادنی غفلت یا بے احتیاطی کی پاداش میں اس کو اسقدر سزا بھگتنی پڑتی ہے گویا کہ اس نے خصومت دیرینہ کی وجہ سے اور خوب غور و فکر کرنے کے بعد اس فعل کا ارتکاب کیا ہے جس کی پاداش میں اسے تاوان ادا کرنا لازم ہے۔ ایسا ہی اس قسم کی دادرسی میں قانون میں ان تحریکات کا مطلق خیال نہیں کیا جاتا جن کے باعث جرم کا ارتکاب ہوتا ہے۔ یہ ایسی دادرسی ہے کہ اس میں اس ضرررساں کو جسے اپنے فعل کی وجہ سے کوئی فائدہ نہ پہونچا ہو اور ایسے ضرررساں کو جسے اپنے فعل سے نفع ہی نفع حاصل ہوتا ہو ایک ہی قسم کی سزا دیجاتی ہے بشرطیکہ ضرر یا نقصان جو ضرر رسیدہ کو پہونچتا ہے ایک ہی قسم اور مساوی درجے کا ہو۔ اس دادرسی کے خصوصیات میں سب سے آخری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں فعل کے ان نتائج کا لحاظ نہیں کیا جاتا جن کے پیدا کرنے کی مرتکب کی نیت ہو یا جن کے واقع ہونے کا قوی احتمال اس کے ذہن میں گذرا ہو۔ بالفاظ دیگر اس دادرسی میں فعل کے نتائج بالارادہ اور نتائج بالظن کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ قانون کے پیش نظر محض وہی نتائج رہتے ہیں جو فی الحقیقت وقوع پذیر ہوتے ہیں اس بناء پر خاطی کی ذمہ داری اس ضرر یا نقصان پر مبنی نہیں ہوتی ہے جس کے پہونچانے کی اس کی نیت ہو بلکہ اس کی ذمہ داری اس ضرر پر منحصر ہے جو فی الواقع ضرر رسیدہ کو پہونچتا ہے اور جس کے پہونچانے میں ضرررساں کامیاب ہوتا ہے لہذا ایسے خاطی کو

اس کی خطا یعنے دوسرے شخص کو ضرر پہونچانے کی وجہ سے سزا نہیں دیجاتی بلکہ نتیجۂ ضرر کے برآمد ہونے پر اس کی سزا منحصر سمجھی جاتی ہے اس قسم کی دادرسی میں اگر ایک خاطی کے حق میں دوسرے سے زیادہ سختی کیجاتی ہے تو اس کا سبب پہلے شخص کی خطا یا جرم کا دوسرے شخص کے جرم سے زیادہ ہونا نہیں ہے بلکہ اس کا سبب دوسرے شخص کی ایسی بدقسمتی ہے جس کی بناء پر وہ اپنے اغراض ناجائز میں پہلے شخص سے زیادہ کامیاب ہوجاتا ہے یا شومی طالع سے وہ اپنے فعل کے ان نتائج کو برآمد ہونے سے نہیں روک سکتا جن کو محل وقوع میں لانیکی اس کی نیت نہیں ہوتی اور ان نتائج کے انسداد میں اس کو پہلے شخص کی بہ نسبت کم کامیابی ہوی ہو۔

اگرچہ تادیب تعزیری کے صحیح اور حقیقی معیار اور تاوانی دادرسی میں چند ایسے اختلافات پائے جاتے ہیں جن کا فقرہ بالا میں ذکر کیا گیا ہے لیکن اس اختلاف اور فرق کی وجہ سے یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ دیوانی طرز کی یہ ذمہ داری حق بجانب نہیں ہے یا ضرر رسیدہ کے حق میں جو تاوانی دادرسی کی جاتی ہے وہ جائز نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ تاوانی دادرسی سزا دینے کا ایک ذریعہ اور آلہ ہے جس قدر اعتراضات اس دادرسی کے متعلق کئے جاتے ہیں۔ ان سے کہیں زیادہ وہ فوائد ہیں جو اس کے ذریعے سے بنی نوع انسان کو پہونچتے ہیں۔ اور اس لئے ان فوائد کے مقابلے میں اعتراضات کا اثر زایل ہوجاتا ہے۔ منجملہ اور فوائد کے اس دادرسی کا ایک خاص فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی رو سے ضرر رسیدہ کے ضرر کی تلافی ہوکر اس کو نفع اور ضرر رساں کو نقصان پہونچتا ہے حالانکہ سزا دینے کے دوسرے اقسام سے جیسا کہ قید جرمانہ وغیرہ میں ضرر رسیدہ کو اس قسم کا فائدہ نہیں پہونچ سکتا۔ اس کے علاوہ اس دادرسی کی وجہ سے ضرر رسیدہ کے لئے سلطنت کی عدل گستری کو کامل اور کامیاب بنانے میں خاص دلچسپی ہوتی ہے لیکن قانون تعزیری (فوجداری نالشات) میں اس طرح دلچسپی لینے کا مستغیث کو موقع نہیں ملتا یہ صحیح ہے کہ اگر محض اسی قانون پر اکتفا کیا جائے جس کا تعلق تاوانی دادرسی ہے تو "سزا" کی ایسی اسکیم (تعزیرات وضابطہ فوجداری) جو عقل وحکمت پر مبنی ہو بارآور اور عمل پذیر نہیں ہوسکتی اور نہ تاوانی دادرسی کا قانون اس اسکیم کے چلانے کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس بناء پر اس زمانے کے تمام ترقی یافتہ وشایستہ قانونی میں قانون متذکرہ کے نقائص کو اس کے ہم پلہ ذمہ داری تعزیری کے نظام (اور اسکیم) کے ذریعے سے رفع کیا گیا ہے اور اس دوسرے نظام کی بدولت پہلی اسکیم کی تکمیل کی گئی ہے اگر ان دونوں میں صحیح طور پر ترکیب دیجائے اور ان میں صحیح مناسبت قایم کیجائے تو ان کے ذریعہ سے ایک ایسی عمدہ اور موثر اسکیم تیار ہوتی ہے جس کے

ذریعے سے بہ آسانی ملک میں انصاف قایم رہ سکتا ہے۔

## خلاصہ

جرایم ذمہ داری مطلق۔ ان کے ارتکاب کا نیت مجرمانہ پر مبنی ہونا ضرور نہیں ہے۔ اس قسم کے جرایم کی مخصوص ماہیت۔

تاوانی دادرسی بہ حیثیت دادرسی نہیں بلکہ بہ حیثیت سزا جائز سمجھی جاتی ہے، غلطی قانون۔ عام طور سے اس کا عذر نہیں پیش کیا جاسکتا یعنے کسی قسم کی بھی جوابدہی غلطی قانون کے عذر پر مبنی نہیں ہوسکتی۔

وجوہ قاعدۂ ہٰذا۔

انتقاد قاعدۂ مذکور۔

غلطی واقعہ۔

فوجداری نالشوں میں اس غلطی کا عذر پیش کیا جاسکتا ہے لیکن دیوانی مقدمات میں عموماً ایسا عذر نہیں کیا جاسکتا۔

فرق مابین حادثہ و غلطی۔

حادثہ اور غلطی { مستلزم سزا / ناگزیر

حادثہ ناگزیر کا عموماً دیوانی اور فوجداری دونوں طرز کی نالشوں میں عذر کیا جاسکتا ہے۔

## مستثنیات

ذمہ داری تعزیری کا محل وقوع۔

ذمہ داری نیابیہ یا نیابتی ذمہ داری۔

ا۔ مالک یا آقا کی ذمہ داری۔

یہ ذمہ داری عقل و حکمت پر مبنی ہے۔

۲۔ قایم مقاماں متوفی کی ذمہ داری۔

اس ذمہ داری کی بناء عقل و حکمت ہے۔

تعزیری ذمہ داری کا معیار۔

۱۔ فوجداری طرز کی ذمہ داری۔

بے سوچے سمجھے سخت سزا تجویز کرنے کے خلاف وجوہ۔

سزا دینے کی کیا غرض ہونی چاہئے۔

سزا دیتے وقت کن اسباب کا خیال کرنا چاہئے۔

(الف) تحریک جرم۔

(ب) مقدار یا سختی جرم۔

(ج) خصلت مجرم۔

۲۔ دیوانی طرز کی ذمہ داری۔

معاوضۂ جبری کے فوائد اور نقصانات اور اس معاوضے کا سزا کے بجائے استعمال کیا جانا۔

———— (۰) ————

# بیسواں باب

## قانون جائداد

### فصل ۱۵۲ مفاہیم اصطلاح جائداد

دیوانی کے قانون اصلی[1] تین بڑے اصناف میں تقسیم کئے گئے ہیں یعنے قانون جائداد، قانون فرائض، (معاہدات) اور قانون حیثیت، پہلی صنف میں ان تمام حقوق ملکیت کا بیان کیا جاتا ہے جن کا تعلق شئے سے ہوتا ہے دوسری صنف ایسے تمام حقوق ملکیت کے ذکر پر مشتمل ہے جو شخص کے مقابلے میں قرار دئے جاتے ہیں اور تیسری صنف ایسے تمام حقوق شخصی کے بیان پر مبنی ہے جو حقوق ملکیت تو نہیں ہیں لیکن حقوق متعلق شئے اور حقوق خلاف شخص ہوسکتے ہیں۔ اس باب میں سب سے پہلے قانون اصلی کی پہلی صنف کا بالاجمال ذکر کیا جائے گا اور اس کے بعد ہم اسی طرح دوسری صنف یعنے قانون فرائض کو بیان کریں گے لیکن قانون حیثیت کی ایسی نوعیت نہیں ہے جس کا اس طرح بیان کرنا ضروری ہے۔ اور نہ قانون کے عام نظریے کی رو سے اسکے متعلق بحث کرنا چنداں مفید ہوسکتا ہے۔

ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ اصطلاح جائداد کا ایک مفہوم حقوق ملکیت متعلق شئے ہے لیکن یہ ایک مفہوم ہی ایسا وسیع اور عام ہے کہ اس کی عمومیت کے مختلف مدارج کے لحاظ سے اسی ایک لفظ کا حسب ذیل مختلف معنوں میں اطلاق کیا جاتا ہے:—

---

[1] قانون اصلی سے مراد وہ قانون ہے جو قانون اضافی یعنے ضابطہ کی ضد ہے۔ ایسا ہی قانون دیوانی ضد ہے قانون فوجداری کا۔

۱۔ تمام قانونی حقوق ۔ وسیع مفہوم کے لحاظ سے لفظ جائداد سے مراد ایک شخص کے تمام قانونی حقوق ہیں خواہ ان کی نوعیت کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ انسان کی جائداد ان تمام چیزوں پر مبنی ہوتی ہے جو قانون میں اس کی یعنے اس کی ملک سمجھی جاتی ہیں ۔ اگرچہ (انگریزی زبان میں) اس زمانے میں اس لفظ کا ان معنوں میں استعمال متروک ہوگیا ہے لیکن قانون کی پرانی کتابوں میں لفظ جائداد کا یہی مفہوم لیا گیا ہے چنانچہ بلیک اسٹن نے لفظ جائداد کو حق کے معنوں میں استعمال کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ مالک یا آقا کی جائداد اس کے ملازم کی ذات میں ہوتی ہے اور باپ کی جائداد اس کے بیٹے کی ذات میں سمجھی جاتی ہے ۔ یعنے آقا کو اپنے ملازم پر اور باپ کو اپنے بیٹے پر حق ہے اور اس مقام پر جائداد بمعنی حق مستعمل ہوئی ہے ۔ ایک دوسرے مقام پر یہی مصنف لکھتا ہے کہ "ماتحت کو اپنے بالادست افسر کی صحبت حفاظت اور امداد میں کوئی جائداد نہیں ہے بلکہ بالادست کو اپنے ماتحت کی ذات میں ان چیزوں کے متعلق جائداد حاصل ہے[1]" یعنے اپنے بالادست کی صحبت حفاظت و نگرانی میں رہنے اور اس سے امداد پانے کا حق نہیں رکھتا بلکہ بالادست کو حق حاصل ہے کہ وہ ماتحت کو اپنی صحبت میں رکھے اور اس سے اپنی حفاظت کرائے یا اور امور میں اس سے امداد لے ۔ ایسا ہی ہابز[2] نے بھی ایک مقام پر لکھا ہے کہ "اشیاء جو انسان کی جائداد ہو سکتی ہیں ان میں سب سے زیادہ عزیز انسان کی خود زندگی یا حیات اور اس کے اعضائے بدن ہیں اور اس کے بعد اکثر اشخاص کے نزدیک وہ لوگ عزیز خیال کئے جاتے ہیں جن کے تعلقات کی بناء زناشوئی کی محبت اور اس کے بعد دولت اور ذرائع روزگار عزیز سمجھے جاتے ہیں" اسی طرح سے لاک[3] نے بھی لکھا ہے کہ "ہر ایک شخص کی جائداد اُسکی ذات میں ہوتی ہے"

---

[1] تصانیف بلیک اسٹن جلد ۳ صفحہ ۱۴۲ "طفل کی جائداد اس کے باپ یا اس کے ولی میں نہیں ہے بلکہ باپ اور ولی کو طفل میں جائداد حاصل ہے (یعنے باپ کو اپنے فرزند نابالغ اور ولی کو اس نابالغ پر حق حاصل ہوتا ہے جو اسکے ولایت میں رکھا یا جاتا ہے۔ ایضاً ۔

[2] لی وی اے تھان باب ۳ تصنیفات انگریزی جلد ۳ صفحہ ۳۲۹ ۔

[3] رسالہ متعلق حکومت منظم (Treatise on coil government) جلد ۲ باب ۵ فصل ۲۷ ۔

اور ایک دوسرے مقام[۱] پر یہی مصنف لکھتا ہے کہ ہر ایک شخص کو اپنی جائداد کو محفوظ رکھنے کا حق حاصل ہے اور جائداد سے مراد اس نے انسان کی "حیات آزادی اور جائداد" یعنی املاک لی ہے۔

۲- حقوق ملکیت (ملکیت اور حیثیت) لفظ جائداد کا ایک دوسرا مفہوم بھی ہے اور یہ مفہوم بہ نسبت اس مفہوم کے جس کا بیان فقرہ بالا میں ہوا کم وسیع اور کسی قدر تنگ ہے۔ اس تنگ مفہوم کے لحاظ سے اصطلاح جائداد کے معنی انسان کے تمام حقوق نہیں بلکہ صرف حقوق ملکیت ہیں اور حق ملکیت ضد ہے شخصی حق کی۔ پہلی قسم کے حقوق پر شخص کی جائداد یا اسٹیٹ مشتمل ہوتی ہے اور دوسرے قسم کے حقوق پر اس کی حیثیت یعنے حالت شخصی مبنی ہوتی ہے۔ ان معنوں کے لحاظ سے کسی شخص کی جائداد سے مراد اس کی زمین اس کے مویشی اور مال منقولہ اس کے حصص اور اس کے قرضہ جات ہیں لیکن اس کی جائداد میں اس کی حیات اس کی شخصی آزادی اور اس کی نیک نامی داخل نہیں ہے۔ ان ہی معنوں کے لحاظ سے لاک کے مقولہ کے خلاف کہ ہر ایک شخص کی اس کی ذات میں جائداد ہوتی ہے اُلپین[۲] کا یہ قول پیش کیا جا سکتا ہے کہ "کسی شخص کو اپنی ذات پر ملکیت حاصل نہیں ہے" بہرحال زمانہ موجودہ میں لفظ جائداد کا یہی مفہوم زیادہ تر استعمال ہوتا ہے لیکن اس کے دوسرے معنی بھی اپنے اپنے مقام پر استعمال کئے جاتے ہیں اس لئے اس اصطلاح کو مختلف معنوں میں سے کسی ایک مفہوم کے لئے مخصوص کرنا لا حاصل ہے اور اسی وجہ سے اس امر کا تعین کرنا بھی بے سود ہے کہ ان مختلف معنوں میں سے جائداد کا کون مفہوم صحیح ہے۔

۳- حقوق ملکیت متعلق بہ اشیاء (ملکیت اور وجوب یا معاہدہ) اس فقرے میں ہم جائداد کے تیسرے مفہوم کو بیان کرتے ہیں اور اس بات میں لفظ جائداد کے یہی معنی لئے گئے ہیں اس خاص مفہوم کے لحاظ سے جائداد میں کسی شخص کے تمام حقوق نہیں بلکہ صرف ایسے حقوق ملکیت داخل ہیں جن کا تعلق شئے سے ہوتا ہے چنانچہ

[۱] ایضاً باب ۷ فصل ۸۷۔
[۲] ڈائیجسٹ ۹-۲-۱۳ دیباچہ۔

اس بناء پر قانون جائداد سے مراد ایسا قانون ہے جو حقوق ملکیت متعلق اشیاء پر مبنی ہوتا ہے اور اس کی ضد حقوق ملکیت خلاف اشخاص کا قانون ہے۔ ان دونوں قسم کے قوانین میں امتیاز پیدا کرنے کی غرض سے موخر الذکر قانون کو قانون فرائض (یا قانون معاہدہ) بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ انگریزی زبان میں لفظ جائداد انھیں معنوں میں استعمال کی جاتی ہے اور اس بناء پر فری ہولڈ (زمین معافی یا انعام) پٹہ حق ایجاد اور حق تصنیف پر جائداد کا اطلاق کیا جاتا ہے لیکن قرضے یا کسی معاہدے کے نفع کو جائداد نہیں کہتے ہیں۔

۴۔ جائداد مادی (جائداد مادی اور جائداد قانونی) اس سلسلے کے آخر میں ہم جائداد کے سب سے زیادہ تنگ مفہوم کو بیان کرتے ہیں اس لحاظ سے جائداد کے معنی محض جائداد مادی ہوتے ہیں یعنے کسی شخص کا ایسا حق ملکیت جو اس کو کسی مادی شئے میں حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض وقت خود شئے مادی کنایتہً حق ملکیت کے بجائے استعمال کیجاتی ہے یعنے شئے کو از روئے صنعت تلویح حق کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اہرنیہ[1] نے جائداد کی حسب ذیل تعریف کی ہے "جائداد سے مراد ایسی مادی شئے ہے جس پر ایک شخص کو بلا توسط غیرے اختیار حاصل رہتا ہے"۔ لیکن بنیتھم[2] کی رائے میں اشیائے مادی کے سوا کسی دوسری شئے پر لفظ جائداد کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے بلکہ وہ اس طرز عمل کو استعارہ خیال کرتا ہے جس کی اس کے نزدیک ضرورت نہیں ہے۔

## فصل ۱۵۳ اقسام جائداد

اس سے قبل کسی[3] مقام پر جائداد کی دو مادی اور غیر مادی قسموں کا بیان آچکا ہے۔ اشیاء مادی میں کسی شخص کو جو حق ملکیت حاصل ہوتا ہے وہ اس کی جائداد مادی ہے۔ اس کے علاوہ جس قدر حقوق ملکیت متعلق اشیاء کسی شخص کو حاصل ہوتے ہیں وہ اس کی

---

[1] اہرنیہ (قانون فطرت) جلد ۲ فصل ۵۵۔
[2] اصول صفحہ ۲۲۳ تصنیفات جلد اصفحہ ۱۰۸۔ اس کے علاوہ تصنیف یکتا فصل ۲۳۱ ملاحظہ طلب ہے۔
[3] ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا حصۂ ماسبق فصل ۸۷۔

جائداد غیر مادی ہیں ۔ جائداد غیر مادی کی اور دو قسمیں ہیں یعنے (۱) حقوق در اشیائے غیر یا کفالتیں خواہ یہ حقوق اور کفالتیں وغیرہ مادی ہوں کہ غیر مادی جیسا کہ زمینوں کے پٹے اور رہن اور استفادہ حقیت ( Servitude ) تابع میں ہوا کرتا ہے اور (۲) کسی شخص کے ایسے حقوق جو اس کو اس کی غیر مادی اشیاء پر حاصل ہوتے ہیں اس کی مثالیں حقوق ایجاد و تصنیف اور نشانات تجارت ہیں۔ ذیل کی جدول سے جائداد کی تینوں قسموں کی بخوبی صراحت ہوسکتی ہے۔

- جائداد
  - حقوق در اشیائے خود
    - اشیائے مادی
      - زمین
      - مویشی
      - (جائداد مادی)
    - اشیائے غیر مادی
      - ایجادات
      - تصنیفات
      - نشانات تجارت
      - وغیرہ
  - حقوق در اشیائے غیر
    - پٹہ جات
    - استفادہ حقیت غیر
    - کفالتیں
    - وغیرہ
- جائداد غیر مادی (اشیائے غیر مادی اور حقوق در اشیائے غیر)

## فصل ۱۵۴ ملکیت اشیائے مادی
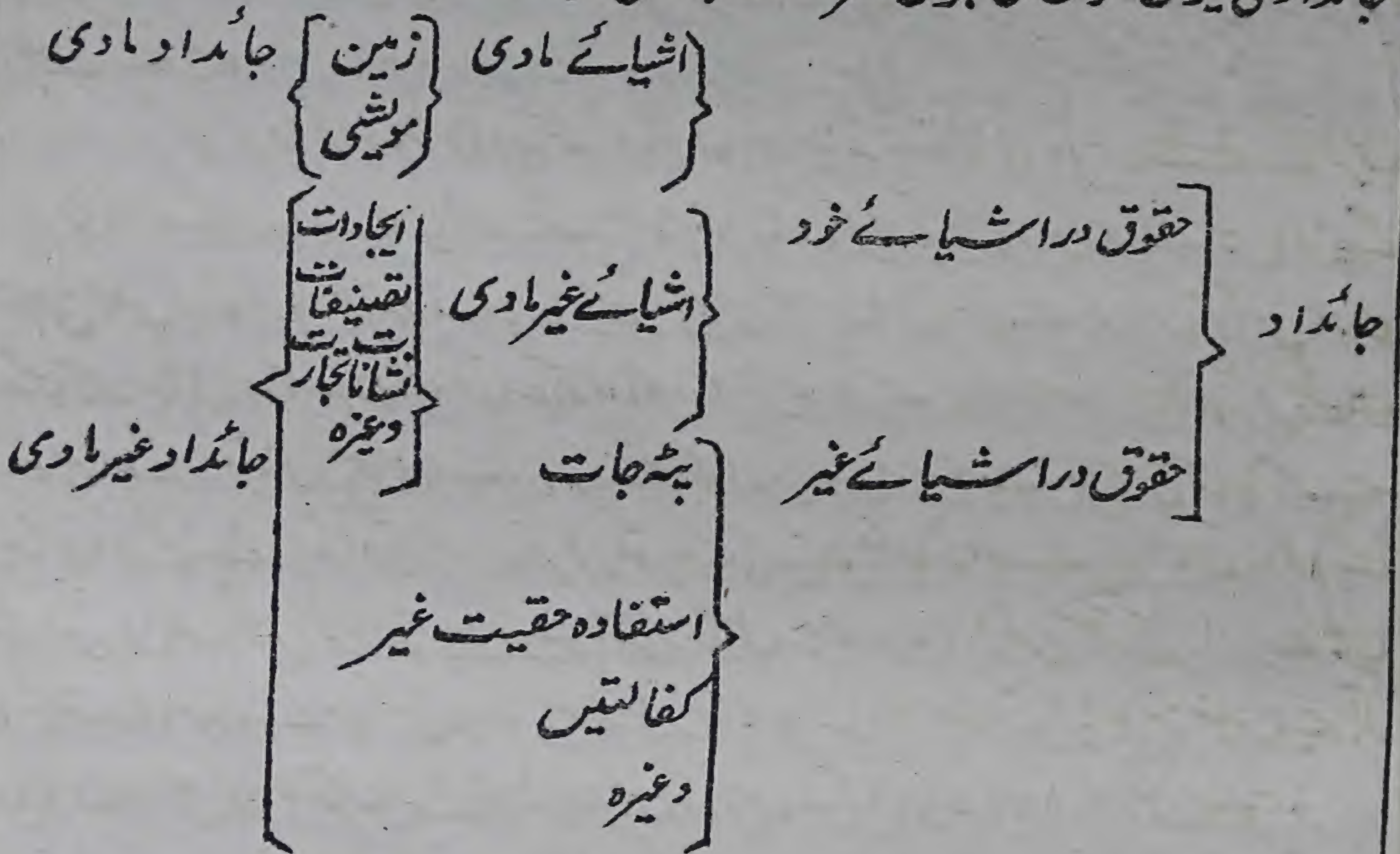
کسی مادی شئے کا مالک وہ شخص سمجھا جاتا ہے جو اس شئے سے ہر ایک قسم کی تمتع حاصل کرنے کا مجاز ہو یا یوں کہنا چاہیئے کہ جس شخص کو کسی مادی شئے کے مجموعہ تمتعات سے مستفید ہونے کا حق حاصل ہوتا ہے وہ اس کا مالک ہے ۔ کسی مادی شئے میں جس شخص کو محدود یا مخصوص حق تمتع حاصل ہو وہ اس کا مالک نہیں بلکہ اس کا کفالت دار یا

مواخذہ دار کہلاتا ہے اس کی مثالیں زمین غیر پر لوگوں کے چلنے پھرنے کا حق اور استفادہ حقیقت غیر ہیں۔ تمتع کے مطلق یا غیر محدود حق کا نام ملکیت نہیں ہے بلکہ ملکیت سے مراد تمتع کا عام حق ہے۔ مالک شئے وہ شخص ہے جو اس شئے کے تمام تمتعات سے مستفید ہونے کا حق رکھتا ہو اور قانون کی رو سے اس شئے کے کسی تمتع یا تصرف سے وہ محروم نہ کیا گیا ہو لیکن قانون میں کسی ایسے حق کا وجود تسلیم نہیں کیا گیا ہے جس کا تعلق کسی مطلق یا غیر محدود تمتع سے ہو تمتع (یا استعمال و تصرف) کی صرف دو قسمیں ہیں عام (یعنے مابقی) اور خاص۔ پہلی قسم کے تمتع کو ملکیت کہتے ہیں اور دوسری قسم کے تمتع کا نام کفالت یا مواخذہ اور بار ہے۔

ان حدود یا قیود کی دو قسمیں ہیں جو اس طرح کسی مالک کے حق تمتع یا تصرف کے متعلق قائم کی جاتی ہیں۔ پہلی قسم کو ملکیت کے قدرتی قیود سے تعلق ہے۔ یہ جو مسئلہ قانونی ہے کہ تم اپنی جائداد کو اس طرح استعمال کرو کہ اس کے ذریعے سے دوسرے شخص کی جائداد کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے اصل میں اس کے مختلف مطالب کا ان قدرتی قیود کے ذریعہ سے اطلاق کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ قانون کے اس مسئلے کا منشاء اس کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا کہ اس کے ذریعے سے مالک کے اختیارات تصرف کو جائز اور مناسب طریقے سے محدود کیا جائے عوام کے فائدے یا پڑوسیوں کی ضرورت پوری کرنے اور ان کو نفع پہنچانے کی غرض سے انسان کو قانون اس کی مملوکہ اشیاء پر تصرف کرنے سے باز رکھتا ہے اور اس طرح انسان کے حق ملکیت میں منجانب قانون دست اندازی کی جاتی ہے لہذا اس مسئلہ قانونی کو ایک دوسرے مسئلے کی کہ ہر ایک شخص کو اپنی شئے پر جس طرح چاہیے تصرف کرنے کا اختیار ہے ضد سمجھنا چاہیے۔

دوسری قسم کے حقوق کا تعلق جو حق مالک پر عائد کئے جاتے ہیں ان کفالتوں یا بار سے جو ایک شخص کی ملک میں دوسروں کو حاصل ہوتی ہیں۔ یہ مصنوعی حدود و قیود ہیں اور ان کا قائم کیا جانا یا نہ کیا جانا دونوں باتیں ممکنات سے ہیں۔ مثلاً اگر میں اپنی زمین کو رہن کردوں یا پٹہ پر دوں یا اس پر کسی قسم کی کفالت (یا بار) قائم کردوں یا اس کی بابت چند ایسے شرائط قرار دئے جائیں جن سے میری ملکیت محدود ہو سکتی ہو تو بھی اس زمین کا مالک میرے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قسم کے

قیود اور شرائط قائم کرنے کے بعد بھی جس قدر اس زمین کے تصرفات اور تمتعات باقی رہجاتے ہیں ان کو استعمال کرنے کا تنہا میں محق ہوسکتا ہوں۔ اس زمین پر تصرف کرنے اور اس سے متمتع ہونے کا جو کوئی حق کسی دوسرے کو بصراحت منجانب قانون نہ دیا گیا ہو وہ مجھی کو حاصل رہتا ہے حالانکہ باقی تصرف و تمتع کتنا ہی خفیف و قلیل کیوں نہ ہو اس میں شک نہیں کہ اکثر ایسی صورتوں میں زمین پر کفالت دار کے حقوق مالک کے حقوق سے کہیں زیادہ بہتر ہوتے ہیں پھر بھی مالک زمین مالک ہے اور کفالت دار شخص غیر سمجھا جاتا ہے۔ اگر میری زمین پر سے فرض کرو کسی وجہ سے کفالت دار کا حق کل ساقط ہو جائے تو میرا حق جو اس کی کفالت کے بار سے دبا ہوا ہے اور بخوبی ظاہر نہیں ہوسکتا ہے بہایت آسانی سے اغیار کو محسوس ہوسکے گا اور اس کے اثرات بآسانی و بخوبی نمایاں ہوسکیں گے۔ ایک شخص کے حق پر دوسرے شخص کو کفالت حاصل ہو جانے سے پہلے شخص کے حق کا وجود مٹ نہیں سکتا اسی طرح ایک شخص کا حق ملکیت دوسرے اشخاص کی کفالتوں کی زیر باری کے باوجود کبھی زائل نہیں ہوسکتا۔ حق ملکیت خواہ وہ دوسرے حقوق سے زیر بار کیا جائے یا نہیں اس کی وہی حیثیت سمجھی جاتی ہے۔

چونکہ حق ملکیت سے مراد کسی شئے کے تصرفات اور تمتعات کا مجموعہ ہے اس لئے اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ حق ملکیت ایک مستقل حق رہتا ہے۔ عارضی تمتع یا تصرف کی بنا پر کوئی شخص کسی شئے کا مالک نہیں قرار پا سکتا حالانکہ اس حق تمتع کے جاری رہنے کے زمانے میں اس کی نوعیت کتنی ہی عام کیوں نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اس عارضی حق تمتع کے ختم ہونے کے بعد اس شئے کے مالک کا حق تمتع اس شئے پر شروع ہو جاتا ہے کفالت دار کے بعد شئے سے مستفید ہونے کا موقع مالک ہی کو ملتا ہے اور اس لئے کفالت دار کے بعد مالک کی نوبت آتی ہے کیونکہ کفالت دار کے تمتعات سے جو کچھ باقی رہتا ہے وہ شئے کے مالک کو ملتا ہے۔ حق مستقل سے مراد ایک ایسا حق ہے جو اس شئے کے باقی رہنے تک قائم رہتا ہے جس سے اس کا تعلق ہے بالفاظ دیگر حق مستقل اپنے موضوع کی بقا تک بحال رہتا ہے حالانکہ موضوع کی مدت بقا کتنی ہی طویل یا قلیل ہی کیوں نہ ہو۔

جس طرح ملکیت کی عمومیت سے اس کا استقلال مترشح ہوتا ہے اسی طرح اس کے استقلال سے اس کی ایک خاص کیفیت کا اظہار ہوتا ہے یعنے ملکیت کا قابل توریث ہونا اس کی عمومیت اور استقلال کا ایک لازمی نتیجہ ہے فانی انسان جن مستقل حقوق کا مالک ہوسکتا ہے وہ محض ایسے حقوق ہیں جو اس کی وفات پر اس کے ورثا یا قائم مقاموں کو منتقل ہوتے ہیں ان کے علاوہ جس قدر حقوق ہوں وہ عارضی ہیں اور اس شخص کے پیمانۂ عمر کے لبریز ہونے پر جن کو وہ حاصل تھے زائل ہوجاتے ہیں لہذا حق ملکیت ایک ایسا حق ہے جو قابل توریث ہے۔ مالک کے مرنے کے بعد بھی یہ حق باقی رہتا ہے گویا حق ملکیت ایک پسماندہ شئے ہے۔ اس حق کا ان حقوق میں شمار کیا جاتا ہے جو انسان کی موت کے باعث بطور حقوق متوفی ساقط ہوجاتے ہیں لیکن آل میں انکی ہستی زائل نہیں ہوتی ہے۔

فقرات بالا میں جن نتائج کا استخراج کیا گیا ہے انکی رو سے حق ملکیت متعلق شئے مادی کی تعریف اسطرح ہوسکتی ہے کہ اس سے مراد وہ کل عام مستقل اور قابل توریث تصرفات و تمتعات ہیں جن کا تعلق اس شئے سے ہے[1]

انگریزی قانون کا یہ ایک سخت اصولی مسئلہ ہے کہ ملک کی اراضی کا مالک بجز تاج (بادشاہ) انگلستان کے کوئی اور شخص نہیں ہوسکتا اس اصول کے لحاظ سے ایسی اراضی تک جو فی سمپل کہلاتی ہے اور جو ایک قسم کا ایسا بہترین حق مقابضت ہے جو انگلستان کی کسی رعیت کو زمین میں حاصل ہوسکتا ہے صحیح معنوں میں کسی شخص کی ملک نہیں ہوسکتی بلکہ اسکو تاج انگلستان کی ملکیت پر ایک قسم کا بار یا کفالت سمجھنا چاہئے فی سمپل سے مراد ایسی مقابضت زمین یا پٹہ ہے جو کسی شخص کو اور اس کے بعد اس کے ورثا کو عطا کیا جاتا ہے بالفاظ دیگر فی سمپل ایک قسم کا پٹہ دائمی ہے جو پٹہ دار کے خاندان میں نسلاً بعد نسل اور بطناً

---

[1] اگرچہ حق ملکیت کی ایک ضروری خاصیت یا کیفیت مالک کا وہ اختیار کامل ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنی ملک کو نہایت آزادی سے اپنی زندگی میں خود اور مرنے کے بعد بذریعۂ وصیت منتقل کرسکتا ہے لیکن اس اختیار کو حق ملکیت کا کوئی جزو سمجھنا چاہئے اور نہ یہ خاصیت اسقدر اہم ہے کہ اسکو حق ملکیت کی تعریف میں داخل سمجھ سکیں چنانچہ قانون انگلستان کی رو سے حق یا مرہانہ کے حاصل ہونیکے قبل جن کتخدا عورتوں کے اختیارات انتقال پر قیود عائد کئے جاتے ہیں۔ وہ بھی اپنی جائداد کی مالک مانت سمجھی جاتی ہیں حالانکہ انھیں اپنی جائداد کو انتقال یا مکفول و زیر بار کرنیکا نہیں ہوتا ہے۔

آسٹن نے (اصول قانون صفحہ ۸۱۰ طبع سوم) حق ملکیت کی اسطرح تعریف کی ہے۔ کہ وہ کسی شئے پر ایک ایسا حق ہے جو بلحاظ تمتع و تصرف معین نہیں کیا جاسکتا اسکے مالک کا اختیار انتقال غیر محدود اور اسکے دوران کی کوئی مدت نہیں قرار دیجاسکتی ہے۔

بعد لبطنٍ بحال رہتا ہے[۱] بہرحال یہ حق تمتع مستقل نہیں بلکہ عارضی ہے کیونکہ
جس صورت میں اسامی (فی سمپل کا پٹہ دار) کسی وارث یا موہوب لہٗ
(بالوصیت) چھوڑنے کے بغیر فوت ہوجاتا ہے تو یہ حق مقابضت بھی
قدرتی طور پر ختم ہوجاتا ہے۔ اسامی یا معطی لہٗ کا سلسلۂ نسل جاری رہنے پر
اس سلسلہ میں فی سمپل وراثتاً منتقل ہوتا رہتا ہے۔ بہرکیف آسامی کی
لاوارث فوتی کی وجہ سے اس قسم کی اراضی تاج انگلستان کی طرف عود کرتی
ہے یعنے تاج انگلستان کو فی سمپل زمین میں جو ملکیت حاصل ہے وہ کبھی نہیں
ہونے پاتی بلکہ فی سمپل کی وجہ سے اس پر ایک قسم کا بار عائد کیا جاتا ہے
اور جب کسی وجہ سے جیسا کہ اس مثال میں اسامی کی لاوارثی عود کی بناء
قرار دی گئی ہے بادشاہ کے اس ملک سے اس طرح کا بار ہٹ جاتا ہے
تو زمین مذکور اس حالت پر پہنچ جاتی ہے جو قبل عطا تھی فی سمپل عطا کے بار اور
قید وراثت سے آزاد ورہا ہوکر پھر بادشاہ کی ملک مطلق بنجاتی ہے اس کے
برعکس جائداد یا مال منقولہ کی حالت ہے جس طرح بادشاہ (انگلستان) اس
جائداد یا مال کا مالک ہوسکتا ہے اسی طرح رعیت بھی اس کی ملک بن سکتی ہے
اگرچہ یہ صحیح ہے کہ جس طرح بصورت لاوارثی فی سمپل زمین بادشاہ کے حق میں
عود کر آتی ہے اسی طرح اس رعیت کا مال جس کا کوئی قریب کا رشتہ دار
نہ ہو اور جس نے بلا وصیت وفات پائی ہو بصیغۂ لاوارث بادشاہ کو پہنچتا
ہے لیکن ان دونوں اشکال میں ازروئے نظریۂ قانون ایک بین فرق ہے۔
مال منقولہ کی صورت میں تاج انگلستان کو حق ملکیت وراثتاً پہنچتا ہے تاج شخص متوفی
کا وارث متصور ہوتا ہے جس طرح متوفی کی ملکیت اس کے کسی وارث یا
قرابت دار قریبہ میں بصورت موجودگی وارث وغیرہ منتقل ہوکر جاری رہتی
ہے اسی طرح اس کے لاوارث مرنے کے بعد اس کی ملکیت بادشاہ میں منتقل ہوکر

[۱] فی سمپل وغیرہ کی صراحت کے متعلق ملاحظہ ہو تشریحات مندرجہ تاریخ دستور انگلستان برائے
انٹرمیڈیٹ صفحات از ۳۹ تا ۴۱۔

بحال رہتی ہے لیکن عود کی صورت میں جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے متوفی کا حق ختم ہو جاتا ہے متوفی کا حق وراثتاً نہیں پاتا بلکہ اس کا حق اس کو واپس ملتا ہے۔

زمین کا فی سمپل (حق مقابضت) اور زمین کی ملکیت میں جو از روئے نظریۂ قانون اس طرح کا فرق کیا جاتا ہے وہ کوئی حقیقی اور مادی فرق نہیں ہے بلکہ وہ ایک قسم کا صوری فرق ہے۔ اگرچہ فی سمپل کی آسامی کا حق (مقابضت) از روئے نظریۂ قانون مستقل نہیں ہے لیکن عملاً اور فی الحقیقت اس کا یہ حق مستقل اور دائمی ہے کیونکہ عود کا عمل اُسی وقت کیا جاتا ہے جبکہ اسامی بلا وصیت فوت ہوتا ہے اس لئے گو اسامی اپنی حیات میں اپنی فی سمپل کو اپنے مرنے کے بعد بذریعۂ وصیت وغیرہ منتقل کرنے کا انتظام کرلے تو اس کا فی سمپل عود کے اثر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ بنا برآں ہماری رائے میں انگلستان کے قانون جائداد غیر منقولہ کے اس اصطلاحی فرق کا نظر انداز کیا جانا مناسب ہے اور ہمیں اختیار ہے کہ ہم زمین کے فی سمپل کو ملکیت زمین کہیں اور تاج کا حق ملکیت جو اس قسم کی زمین میں ہے اس کو تاج کی ایسی زمین نہ سمجھیں جو کسی رعیت کے حق مقابضت سے زیر بار ہوئی ہے بلکہ اس کی نسبت تاج کو ایسا حق وراثت حاصل ہے جو اسامی کی وفات بلا وصیت کے سبب سے نفاذ پا سکتا ہے۔

## فصل ۱۵۵۔ منقولہ اور غیر منقولہ جائداد

اشیائے مادی کی جو مختلف اصول پر تقسیم کی گئی ہے ان میں سب سے زیادہ اہم اور مفید اصول وہ ہے جس کی بنا پر ان اشیار کی دو قسمیں منقولہ اور غیر منقولہ قرار دی جاتی ہیں۔ اسی فرق کو انگریزی قانون میں ایک دوسرے نہج سے بیان کیا گیا ہے اور جو الفاظ اس کے لئے قانون میں مشہور ہیں ان سے لوگوں کے کان بھی آشنا ہیں یعنے مال اور زمین انگلستان کے قانون میں منقولہ اور غیر منقولہ اشیائے مادی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ دوسرے دساتیر قانونی میں بھی اشیائے مادی کی اس طرح دو قسمیں قرار دی گئی ہیں لیکن انگلستان کے قانون میں جس قدر اشیا کے ان اقسام میں

فرق کیا جاتا ہے اس قدر کسی ملک کے قانون میں ان اشیاء کے متعلق امتیاز نہیں کیا جاتا ہے۔

قانونی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو کسی غیر منقولہ شئے یعنے ایک قطعۂ زمین حسب ذیل عناصر (یا اجزا) پائے جاتے ہیں:۔

۱۔ سطح ارض کا ایک معین حصہ۔

۲۔ پہلے فقرہ میں جو حصۂ ارض معین کیا گیا ہے اس کی سطح کے نیچے کی جانب کی زمین تا مرکز کرۂ ارض۔ زمین انگلستان کے جس قدر قطعات ہیں وہ سب نیچے کی طرف اپنے عمق میں بڑھتے ہوئے کرۂ ارض کے مرکز کے نقطے پر پہنچکر آپس میں مل جاتے ہیں۔

۳۔ اسی طرح اس ملک کے ہر ایک قطعۂ زمین کا وہ حصہ جو اس کی سطح سے فضا میں آسمان یعنے از تحت تا ثریا پہنچتا ہے۔ چنانچہ کوک[1] نے لکھا ہے کہ قانون کی نظروں میں کرۂ ارض میں بلندی کی طرف بڑھنے یعنے صعود کرنے کا بہت زیادہ مادہ ہے زمین کا شمار جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے سمندر کی تہ سے سطح آب تک نہیں کیا جاتا بلکہ سطح آب یا سطح زمین کے بعد سے ہوا وغیرہ جس قدر چیزیں فضا میں آسمان تک ہیں وہ سب کرۂ ارض میں داخل ہیں۔ کیونکہ (قانون رومانا کا بھی یہی مقولہ ہے) "جو شخص جس قطعۂ زمین کا مالک ہے آسمان تک ہی زمین اُسکی ہے"۔ لیکن یہ ایسا مسئلہ ہے جو خالی از بحث نہیں ہے۔ اگر دنیا کے تمام و سائیر قانونی میں اس کو تسلیم کر لیا جاتا تو اس مسئلہ کی بنا پر فضا میں مداخلت بیجا کے ارتکاب کا لوگوں پر الزام لگایا جا سکتا اور مالکان اراضی دیگر اشخاص کو فضا میں جو ان کی زمینوں کی سطح کے اوپر واقع ہے پرواز اور حمل و نقل کرنے سے مانعت کر سکتے۔ اگر کوئی شخص زمین سے غبارہ کے ذریعہ سے نصف میل کی بلندی تک پرواز کرے تو کیا اس کے فعل سے زمین کے ان مالکوں کے حقوق کی پامالی ہوتی ہے جو اس میلوں کے نیچے سطح ارض پر واقع ہوتی ہیں قانون انگلستان کی موجودہ حالت پر نظر کرتے ہوئے

[1] تصنیفات قانونی کوک مرتبہ لٹل ٹن صفحہ ۴ (الف)

اس سوال کے تین جواب ہو سکتے ہیں۔ اس ملک کے قانون کی رو سے فضا میں کسی شخص کو حق ملکیت نہیں حاصل ہو سکتا یا اگر حاصل بھی ہو تو مالک زمین اپنے فضائی حصے کو تنہا آپ استعمال کرنے کا مجاز نہیں ہے البتہ وہ دوسروں کے ایسے افعال کو روک سکتا ہے جو اس کی زمین کی سطح سے اس قدر نزدیک فضا میں کئے جاتے ہیں جن کے قرب کی وجہ سے اس کی سطح زمین کو نقصان پہنچتا ہو یا وہ افعال بلحاظ نوعیت ایسے ہوں جن کی وجہ سے وہ اپنی زمین کی سطح سے پوری آزادی کے ساتھ متمتع نہ ہو سکتا ہو۔ جرمنی کے مجموعۂ قانون دیوانی[1] کے لحاظ سے اگرچہ مالک زمین کو اس حصہ پر جو اس کی زمین کی سطح سے فضا میں آسمان کی طرف واقع ہوتا ہے ملکیت حاصل ہے لیکن وہ دوسرے اشخاص کے افعال کو جو اس کی زمین کی فضا میں ایسی بلندی پر کئے جاتے ہیں جن سے اس کو اپنے تمتع سطح سے ضرر نہ پہنچے نہیں روک سکتا۔

۴۔ ایسی تمام اشیاء جو زمین کی سطح کے اوپر اور نیچے (مرکز ارض کی طرف) اپنی قدرتی حالت میں پائی جاتی یا واقع ہوتی ہیں جیسا کہ معدنیات اور نباتات قدرتی ہیں۔ ہر چند اس قسم کی چیزیں جسمانی طور پر زمین سے ملحق و ملصق نہیں ہوتی ہیں تاہم وہ اس زمین کا جس میں یا جس پر وہ واقع ہوتی ہیں جزو سمجھی جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے ایسے پتھر جو سطح زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور جو زمین میں نصب نہیں کئے جاتے زمین کا جزو خیال کئے جاتے ہیں اور اس لئے ایسے پتھروں کی بھی وہی حالت سمجھی جاتی ہے جو سنگ معدن کی کیفیت ہے۔

۵۔ ایسی تمام اشیاء جو انسان کے ذریعہ سے سطح زمین کے اوپر یا نیچے بہ نیت الحاق دائمی رکھی جاتی ہیں وہ سب جزو زمین قرار پاتے ہیں اور ان کی

---

[1] اس مسئلہ کے متعلق ملاحظہ ہو قانون ٹارٹ مولفہ پالک صفحہ ۳۶۳ طبع دہم قانون ٹارٹ مولفہ کلارک و لنڈسل صفحہ ۳۶۲ طبع ششم۔ قانون فضا (ہوا) مولفہ ہیلزل ٹائن۔ پکرنگ بنام رڈ کمپل جلد ۴ صفحہ ۲۱۹۔ ریوارڈ رپورٹس جلد ۶ صفحہ ۷، فے بنام پرنٹس کامن بینچ جلد ۱ صفحہ ۸۲۸۔ وانڈز ورتھ بورڈ آف ورکس بنام یونائیٹڈ ٹیلیگراف کمپنی کوئینز بینچ ڈویژن جلد ۳ صفحہ ۹۰۴ اے بس بنام لافٹس آئرن کمپنی لا رپورٹس مرتبہ کیرنگٹش اور پین جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۔

[2] آرٹیکل ۹۰۵۔

وہ حیثیت اور ہستی باقی نہیں رہتی جس کی بنا پر وہ منقولہ سمجھے جاتے تھے۔ اسکی مثالیں عمارات، دیواریں اور خندقیں ہیں۔ چنانچہ قانون رومانیہ[له] کا مقولہ ہے کہ جس چیز کی زمین پر تعمیر ہوتی ہے وہ اس سے ملصق ہو جاتی ہے[ے] اس مقام پر اس امر کا اظہار کر دینا ضرور ہے کہ عمارت یا کسی اور غیر چسپاں شئے کے جزو زمین متصور ہونے کے لئے اس شئے کا زمین پر یا اس کے اندر بہ نیت الحاق دائمی بنایا جانا یا رکھا جانا لازم ہے اگر تعمیر کنندہ کی ایسی نیت نہ ہو تو تعمیر کردہ یا رکھی ہوی شئے زمین سے ملحق یا اس کا جزو نہیں متصور ہو سکتی چنانچہ اسی بناء پر ایسے پتھروں کی دیوار جو چونے یا مٹی اور پائے (بنیاد) کے بغیر زمین پر بنائی جائے یعنے صرف پتھروں کو جمع کر کے ان کے ذریعہ سے ایک دیوار کھڑی کر دی جائے تو ایسی دیوار بھی زمین کا اسی طرح جزو سمجھی جاتی ہے جس طرح کہ چونے یا مٹی اور پتھروں کی پختہ دیوار زمین کی ملحقات میں شمار ہوتی ہے[ہے]۔

اس کے برعکس اگر رکھنے والے کی نیت الحاق دائمی کی نہ ہو تو اس سے الحاق جسمانی پانے کے باوجود شئے اس کا جزو نہیں بن سکتی ہے چنانچہ ایسی اشیاء جو تزئین مکان کی غرض سے کمروں کی دیواروں اور دروازوں وغیرہ پر لٹکائی جاتی ہیں اور قالین وغیرہ کو جن کا فرش کیا جاتا ہے کیلوں کے ذریعہ سے دیواروں اور فرش پر چسپاں کر دینے سے قالین وغیرہ مکان کا جزو نہیں متصور ہوتے ہیں[ہے] ایسا ہی جو روپیہ زمین میں دفن کیا جائے وہ اسی طرح سے جائداد (یا مال) منقولہ سمجھا جاتا ہے جس طرح وہ روپیہ

---

[له] النسٹی ٹیوٹس جسٹینین جلد ۲ عنوان ۱ فقرہ (۲۹) ملاحظہ ہو گالیس ۲ — ۷۳ زمین کی ملکیت کے تابع اس شئے کی ملکیت ہے جو اس زمین کی سطح پر تعمیر کیجاتی ہے۔

[ے] ہانٹی بنام بارنز (سنہ ۱۹۰۱ء) کنگز بینچ جلد ۱ صفحہ ۲۰۵۔

[ہے] انگلستان کے قانون نے بتدریج اور نامکمل مطابقت کے ساتھ اس مادہ میں ایک بین الفہم اصول قائم کیا ہے۔ اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ انگلستان کے قدیم قانون میں جزو زمین قرار پانے کے لئے کسی شئے کا زمین سے جسمانی الحاق کا پیدا کر لینا ضروری اور کافی سمجھا جاتا تھا لیکن اس قانون میں اس ضرورت کے متعلق اس کثرت سے اہم مستثنیات کا اضافہ کیا گیا تھا کہ اصل اصول کی کوئی عاقلانہ بنیاد

جو کسی کی جیب[1] میں رکھا ہوا ہو۔ یہ امر بالکل طے شدہ اور صاف ہے کہ اشیاء میں منقولہ اور غیر منقولہ کا جو امتیاز کیا جاتا ہے اس کا تعلق صرف مادی اشیاء سے ہے

**بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:**۔ باقی نہیں رہی تھی۔ اس اصول یا نکتہ کے متعلق انگلستان کا جو موجودہ قانون ہے اس کی نسبت ملاحظہ ہو ہالینڈ بنام ہاج سن لا رپورٹ پریوی کونسل جلد ۷ صفحہ ۳۲۸۔ مانٹی بنام بارنز (سنہ ۱۹۰۱ء) کنگز بینچ جلد ا صفحہ ۲۰۵۔ بمعاملہ ڈی قیبل (سنہ ۱۹۰۱ء) چانسری جلد ا صفحہ ۵۲۳۔ (سنہ ۱۹۰۲ء) اپیل کیسز صفحہ ۱۵۷۔ ایلوینیر بنام برگ کیس کمپنی چانسری ڈویژن جلد ۳ صفحہ ۵۶۲۔ اسی قسم کا قانون جرمنی کے مجموعہ قانون دیوانی کے آرٹیکل ۹۵ میں درج ہے "جن اشیاء کا عارضی غرض سے زمین کے ساتھ الحاق کیا جاتا ہے وہ زمین کا جزو نہیں ہو سکتی ہیں" مقدمہ رے نلڈز بنام ایشن لی اینڈ سن (سنہ ۱۹۰۶ء) اپیل کیسز صفحہ ۴۶۶ کے ملاحظہ سے پایا جاتا ہے کہ انگریزی قانون میں اس اصول کے متعلق ابھی تک ایک قاعدہ تک ایسا نہیں اختیار کیا گیا ہے جو سریع الفہم اور مستقل و استوار ہو۔

[1] ہر ایک مادی شئے کی قدرتی حدود ہوتی ہیں لیکن زمین کے لئے منجانب قدرت حدود معین نہیں کیگئی ہیں۔ اس پر بھی ایک زمین کا حصہ دوسری زمین کے حصہ سے جو علیحدہ قرار دیا جاتا ہے اس کا سبب قدرتی حدود نہیں ہیں بلکہ انسان نے مصنوعی حدود قائم کرکے اس طرح ایک شخص کی زمین کو دوسرے شخص کی زمین سے علیحدہ کر لیا ہے۔ بہر حال زمین کے بلحاظ ملکیت جو متعدد اور مختلف قطعات قرار دئے جاتے ہیں ان کا انحصار انسان کی اس تقسیم پر ہے جس کو اس نے خود مختارانہ اور مصنوعی طور پر قائم کیا ہے۔ لہذا انسان زمین کی تقسیم در تقسیم علیحدہ علیحدہ ملکیت قائم کرنے کی غرض سے اپنی مرضی کے موافق کر سکتا ہے۔ جن حدود اور خطوط کے ذریعہ سے مالکان اراضی اپنی زمینات کی ذیلی تقسیم کرتے ہیں ان کا بخط قائم اور بخط عرض دونوں طرح سے واقع ہونا ممکن ہے یعنے زمین کی ذیلی تقسیم کا عمودی اور افقی (عرضی) دونوں طرز کے خطوط سے ہو سکتی ہے ایک قطعہ زمین کی سطح کا ایک شخص اور طبقات زیرین کا دوسرا شخص مالک ہو سکتا ہے اسی طرح ایک مکان یا عمارت کی مختلف منزلیں مختلف اشخاص کی ملک ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ دی مڈلینڈ ریلوے کمپنی بنام رائٹ (سنہ ۱۹۰۱ء) چانسری جلد ا صفحہ ۷۳۰ کے مقدمہ میں عدالت نے طے کیا ہے کہ اس کمپنی کی زمین کے ایک حصہ کی سطح حق قدامت کی بناء پر مرافعہ علیہ کی ملک ہوگئی لیکن اس سطح کا طبقہ زیرین جس میں سے ایک ٹنل کمپنی مذکور نے جاری کی ہے اور جو عرصہ دراز سے مسلسل اس کے قبضہ میں رہی ہے کمپنی کی ملک سمجھی جائیگی۔

اس پر بھی شومی قسمت سے قانون نے حقوق میں بھی اس قسم کے امتیاز کو جاری کرنیکی کوشش کی ہے۔ جس طرح اشیاء کا محل اور موقع ہوتا ہے اسی طرح قانون میں حقوق کا بھی محل اور موقع تصور کیا جاتا ہے۔ جس طرح وہ منقولہ یا کسی ایک مقام پر ملحق اور مستقل ہوتے ہیں اسی طرح حقوق بھی قانون میں کسی جگہ سے ملحق اور مستقل یا منقولہ سمجھے جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حقوق میں جو اس طرح قانون نے امتیاز کیا ہے وہ منطق کے خلاف اور بعید از عقل ہے اور اس کی بناء یوں ہوی کہ حقوق ملکیت کو ان اشیاء کے مساوی یا ان کی بجائے تصور کیا گیا ہے جن پر وہ حقوق حاصل ہوتے ہیں یعنے حقوق ملکیت اپنی موضوعات کے مساوی سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ جس طرح میں اپنی زمین یا مال منقولہ کا مالک ہوسکتا ہوں اسی طرح میں حقوق آسائش، حصص قرضہ جات، معاہدات اور ایجادات کا مالک بن سکتا ہوں۔ جس طرح جائداد منقولہ اور غیر منقولہ میری ملک ہوسکتی ہے اسی طرح یہ تمام حقوق آسائش وغیرہ کا میری ملک میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ زمین، معاہدات، حقوق آسائش، حصص وغیرہ پر ملک اور جائداد کا اطلاق کیا جاتا ہے اور ان میں سے بعض کے لئے مقام و محل ہے لہذا ان کا جائداد منقولہ اور غیر منقولہ میں تقسیم کیا جانا صحیح اور جائز ہے لیکن بے احتیاطی کی وجہ سے قانون میں ان میں سے بعض اشیاء کی بجائے ان میں کی تمام اشیاء کو محل اور موقع سے متصف کیا گیا ہے۔ جو صفات مادی اشیاء کے واسطے مخصوص ہیں ان ہی سے قانون نے غیر مادی اشیاء کو بھی متصف کردیا ہے۔ قانون نے اس امتیاز کی بناء پر جو اشیائے طبعی (مادی اشیاء) میں پایا جاتا ہے، تمام حقوق ملکیت کی دو حصوں میں تقسیم کی ہے۔ یہ انوکھا پن محض انگریزی قانون ہی میں نہیں پایا جاتا ہے بلکہ اس کا پتا ممالک یورپ کے اکثر و سایتر قانونی[1] میں بھی چلتا ہے۔

[1] باڈری لیکن ٹی نری ڈیس بیینس دفعہ ۱۲۳ "لوگ اس امر سے واقف ہیں کہ ایسے حقوق جن کو قانون میں غیر مادی اشیاء خیال کیا جاتا ہے اصل میں منقولہ یا غیر منقولہ اشیاء (یا جائداد) نہیں ہیں۔ لیکن ایک قانونی مفروضہ یا افسانہ کی بناء پر قانونی ملک میں ان کی موضوعات کی نوعیت کے لحاظ سے بعض وقت یہ حقوق منقولہ اور بعض وقت غیر منقولہ متصور ہوتے ہیں۔" اس کے علاوہ ملاحظہ ہو پنڈیکٹن مصنف ڈرونبرگ جلد ا دفعہ ۷۴۔

آخر کس اصول پر قانون ملک نے حقوق کی دو قسمیں منقولہ اور غیر منقولہ قرار دی ہیں اس سوال کے جواب میں ایک عام قاعدہ بیان کیا جاتا ہے۔ جب قانون میں ایک حق منقولہ اور دوسرا غیر منقولہ کہا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قانون میں حق کی وہی صفت سمجھی جاتی ہے جو موضوع حق کی ہے۔ جس حق کا موضوع غیر منقولہ شئے ہوتی ہے اس کا حق بھی غیر منقولہ سمجھا جاتا ہے چنانچہ اسی بناء پر پٹہ سردی ٹیوڈ (تابعیت استفادہ از زمین غیر) کفالت ایسی قسم کی جس قدر حقوق زمین غیر میں شخص کو حاصل ہوتے ہیں غیر منقولہ کہلاتے ہیں لیکن ہر ایک ایسا حق جو کسی منقولہ شئے میں شخص کو حاصل ہوتا ہے وہ حق منقولہ کہلاتا ہے۔ بہرحال اگر موضوعات کے لحاظ سے قانون میں اس طرح حقوق کی تقسیم کی گئی ہے تو اس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں لوگوں کو چنداں دشواری نہیں ہوسکتی ہے لیکن ایسے حقوق جیسا کہ تصنیف، ایجاد کسی تجارت یا دوکان کی شہرت عام یا نشان تجارت یا نفع معاہدہ کے حقوق ہیں اور جن کی موضوعات مادی نہیں ہیں قانون میں کس طرح تقسیم کی گئی ہے اور اس کی کیا توجیہہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قانون ملک میں اس قسم کے تمام حقوق منقولہ قرار دئے گئے ہیں۔ جن حقوق کا کسی وجہ سے جائداد غیر منقولہ میں شمار کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا ہے یا جو حقوق اس قسم کی جائداد میں داخل ہونے کے مستحق نہیں پائے جاتے ہیں ان کا شمار جائداد منقولہ میں کیا جاتا ہے اور ان کو حقوق منقولہ کہتے ہیں بہرحال جو حقوق پہلی صنف میں داخل ہونے کے بعد باقی رہجاتے ہیں ان پر حقوق منقولہ کا مجموعہ مبنی ہوتا ہے۔

قانون ملک نے حقوق کی نہ صرف دو قسمیں منقولہ اور غیر منقولہ قرار دی ہیں بلکہ اس سے بڑھکر ایک اور کام کیا ہے مقام اور محل سے ہی حقوق کو متصف کیا گیا ہے۔ قانون ملک نے محض اس امر کا بیان کرنا کہ فلاں حق کا وجود ہے اپنے ذمہ لیا ہے بلکہ اس امر کا تعین کرنا کہ اس حق کا وجود کہاں ہے اُس نے اپنے پر فرض کرلیا ہے۔ جن حقوق کا تعلق اشیائے مادی سے ہوتا ہے یعنے جن حقوق کی موضوعات، مادی اشیاء ہیں ان کا موقع اور محل بتلانے میں کسی قسم کی دشواری نہیں پیش آتی چنانچہ قانون میں کسی سروی ٹیوڈ یا کسی حق در زمین غیر کا وہی مقام ہے جہاں کہ زمین ممنوع واقع ہوتی ہے۔ ایسا ہی جو حق کسی شئے پر ہوتا ہے وہ جائداد منقولہ ہے اور جہاں وہ شئے منتقل

ہوتی ہے وہیں وہ حق بھی اس شئے کے ساتھ منتقل ہوتا ہے۔ لیکن جس حق کا موضوع کوئی مادی شئے نہیں ہے تو اس حق کا مقام یا محل کیونکر معین کیا جا سکتا ہے قرضے یا کسی کمپنی کے حصے یا کسی معاہدے کے نفع یا کسی حق تصنیف کا کیا مقام اور محل ہے؟ ان حقوق کا محل وقوع کس شئے کو سمجھنا چاہیئے؟ ان سوالات کا کسی صحیح اصول اور قاعدے کے ذریعے سے جواب دینا ممکن نہیں ہے لیکن ان کے جوابات بعض اصول کی مشابہت کی بنا پر دئے جا سکتے ہیں۔ مصنفین نے چند من گھڑت جوابات دئیے ہیں اور ہم اس مقام پر نہایت افسوس سے ان سوالات و جوابات کو درج کئے دیتے ہیں۔ قانون ملک کی حالت موجودہ پر نظر کرتے ہوئے اس قسم کے حقوق کے متعلق چند قواعد کا پتا چلتا ہے اور یہ قواعد اس مفروضے پر مشتمل ہیں کہ ہر ایک قسم کی جائداد کا جس کا وجود ہو سکتا ہے کہیں نہ کہیں (کسی ایک مقام پر) موجود ہونا لازم ہے۔ ان قواعد کے اطلاق کے لئے حقوق کے مقام و محل کا تعین بھی لازم ہے حالانکہ حقوق کے محل وقوع کے قرار دینے میں قانونی مفروضات اور افسانہ جات سے کام لینے کی ضرورت ہی کیوں نہ پیش آتی ہو۔ چنانچہ لارڈ لنڈلے[۲] نے لکھا ہے کہ "جائداد کے متعلق جو تصور قانونی ہے اس سے مترشح ہوتا ہے کہ اس کے مقام وجود یا اس کے محل وقوع کا بھی اسی طرح قانون میں تصور کیا جانا ضرور ہے... یہ کہنا کہ جائداد کسی مقام پر نہیں موجود ہوتی ہے میرے نزدیک بعید از فہم ہے"۔

حقوق کے مقام و محل کو معین کرنے کی بابت ایک عام اور مشہور اصول یہ ہے کہ حق کا محل وقوع وہ مقام سمجھا جاتا ہے جہاں اس سے حقدار مستفید اور اس پر متصرف ہوتا ہے۔ لہذا جہاں مادی اشیاء واقع ہوتی ہیں وہی مقام ان کے حقوق متعلقہ کا

---

[۱] مثلاً انگریزی عدالتوں کو اشخاص متوفی کے متعلق اہتمام ترکہ کا انگلستان کے ان ہی مقامات میں اختیار حاصل ہے جن مقامات میں اشخاص متوفی کی جائداد واقع ہوتی ہے۔ ایسا ہی قانون مالگزاری اور قانون بین الاقوامی کے بعض ان حصوں کی بنا جن کا تعلق مختلف سلطنتوں کی رعایا سے ہے اس مفروضہ پر رکھی گئی ہے کہ تمام حقوق ملکیت کے لئے کہیں نہ کہیں محل وقوع ہوا کرتا ہے۔

[۲] ان لینڈ ریوینو کمشنرز بنام ملر اینڈ کمپنیز مارجرین لمیٹیڈ (۱۹۰۱ء) اپیل کیسیز صفحہ ۲۲۶۔

سمجھا جاتا ہے۔ تجارت یا دوکانداری کی شہرت عام اسی مقام پر سمجھی جاتی ہے جہاں اس قسم کا کاروبار چلایا جاتا ہے[۱]۔

قرضہ جات کا عموماً ان ہی مقامات میں واقع ہونا تصور کیا جاتا ہے جہاں ان کے مدیون رہتے ہیں[۲] کیونکہ دائن کو اپنے زر دین[۳] کے وصول کرنے کے لئے اسی مقام پر جانا پڑتا ہے

[۱] ان لینڈ ریوینیو کمشنرز بنام ملرانیڈ کمپنیز مارجرین لمیٹیڈ (سنہ ۱۹۰۱ء) اپیل کیسز صفحہ ۲۳۶۔

[۲] ڈایس کان فلیکٹ آف لاز (تصادم قوانین) صفحہ ۳۱۰ طبع دوم۔

[۳] بعض ایسے نظائر پائے جاتے ہیں جن کے فیصلوں میں عدالت نے فرض کیا ہے کہ جائداد غیر مادی (جائداد غیر جسمانی) کے لئے موقع اور محل کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر دی اسمیلٹنگ کمپنی آف آسٹریلیا بنام کمشنرز آف ان لینڈ ریوینیو (سنہ ۱۸۹۷ء) کوئنز بینچ جلد اصفحہ ۱۷۵ میں طے پایا ہے کہ نیو ساؤتھ ویلز کے حق ایجاد کا ایک حصہ اور اس ایجاد کو اس نو آبادی (آسٹریلیا) کے ایک مخصوص ضلع میں استعمال کرنے کا حق ایسی جائداد نہیں ہے جو "ریاست متحدہ (برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ) کے باہر موقع اور محل رکھتی ہو" اس مقدمہ میں جب جائداد یا حق کا محل وقوع برطانیہ عظمیٰ اور آئرلینڈ کے باہر قرار دئے جانے کی کوشش کیجارہی ہے وہ قانون اسٹامپ بابتہ (سنہ ۱۸۹۱ء) کی دفعہ ۵۹ ذیلی دفعہ ۱ کے معنوں میں داخل نہیں ہیں۔ اس رپورٹ کے صفحہ ۱۸۱ پر لارڈ جسٹس لوئیس نے لکھا ہے کہ "یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ کسی حق ایجاد یا ایسی اجازت جس کے ذریعہ سے وہ حق استعمال کیا جائے جو انسان کو نظر نہ آئے اور اُسکی قوت لامسہ سے محسوس نہ ہوسکے۔ باوجود اس کے اسکی نسبت یہ کہا جائے کہ وہ کسی مقام یا محل پر واقع ہے"۔ بہرحال اس خیال کے خلاف جن آراء کا لارڈ جسٹس وگھین ولمز نے بمقدمہ ملرانیڈ کمپنیز مارجرین لینڈ بنام ان لینڈ ریوینیو کمشنرز (سنہ ۱۹۰۰ء) کوئینز بینچ جلد اصفحہ ۳۲۲ اظہار کیا ہے وہ قابل دید ہیں۔ ایسا ہی جب اس فیصلہ کا مرافعہ ہوا لارڈ لینڈلے نے لارڈ جسٹس لوئس کی رائے کے خلاف حقوق اور غیر مادی جائداد کے لئے محل اور مقام کا ہونا لازمی قرار دیا ہے ملاحظہ ہو یہی نظریہ (سنہ ۱۹۰۱ء) اپیل کیسز صفحہ ۲۳۷۔ اس کے علاوہ جائداد غیر مادی کے محل اور مقام کے متعلق ملاحظہ ہو ڈیونیو بین شنگ ٹیکرٹری بنام کمشنرز آف ان لینڈ ریوینیو (سنہ ۱۹۰۱ء) کنگز بینچ جلد اصفحہ ۵۴۵۔ کمشنر آف اسٹامپ بنام ہوپ (سنہ ۱۸۹۱ء) اپیل کیسز صفحہ ۴۷۶۔ اٹرنی جنرل بنام ڈی منڈ کرمیٹن اینڈ جروس صفحہ ۳۵۶۔ ریوائزڈ رپورٹس جلد ۵ صفحہ ۳۲۷۔ بمعاملہ کلارک (سنہ ۱۹۰۴ء) چانسری جلد اصفحہ ۲۹۴۔

جہاں اس کے مدیون کی سکونت ہوتی ہے۔

## فصل ۵۶ ری ال (متعلق شئے) اور پرسنل (خلاف شخص) جائداد

جائداد کی جو دو قسمیں منقولہ اور غیر منقولہ قرار دی گئی ہیں اسی کے مشابہ جائداد کی ری ال (متعلق شئے) اور پرسنل (خلاف شخص) دو حصوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔ جو فرق منقولہ اور غیر منقولہ جائداد میں ہے اسی سے جائداد کا یہ دوسرا فرق ری ال اور پرسنل مستخرج ہوا ہے۔ تمام حقوق ملکیت یا جائداد کے متعلق جس قدر حقوق ہیں ان کا مجموعہ ان دو تقسیم متداخل سے منقسم ہوتا ہے۔ ری ال جائداد اور غیر منقولہ جائداد ایسے دو متداخل دائرے ہیں جو تقریباً ایک دوسرے سے مساوی ہیں لیکن دونوں ایک نہیں ہیں دونوں میں نہایت خفیف سا فرق ہے جس کی وجہ سے ہمیں اس قسم کی جائداد کے متعلق دو علحدہ صفتیں (ری ال اور غیر منقولہ) استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ری ال جائداد کا قانون تقریباً وہی قانون ہے جس کا تعلق اراضی سے ہے یا یوں کہئے کہ ری ال جائداد کے قانون اور قانون اراضی میں مشکل سے کسی قسم کا فرق پایا جاتا ہے لیکن اس قسم کی مشابہت اور مساوات جائداد کے قانون اور جائداد منقولہ کے قانون میں نہیں پائی جاتی ہے۔ جائداد کی ان دونوں قسموں میں جو خفیف سا فرق ہوگیا ہے اس باعث کوئی منطقی دلیل نہیں ہے بلکہ اس امتیاز کی وجہ وہ طریقہ اور طرز ہے جس طریقے سے قانون ملک میں ترقی ہوی اور اس کو ایک قسم کا حادثہ سمجھنا چاہئے۔ لہذا جائداد کی جو دو قسمیں ری ال اور پرسنل قرار دی گئی ہیں وہ محض انسان کی خود مختار طبیعت کا نتیجہ ہیں ورنہ یہ تقسیم کسی طرح بھی علمی اسباب پر مبنی نہیں ہے ری ال جائداد ان تمام حقوق پر مشتمل ہوتی ہے جس کا تعلق اراضی یا زمین سے ہوتا ہے اور اس جائداد میں بعض ایسے حقوق وغیرہ اضافہ کئے گئے ہیں اور چند ایسے مستثنیات کا شمار کیا جاتا ہے جن کو اراضی میں داخل کرنا قانون میں مناسب خیال کیا گیا ہے۔ ان کے سوا دوسرے جس قدر حقوق ملکیت ہیں خواہ ان کا تعلق شخص سے ہو کہ شئے سے

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- ڈایسی کان فلیکٹ آف لاز (تصادم قوانین) صفحات ۳۰۹ تا ۳۱۴ طبع دوم۔

ان پر پرسنل جائداد کا قانون مشتمل ہوتا ہے۔

پرسنل اور ریَ آل حقوق کے فرق کی بناء منطق اور عقل ہے لیکن اس طرح جائداد میں جو فرق کیا جاتا ہے وہ عقل اور منطق پر مبنی نہیں ہے اور نہ ان دونوں قسم کے فرق میں کوئی تعلق یا ربط پایا جاتا ہے۔ اس پر بھی ان دونوں امتیازات میں ایک تاریخی تعلق ہے کیونکہ یہ دونوں قسم کے فرق ایک ہی ماخذ سے مستخرج ہوئے ہیں یعنے ان کا ماخذ رومانیوں کا وہ امتیاز ہے جس کی بناء پر رومانیوں نے دعوے کی دو قسمیں دعوے متعلق شئے اور دعوے خلاف شخص قرار دی تھیں۔ اس لحاظ سے ریَ آل جائداد سے مراد ابتداء میں وہ جائداد تھی جو ریَ آل نالش کے ذریعے سے یعنے نالش متعلق شئے کے ذریعے سے حاصل کیجاتی تھی۔ اور پرسنل جائداد وہ جائداد تھی جو پرسنل (خلاف شخص) نالش کے ذریعے سے حاصل ہوسکتی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ انگریزی قانون میں نالشوں کی جو دو قسمیں ریَ آل (متعلق شئے) اور پرسنل (خلاف شخص) قرار دی گئی تھیں اس کی ابتداء بیکٹن اور دوسرے اشخاص نے کی ہے جو انگریزی قانون کے بانی ہیں اور ان لوگوں نے اس امتیاز کو جسٹینین کی نالشات متعلق شئے اور نالشات خلاف شخص سے استخراج کیا ہے۔ حالانکہ اس زمانہ کی ضرورتوں کی بناء پر اس عہد کے انگریزی قانون کے اس امتیازی مسئلے میں رومانیوں کے مسئلہ امتیاز سے کہیں زیادہ اہم اور مفید ترمیمات کیگئی تھیں [1]۔

منقولہ اور غیر منقولہ جائداد نیز پرسنل اور ریَ آل جائداد میں جو فرق و امتیاز ہے اس کے متعلق لفظ چیٹل ( Chettel ) یعنے مال یا جائداد منقولہ) کے مختلف مفہوم اور معنے قابل غور ہیں چنانچہ اس اصطلاح کے انگریزی قانون میں تین مختلف معنے ہیں۔

۱۔ ایک منقولہ جسمانی شئے مثلاً گھوڑا کتاب شلنگ وغیرہ خصوصاً جبکہ ان جسمانی اور طبعی اشیا اور زمین میں فرق کرنا منظور ہو تو پہلی قسم کی چیزوں کو چیٹل یعنے مال یا جائداد غیر منقولہ کہتے ہیں۔

[1] مشرقی۔ سی ہیٹز لا کو ارٹر جنرل جلد ۴ صفحہ ۳۹۴ پر اس مسئلہ کے متعلق بخوبی بحث کی ہے۔

جائداد منقولہ جس میں جسمانی اور غیر جسمانی (مادی اور غیر مادی) دونوں قسم کی جائداد شامل ہے یعنے اس قسم کی جائداد میں ایسی کل اشیاء داخل ہیں جن کے لئے مال یا جائداد منقولہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے نیز ایسے تمام حقوق ملکیت جو غیر منقولہ حقوق کے مجموعے میں داخل نہیں ہیں چنانچہ اس طرز عمل کی بناء پر قرضہ جات حصص، معاہدات اور ایسے دعاوی رجوع کرنے کے حقوق جن کے ذریعے سے قرضہ یا زر وصول کیا جاتا ہے اسی طرح سے مال یا جائداد منقولہ کہلاتے ہیں جس طرح سے فرنیچر (میز کرسی) یا تجارتی سامان وغیرہ کو جائداد منقولہ کہتے ہیں۔ علی ہذا القیاس ایجادات (حقوق ایجاد) حقوق تصنیفات اور دیگر حقوق متعلق شئے یعنے ایسے حقوق جن کا تعلق زمین سے نہ ہو جائداد منقولہ ہیں۔ ان تمثیلات سے ظاہر ہے کہ لفظ چیٹل کا دو طرح سے اطلاق کیا جاتا ہے اسم ایک ہے لیکن اس کی مسمی بہ دو قسم کی اشیاء ہیں یعنے چیٹل (مال یا جائداد منقولہ) کا اطلاق مادی اشیاء اور حقوق دونوں پر کیا جاتا ہے اور ان دونوں سے مراد جائداد منقولہ لی جاتی ہے۔ ظاہر ہے جس طرح صنعت تلمیح کے ذریعہ سے جائداد جسمانی اور غیر جسمانی میں فرق کیا جاتا ہے اسی طرح اسی صنعت زبان کی بناء پر لفظ مال یا جائداد منقولہ کا اس طرح دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

۳۔ پرسنل جائداد جس میں منقولہ اور غیر منقولہ دونوں قسم کی جائداد شریک ہے اور اس مفہوم کے لحاظ سے پرسنل جائداد ریل جائداد کی ضد سمجھی جاتی ہے۔ اسی مفہوم کی بناء پر پٹہ جات اراضی کا چیٹل یعنے مال یا جائداد غیر منقولہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ پٹہ زمین کو جائداد غیر منقولہ قرار دینے کا سبب انگریزی قانون کا ایک مخصوص قاعدہ ہے جس کی وجہ سے ریل (غیر منقولہ) جائداد کے دائرہ عمل سے اس کو خارج کیا گیا ہے۔

## فصل ۱۵۷۔ شخص کے اسکی غیر مادی اشیاء میں حقوق

حق ملکیت کا موضوع کوئی مادی یا غیر مادی شئے ہوا کرتی ہے۔ مادی شئے سے مراد کوئی جسمانی یا طبعی شئے ہے اس کے علاوہ دوسری جو شئے ہو سکتی ہے وہ غیر مادی یا غیر طبعی ہے اور ایسی غیر مادی شئے کسی حق کا موضوع ہو سکتی ہے[1]۔

[1] قانون میں جس حد تک صفات، مادہ حقوق کی موضوعات سمجھی جاتی ہیں اس حد تک ان کا مادی اشیاء میں

پہلی قسم کی اشیاء کا قانون جائداد سے تعلق ہے۔ اکثر حالات اور نظائر کا لحاظ کرتے ہوئے حق جائداد سے مراد ایسا حق ہے جس کا کسی مادی شئے کے تمتعات و تصرفات سے تعلق ہوتا ہے بالفاظ دیگر کسی مادی شئے سے متمتع اور اس پر متصرف ہونے کے حق کو عموماً حق جائداد کہتے ہیں۔ سود و بہبود انسان کا جن مادی ذرائع سے تعلق ہے ان میں سے ایک نہ ایک ذریعے کا تقریباً ہر ایک انسان کو عطا کرنا قانون ملک کی اس خاص صنف یا جزو کا کام ہے یعنے زمین کو ان انسانوں میں جو اس پر بستے ہیں بدرجہ اتم تقسیم کرنا قانون جائداد غیر منقولہ کا فریضہ ہے۔ انسان کی عقل اور محنت کا جس قدر غیر مادی حاصل ہے اس کو اصل میں اشیائے غیر مادی سمجھنا چاہیئے اور اس قسم کی جس قدر اشیا ہیں ان سو قانون میں حقوق جائداد کا موضوع قرار دیا گیا ہے۔ بطور کلیہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر ایک انسان اس شئے کا جس کو وہ بناتا یا پیدا کرتا ہے مالک ہوتا ہے۔ جو شئے جس انسان کی عقل و محنت سے پیدا ہوتی یا بنتی ہے وہ اسی کی ملک ہے اور اس شئے سے مستفید ہونے یا اس پر تصرف کرنے کا بلا شرکت غیرے وہی انسان مستحق ہے۔ انسان اپنی قوت دماغی سے جن غیر مادی اشیا کا صنعت گر

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- شمار کیا جانا چاہیئے۔ مادہ کی ایسی صفات جو قانون میں جائداد شخص کے لئے مخصوص ہوسکتی ہیں اصل میں دو ہیں یعنے قوت۔ اور مکان (فضا) قانون میں بھی مال یا جائداد منقولہ سمجھی جاتی ہے اور اس بناء پر بجلی ایک شخص کی ملک ہوسکتی ہے اس کی بیع و شری ممکن اور جائز اس کا چوری جانا بھی ممکن ہے۔ بہر حال جو شخص چاہے بجلی کی بابت فعل جائز یا ناجائز کا ارتکاب کرسکتا ہے ملاحظہ ہو قانون بابت ۴۵ ۔ اور ۶۴ سنہ جلوس وکٹوریہ باب ۵۷ دفعہ ۲۳ - جس طرح مادی اشیاء کے فضا میں واقع ہونے سے فضا یا مکان کئی اشخاص کی ملک قرار پاتا ہے اور ہر ایک اس طرح کا حصہ فضا اپنے مالک کے لئے مخصوص ہو جاتا ہے اسی طرح فضا کے خالی حصوں میں بھی ملک بننے کی قابلیت ہے میرے مکان کے اندر جس قدر خلا ہے وہ میری اسی طرح سے ملک ہے جس طرح سے مکان کی دیوار اور چھت میری ملک ہے۔ یہ بھی ایک علم مقولہ ہے کہ مالک زمین کی ملک فضا کا اس قدر حصہ ہے جو اس کی زمین کی سطح سے شروع ہو کر ثریا تک پہنچتا ہے۔ بہر حال اس مقولہ کی کامل صداقت یا صحت قانون ملک کی موجودہ حالت کے نظر کرتے شبہ سے خالی نہیں ہے لیکن قیاس یا نظریۂ قانونی کی رو سے ملکیت فضا کے مسئلہ کی صحت میں کسی قسم کی دشواری نہیں پیش آتی ہے۔

ہوتا ہے یا یوں کہئے کہ جس آدمی کے دماغ کی جو غیر مادی پیداوار ہے اس کا وہی آدمی مالک ہے اور جس طرح اس کی زمین یا مال اس کو عزیز ہوتا ہے اور جس طرح زمین یا مال اس کی قیمتی اشیا ہیں اسی طرح یہ غیر مادی اشیاء بھی جن کو وہ اپنی قوت دماغی سے بناتا یا پیدا کرتا ہے اس کے نزدیک عزیز اور قیمتی ہیں۔ اسی بنا پر قانون ملک نے انسان کو اس کے غیر مادی دماغی محاصل پر حقوق ملکیت عطا کئے ہیں۔ جو شخص مالک کی اجازت کے بغیر اس طرح کے محاصل میں تصرف کرے وہ اسی طرح سے اس شخص کے حقوق ملکیت کی پامالی کرتا ہے جس طرح سرقہ یا مداخلت بیجا کے ارتکاب سے وہ اس مالک کے حقوق کو ضرر پہنچا سکتا ہے۔ اس نوع کی غیر مادی جائداد کی پانچ مخصوص اقسام ہیں[1]۔

۱۔ ایجادات۔ حق ایجاد کا موضوع، ایجاد و اختراع ہوا کرتی ہے۔ جس شخص کے ذہن و ذکا یا محنت کے ذریعے سے صنعت و حرفت میں کسی جدید طریقے یا ترکیب کی ایجاد ہوتی ہے یا کوئی جدید آلہ بنایا جاتا ہے وہی شخص اس ترکیب اور اس آلہ کے استعمال کرنے اور اس سے مستفید ہونے کا مستحق ہے۔

۲۔ حق تصنیف متعلق ادبیات۔ اس حق کا موضوع وہ واقعات یا خیالات ہیں جن کا مصنف اپنی قوت ادب اور زور قلم سے اظہار کرتا ہے۔ اس شخص کی فہم و فراست یا محنت کا نتیجہ اس قسم کا ادبی مواد ہوتا ہے وہی اس کا مالک ہے اور کسی دوسرے شخص کو اس سے استفادے کی نہ تو اجازت ہے اور نہ وہ اس میں تصرف کر سکتا ہے۔

۳۔ حق تصنیف متعلق فن مصوری۔ مصوری کی جس قدر اقسام جیسا کہ نقاشی

---

[1] اس کے قبل اس کتاب کی فصل ۸۰ میں اشیاء کی جسمانی اور غیر جسمانی اشیاء میں جو تقسیم کی گئی ہے اس کو اشیاء کے مادی اور غیر مادی ہونے کے موجودہ فرق میں خلط ملط نہ کرنا چاہئے۔ یہ دوسرا ایک منطقی فرق ہے اور پہلا امتیاز محض ایک قسم کی صنعت زبان ہے۔ غیر جسمانی شئے اصل میں ایک قسم کا حق ہے یعنے ایسا حق جس کا موضوع تو کوئی مادی شئے ہوتی ہے لیکن حق اپنے ایسے موضوع کی بجائے نہیں سمجھا جاتا یعنے حق اور اسکے موضوع کی ایک ہی ہستی نہیں خیال کیجاتی۔ غیر مادی شئے حق نہیں ہے بلکہ کسی حق کا موضوع ہوا کرتی ہے۔ غیر مادی شئے سوائے مادی شئے بننے کے ہر ایک قسم کے حق کا موضوع قرار پا سکتی ہے۔

رنگ سازی، مُنَبَّت کاری اور عکاسی ہیں وہ تمام ایک ایسے حق کی موضوعات ہیں جو ادبی حق تصنیف کے مشابہ ہیں۔ جب چیزیں کسی مصور کے فہم و فراست اور تدبیر و مہارت یا کسی عکاس کی ذاتی محنت کا نتیجہ ہیں ان کا مالک اس مصور یا عکاس کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا اور یہ اشخاص بلا شرکت غیرے اپنے مصنوعات سے مستفید ہونے کے مستحق ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس حق کا موضوع وہ مادی شئے نہیں ہے جس کو مصور یا عکاس بناتا ہے بلکہ موضوع حق وہ شکل یا شبیہہ ہے جو مصور یا عکاس کے فن کے ذریعے سے اس مادی شئے پر اُتر آتی ہے یعنوم خارجی (مفہوم جسمانی) کے لحاظ سے تصویر سے مراد وہ مادی رنگ اور کین ویس (پارچہ) ہے جس سے تصویر بنتی ہے اور جو شخص ان دونوں مادی اشیاء کو خریدتا ہے وہی اس تصویر کا مالک ہوتا ہے لیکن تصویر اپنے ذہنی یا مثالی مفہوم کے لحاظ سے اس شخص کی ملک ہے جو اس شکل کو اپنے دماغ سے باہر لاتا ہے اور ان دو مادی اشیاء کے ذریعہ سے اُسے جامۂ ظاہری پہناتا ہے۔ لہٰذا پہلی تصویر ایک مادی جائداد اور دوسری تصویر ایک غیر مادی جائداد ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان دونوں معنوں کے لحاظ سے مالک تصویر کا جو حق ہے وہ اسکی ذات سے مخصوص ہے اس میں کسی دوسرے شخص کو تصرف کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ تصویر کے چوری جانے یا ٹوٹ جانے سے مالک کے اس حق کی پامالی ہوتی ہے جو اس کو اس کی مادی تصویر پر حاصل ہے لیکن غیر مادی تصویر پر مالک کو جو حق حاصل ہے وہ اس طرح پامال نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی پامالی کے لئے اس ذہنی یا مثالی شکل و شبیہہ کو سرقہ کرنے کی ضرورت ہے جو مصور کے دماغ سے نکل کر جامۂ ظاہری پہنتی ہے۔ سرقہ کرنے والے اس ذہنی چربے سے دوسری مادی تصویریں بنایا کرتے ہیں۔

۴۔ ایجادات موسیقی اور ناٹک وغیرہ کا حق تصنیف۔ غیر مادی اشیاء کی چوتھی قسم کا تعلق ان تصنیفات سے ہے جو موسیقی اور ناٹک کے کھیل تماشوں کی نسبت لکھی جاتی ہیں۔ مُغنّی (موسیقی داں) اور ناٹک یا ڈراما نویس کی عقل و فراست سے جو غیر مادی شئے (کوئی راگنی یا سرود یا ڈراما یعنے ناٹک کا کھیل) پیدا کی جاتی ہے وہ موضوع ہے ایسے حق ملکیت کی جس سے متمتع ہونے کا حق بلا شرکت غیرے اس کے مصنف کو حاصل ہوتا ہے اور جو شخص مغنی یا ناٹک نویس کی اجازت کے بغیر اُسکی ایجاد کردہ راگنی

دیا گنا) کو گا کر اور ایسا ہی دوسرے شخص کے ایجاد کردہ ناٹک کا تماشہ دکھلائے تو اس کے اس فعل سے ان غیر مادی اشیا کے مالکوں کے حقوق کی پامالی ہوتی ہے۔

۵۔ تجارتی حسن ظن نشانات تجارت اور تجارتی نام۔ غیر مادی اشیا کی یہ پانچویں اور آخری صنف ہے، تجارتی حسن ظن اور اس کے دو مخصوص اشکال پر جو نشانات تجارت اور تجارتی ناموں کے لقب سے مشہور ہیں مشتمل ہے۔ جو شخص اپنی عقل و محنت سے اپنے بیوپار کو فروغ دیتا ہے اور اس بناء پر اس کے خریداروں میں اس کی ساکھ قائم ہو جاتی ہے تو اس کو خریداروں کے اس حسن ظن میں ایک قسم کا حق پیدا ہوتا ہے اور لوگ اسی شخص سے اس مال تجارت کو خریدنے کی طرف مائل ہوتے ہیں جس کا وہ بیوپار کرتا ہے۔ لہٰذا جو تجارتی حسن ظن اس طرح پیدا ہوتا ہے اس سے فائدہ اٹھانے کا وہی تاجر بلا شرکت غیرے مستحق ہے جس کی عقل و محنت سے اس کا وجود ہوا ہے، اگر کوئی دوسرا تاجر عوام کو غلط باور کرائے کہ وہ اسی تجارت کو چلاتا ہے، یا پہلے شخص کے تجارتی اعتبار سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اس کے ہاتوں پہلے شخص کے حق کی پامالی ہوتی ہے۔ اس تجارتی حسن ظن کے حق کی دو مخصوص اشکال "نشانات تجارت" اور "اسمائے تجارت" کے حقوق ہیں۔ ہر ایک شخص کو اختیار ہے کہ کسی ایک نام سے تجارت کرے یا اپنا بیوپار چلائے یا اپنا مال فروخت کرے۔ جس نام کو جو شخص اپنے تجارتی اغراض کے لئے اختیار کرتا ہے اس کے استعمال کرنے کا دوسرا شخص مجاز نہیں ہے اور نہ اس طرح سے دوسرا شخص عوام کو دھوکا دے کر پہلے شخص کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ایسا ہی ہر ایک تاجر کو اپنے حسب دلخواہ نشانات تجارت (اپنے مال کے لئے) استعمال کرنے کا اختیار ہے۔ وہ جس قسم کا تجارتی نشان چاہے اپنے مال پر قائم کرا سکتا ہے ان تجارتی نشانات کے ذریعے سے بازار میں مختلف تاجروں کے مال کی شناخت ہوتی ہے۔ ایک تاجر کے نشان کو دوسرا تاجر استعمال کرنے کا مجاز نہیں ہے۔

## فصل ۱۵۸۔ پٹہ جات

اب تک شخص کے ایسے حقوق کے مختلف اقسام کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کو

اس کی اشیاء میں حاصل ہوتے ہیں اور جن کا تعلق قانون جائداد سے ہے ۔ لیکن اس فصل میں اور اس کے بعد ہم شخص کے ان مختلف حقوق کو بیان کرنا چاہتے ہیں جو اس کو دوسروں کی اشیا میں حاصل ہوتے ہیں اور جو قانون جائداد کے تابع ہیں ۔ اس قسم کے حقوق میں جیسا کہ اسکے قبل بیان کیا گیا ہے[1] ۔ چار سب سے زیادہ اہم اور قابل غور ہیں یعنے پٹہ جات سروی ٹیوڈ (تابعیات، استفادات در جائداد غیر) کفالتیں اور امانتیں ۔ امانت اور اس کی نوعیت کے متعلق ایک دوسرے سلسلے میں صراحت سے بحث کی گئی ہے[2] لہذا اس مقام پر باقی تین[3] حقوق کی نسبت تحقیق کرنا مناسب ہے اور ان میں سب سے پہلے ہم پٹہ یا حق مقابضت کو بیان کرنا چاہتے ہیں ۔

اگرچہ زمین کا پٹہ اور مال (یا جائداد منقولہ) کی امانتی تحویل بلحاظ نوعیت ایک ہی قسم کے معاملات ہیں لیکن (انگریزی زبان) کوئی ایسا وسیع المفہوم لفظ نہیں ملتا جو ان دو اصناف کے لئے بطور جنس استعمال ہو سکے بہر حال زمین کے پٹہ یا اس کی مقابضت کے لئے کبھی لفظ تحویل نہیں استعمال کیا جاتا ہے اور اگرچہ اصطلاح پٹہ کا مال جائداد منقولہ کے لئے استعمال کرنا قطعاً متروک العمل نہیں ہے لیکن زبان میں یہ لفظ اہل زبان کی خود مختاری کی وجہ سے زمین کے لئے مخصوص و محدود ہو گیا ہے ۔ چونکہ ان حقوق کی تقسیم میں ہم کو حسن ترتیب و سلسلہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے اس لئے ہم محاورہ زبان کے خلاف لفظ پٹہ ( Lease ) کو جنس کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ہمارے استعمال کے مطابق

---

[1] کتاب ہذا فصل ۸۳ ۔

[2] کتاب ہذا فصل ۹۰ ۔

[3] کفالتوں (یا زیر باریوں) کا تعلق نہ صرف قانون جائداد سے ہے بلکہ قانون ذمام کے بھی یہ موضوع بیان ہیں ۔ مثلاً نالشات کے ذریعہ سے قرضے یا روپئے وصول کرنیکے حقوق رہن کئے جا سکتے ہیں اس قسم کے حقوق کا بذریعہ امانت یا ہبہ کیا جانا ممکن ہے اور جس طرح زمین (جائداد غیر منقولہ) اور جائداد منقولہ حقوق در اشیائے غیر کا موضوع ہو سکتی ہے ۔ اسی طرح سے یہ حقوق بھی جائداد در اشیائے غیر کا موضوع قرار پا سکتے ہیں لہذا کفالت (یا زیر باری) کے مختلف اقسام کی نوعیت کے متعلق جو کچھ بھی اس مقام پر کہا جا سکتا ہے بعینہ وہی صفات اور اقسام حقوق در اشخاص (حقوق خلاف اشخاص) کے ہیں اور اس طرح سے ان حقوق کا بھی بیان کیا جا سکتا ہے ۔

اس لفظ میں نہ صرف زمین کی مقابضت داخل ہے بلکہ ہر ایک قسم کی جائداد منقولہ کی تحویل اور غیر جسمانی جائداد کی ہر ایک ایسی کفالت (زیر باری) کا جو بلحاظ نوعیت مقابضت زمین کے مماثل ہو شمار کیا جانا چاہیئے۔

مفہوم جنسی کے لحاظ سے پٹہ ایک قسم کی کفالت یا زیر باری ہے۔ جائداد کا ایک شخص مالک ہوتا ہے اور اس کے قبضے اور تمتع سے دوسرا شخص مستفید ہوتا ہے اسی قبضے اور تمتع کو پٹہ کہتے ہیں یعنے پٹے کے ذریعے سے ملکیت اور قبضے میں افتراق پیدا ہوتا ہے۔ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے کہ قبضے سے مراد کسی حق کا مسلسل استعمال و عمل ہے اور اگرچہ مالک یا حقدار ہی اپنے حق پر عموماً مسلسل عمل کرتا ہے لیکن بعض مخصوص صورتوں میں حق کا اس طرح کا عمل غیر کے سپرد کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طریقے سے ملکیت اور قبضے میں جو فرق پیدا کیا جاتا ہے وہ جائز بھی ہو سکتا ہے اور ناجائز بھی اور اگر وہ جائز ہے تو اس کو مالک کی حقیت پر ایک قسم کی کفالت یا زیر باری سمجھنا چاہیئے[1]۔

عموماً کسی مادی شئے کا حق ملکیت اور خصوصاً ملکیت زمین پٹہ کے ذریعے سے تکفول یا زیر بار کی جاتی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں محاورۂ زبان کے لحاظ سے مادی شئے (جو پٹے پر دیجاتی ہے) حق (پٹہ داری) کے بجائے استعمال کیجاتی ہے چنانچہ لوگ اس کے عادی ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ زمین کا پٹہ ہو گیا ہے یا زمین پٹہ پر اٹھادی گئی ہے۔ جس طرح انگریزی میں ملکیت زمین اور قبضۂ زمین کے الفاظ حق ملکیت اور حق قبضہ کی بجائے استعمال ہوتے ہیں یعنے ان حقوق کو جس طرح مادی شئے (زمین کے لئے) استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح لفظ پٹہ کو جس کے اصلی معنے حق پٹہ داری ہیں اس مادی شئے (زمین) کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس پر وہ حق واقع ہوتا ہے۔ پٹہ دار یا پٹہ گیرندہ سے مراد ایسا شخص ہے

---

[1] صرف کفالت کی شکل میں جیسا کہ گرو کی کیفیت ہے شئے مقبوضہ (یعنے زمین کے عوض جائداد منقولہ کا قبضہ منتقل کیا جاتا ہے) بدل جاتی ہے اس لئے اس صورت میں قبضہ کا شمار پٹہ میں نہیں بلکہ کفالت میں کیا جاتا ہے۔

جس کو جائز طور پر کسی ایسی زمین کا قبضہ ملتا ہے جس کی ملکیت کسی دوسرے شخص کو حاصل ہوتی ہے۔ مالک زمین پٹہ دہندہ کہلاتا ہے اور یہی شخص اپنی زمین کا قبضہ پٹہ گیرندہ کو منتقل کرتا ہے۔ پٹہ کے ذریعے سے جو زیر باری یا کفالت جائداد پر پیدا کی جاتی ہے وہ کسی مادی شئے کے حق ملکیت تک محدود نہیں ہے بلکہ ایسے تمام حقوق پٹے پر دیے جاسکتے ہیں جن پر شخص کا قبضہ ہوسکتا ہے یعنے انسان اپنے جملہ مقبوضہ حقوق کو پیٹے پر دے سکتا ہے۔ قبضے سے مراد شخص کا کسی شئے یا حق پر مسلسل اور مستقل طور پر تصرف کرنا اور اس کو اپنے استعمال میں لانا ہے لہذا جن حقوق پر شخص کا قبضہ ہوسکتا ہے انھیں حقوق کا پٹہ بھی ہوسکتا ہے اور جن حقوق پر کسی شخص کا قبضہ نہیں رہ سکتا ہے وہ ایسے حقوق ہیں کہ انسان کے ان پر تصرف کرنے سے وہ ختم یعنے ساقط ہوجاتے ہیں۔ جب زمین پٹے پر دیجاتی ہے تو ایسا (سروی ٹیوڈ حق استفادہ درزمین غیر) جو اس زمین سے متعلق ہوتا ہے اس کا بھی پٹہ کردیا جاتا ہے مثلاً پٹے کے ساتھ حق آمدورفت جو اس زمین سے متعلق رہتا ہے پٹہ دار کو ملجاتا ہے بہرحال سروی ٹیوڈ متعلقہ پٹہ کے ذریعے سے زمین کیساتھ منتقل ہوتا رہتا ہے۔ ایسا ہی مالک پٹہ اپنے پٹے کو ذیلی یا ضمنی پٹے پر دیکر اپنے پٹے کو زیر بار کرسکتا ہے۔ کسی ایجاد یا حق تصنیف کا مالک اپنے ایسے حق کا پٹہ مدت معینہ کے لئے دوسرے شخص کو عطا کرسکتا ہے جس کی وجہ سے پٹہ دار اس حق پر تصرف کرنے یا اس سے متمتع ہونے کا مجاز ہوسکتا ہے لیکن اس کا مالک نہیں بن سکتا۔ علی ہذا القیاس فرائض کو بھی مکفول یا زیر بار کرنا ممکن ہے بشرطیکہ جو تمتع ان سے حاصل کیا جاتا ہے یا جس قسم کا تصرف شخص ان پر کرسکتا ہے اس میں مستقل اور مسلسل طور پر جاری رہنے کی قابلیت ہو۔ مثلاً وظائف یا رقوم سالانہ حصص، روپیہ جو سرمایہ جات سرکاری (سرکاری اسٹاک پرامسری نوٹ اور ڈبنچر جن پر سود بہ اوقات مقررہ ملا کرتا ہے) میں لگایا جاتا ہے اور سودی قرضہ جات کا مکفول یا زیر بار کرنا ممکن ہے۔ ان حقوق کا ایک شخص مالک اور دوسرا قابض ہوسکتا ہے۔ ان چیزوں کا ایک شخص کی ملک ہوکر دوسرے شخص کے قبضے میں رہنا ممکن ہے اس طرح کی صورتیں اس وقت پیش آتی ہیں جبکہ کوئی سالانہ رقم یا قرضہ سودی وغیرہ کو اس کا مالک بذریعۂ امانت، مالک حین حیات کو ہبہ کرتا ہے اور بعد وفات مالک حین حیات ہبہ کسی دوسرے شخص کو منتقل ہوتی ہے۔

کیا پٹے کی مدت کا اس حق ملکیت کی مدت سے کم ہونا لازمی ہے جس کا پٹہ دیا جاتا ہے عام دستور یہی ہے کہ پٹے کی مدت حق ملکیت (جائداد یا ملک) کی مدت سے کم ہوتی ہے۔ چنانچہ زمین کا پٹہ مدت معینہ کے لئے دیا جاتا ہے کبھی پٹے کی مدت چند سال پر منحصر ہوتی ہے اور کبھی پٹہ دار کی حیات تک اس کا سلسلہ رہتا ہے لیکن زمین کا دائمی پٹہ نہیں ہوسکتا مالک اپنی شئے کا ہمیشہ کے لئے مالک ہے لیکن پٹہ گیرندہ اس شئے پر مدت معینہ کے لئے قابض ہوتا ہے خواہ یہ مدت کیسی ہی طویل کیوں نہ ہو ان حالات پر نظر کرتے ہوئے لوگوں کے ذہن میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ پٹے کے لئے کسی نہ کسی قسم کی مدت کا معین کیا جانا ایک لازمی شئے ہے اور اس خیال کے مطابق پٹے کی تعریف اس طرح کیجاتی ہے کہ جو حق کسی شخص کو دوامًا حاصل ہوتا ہے اس حق کے عارضی تمتع اور تصرف کو پٹہ کہتے ہیں اور یہ عارضی حق کسی دوسرے شخص کے قبضے میں مدت معینہ کے لئے دیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے اصولاً زمین کا دائمی پٹہ ہوسکتا ہے حالانکہ عملاً ایسا نہیں کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی قیاس اور اصول کی رو سے کسی حق ایجاد یا حق تصنیف کا اس کی کامل مدت کے لئے پٹہ دیا جاسکتا ہے یعنے جب تک مالک کو اس کی ایجاد یا تصنیف کا حق حاصل ہے اس وقت تک اپنے اس حق کا پٹہ کسی دوسرے کو دے سکتا ہے لیکن ہمارے اس خیال پر یہ اعتراض وارد ہوسکتا ہے کہ اس قسم کا دائمی پٹہ صحیح معنوں میں پٹہ یا کفالت نہیں ہے بلکہ اس طرح کے پٹے سے وہ حق جو پٹے پر دیا جاتا ہے اصل میں پٹہ دار کو منتقل کر دیا جاتا ہے یا یوں کہئے کہ مالک اپنے حق کو پٹے پر دینے کے عوض اسے پٹہ دار کے تفویض یا سپرد کر دیتا ہے اس حجت کی تائید میں یہ امر بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ انگریزی قانون میں ایسا ذیلی پٹہ جس کی مدت وہی ہوتی ہے جو اصلی پٹہ کی رہتی ہے تا دیلاً انتقال یا سپردگی پٹہ اصلی سمجھا جاتا ہے کیونکہ ذیلی پٹے کی مدت کا اصلی پٹے سے کم ہونا ایک لازمی امر ہے خواہ پہلے پٹے کی مدت میں دوسرے پٹے کی مدت سے ایک دن ہی کی کمی کیوں نہ ہو[1]

---

[1] بیر ڈیمن بنام ولسن لاء رپورٹ مرتبہ کمر نگٹن اینڈ پین جلد ۴ صفحہ ۵۷۔

اگرچہ انگریزی قانون میں عملاً استمرار پٹہ کی ممانعت ہے اور جن قواعد پر اس قانون میں عمل کیا جاتا ہے اُن کی رو سے کوئی حق یا شئے دوامًا پٹے پر نہیں دیا جاسکتا ہے لیکن قیاس اور اصول کی بناء پر پٹے کو دائمی قرار دینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے اور پٹہ اور اس ملک یا حق کی مدت میں جس کا پٹہ دیا جاتا ہے اس طرح فرق کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے کہ پٹے کا اُسی وقت وجود ہوتا ہے جب کسی شئے کے جائز قبضے سے اس کی ملکیت علٰحدہ کیجاتی ہے اگرچہ جو فرق اس طرح پیدا کیا جاتا ہے وہ عارضی ہے لیکن اس کے استمراری یا دوامی ماننے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوسکتی ہے مثلاً مجھکو کسی دوسرے شخص کے حق پر دوامًا تصرف کرنے یا اس سے متمتع ہونے کا حق حاصل ہوسکتا ہے پھر بھی میں اس حق کا مالک نہیں بن سکتا ایسی شکل میں تمتع اور تصرف کا حق پٹہ دار کو حاصل ہونے سے اس حق کی ملکیت گویا حالت خواب میں رہتی ہے یعنے مضمر و مخفی ہوجاتی ہے اگر میں کسی حق ایجاد کے مالک سے بر بنائے معاہدہ اس تمام مدت کے لئے اس حق کا تمتع اور تصرف حاصل کرلوں جس مدت کے واسطے اس کے مالک نے اس حق کو قائم کیا ہے تو بھی میں حق مذکور کا مالک نہیں بن سکتا ایسا ہی قانونی قیاس اور نظریئے کی رو سے اگر میں اپنے پٹے کا ذیلی پٹہ کسی دوسرے شخص کو اس مدت کے لئے دے دوں جو میرے پاس باقی ہے تب بھی پٹہ کا میں ہی مالک سمجھا جاؤں گا اس میں شک نہیں کہ جس طرح فریقین کے ذہن میں انتقال پٹہ اور ذیلی پٹے کے دو جداگانہ مفہوم ہوتے ہیں اسی طرح سے نظریۂ قانون میں بھی ان دونوں اصطلاحات کے جداگانہ معنی ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف معاملات سمجھے جاتے ہیں انتقال پٹہ سے مراد ایسا معاملہ ہے جس میں ایک شخص کے عوض دوسرا شخص مالک پٹہ یا پٹہ دار قرار پاتا ہے اس قسم کے انتقال میں منتقل کنندہ اپنے لئے کسی قسم کا کوئی حق باقی نہیں رکھتا بلکہ بحیثیت پٹہ دار اس کو جس قدر حقوق پٹے میں حاصل رہتے ہیں وہ سب اس کی جانب سے منتقل علیہ کو منتقل کردئے جاتے ہیں

اس کے برعکس ذیلی پٹے میں وہ اصلی تعلق جو مالک زمین (زمیندار) اور پٹہ دار (آسامی) میں ہوتا ہے نہیں ٹوٹنے پاتا ذیلی پٹہ دار کا تعلق اصلی پٹہ دہندہ سے نہیں بلکہ پٹہ گیرندہ سے ہوتا ہے یعنے ذیلی پٹہ دار اصلی پٹہ دار کا پٹہ دار سمجھا جاتا ہے[1]۔

## فصل ۱۵۹ سروی ٹیوڈ (استفادہ از جائداد غیر)

کفالت یا زیر باری کی ایک قسم سروی ٹیوڈ ہے اور اس سے مراد کسی قطعۂ زمین کے متعلق قبضہ کے بغیر ایک قسم کا محدود حق تصرف و تمتع ہے مثلاً (حق مرور) ایک شخص کی زمین پر دوسروں کی آمد و رفت کا حق زمین ملحقہ پر جو مکان واقع ہو اس میں پہلی زمین پر سے روشنی لانے کے لئے گذرگاہ رکھنے کا حق دوسرے اشخاص کا اس زمین پر اپنے مویشی چرانے کا حق یا عمارت ملحقہ کی بنیادوں کے لئے اس زمین سے مدد لینے کا حق[2]۔

سروی ٹیوڈ کی ایک خاص خاصیت یہ ہے کہ اس حق میں اس زمین کا قبضہ شامل نہیں ہوتا ہے جس پر یہ حق واقع ہوتا ہے اسی وجہ سے سروی ٹیوڈ اور پٹے میں فرق کیا جاتا ہے اور یہ دونوں جدا گانہ حقوق ہیں پٹہ زمین سے مراد اس کا

---

[1] پٹہ دائمی کی مثال میں قانون روما کا امفی ٹیوسز (Emphytensis) پٹہ استمراری پیش کیا جا سکتا ہے پٹہ کے دوام کی وجہ سے رومانوی قانون دانوں کی آراء ین پٹہ دار (Emphytenta) کی حیثیت کے متعلق صدیوں اختلاف رہا ان میں کے بعضوں کا خیال تھا کہ پٹہ دار کو مالک سمجھنا چاہئے اور بعضوں کے خیال کے مطابق وہ کفالت دار سمجھا جاتا تھا حتی کہ اس ملک کے قانون نے اس کو بالآخر کفالت دار ہی قرار دیدیا جسٹی نی ان انسٹی ٹیوٹس جلد ۳ عنوان ۲۴ دفعہ ۳۔

[2] سروی ٹیوڈ کی اصطلاح لفظ سروی ٹس (Servitus) سے مشتق ہے جو قانون روما کی اصطلاح ہے لیکن انگریزی زبان میں پہلے لفظ کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوی اور نہ اس طرح سے وہ بطور اصطلاح مخصوص استعمال کیا جاتا ہے بلکہ اس کے عوض ان معنوں میں جس کا ذکر تمثیلات بالا میں کیا گیا ہے انگریزی زبان میں (Easement) حق آسائش کی اصطلاح استعمال کیجاتی ہے بہرحال سروی ٹیوڈ حق آسائش سے زیادہ بہتر اصطلاح ہے

جائز قبضہ اور تصرف ہے جس میں ملکیت داخل نہیں ہے اور اس کے برعکس زمین کا سروی ٹیوڈ ہے زمین کا جائز تصرف یا استعمال اشخاص غیر کو حاصل تو ہوتا ہے لیکن اس کی ملکیت اور قبضہ مالک زمین ہی کو حاصل رہتا ہے اگر میں کسی دوسرے شخص کی زمین پر سے اپنی آمد و رفت کے لئے راستہ بناؤں تو اس کے صرف دو طریقے ہیں میرے اور اس شخص کے درمیان بذریعۂ اقرار یہ امر طے پا سکتا ہے کہ وہ اپنی زمین کی ایک معینہ اور محدود چٹ کا قبضہ میرے حوالے کر دے اور اس کو کوئی دوسرا شخص اپنے استعمال میں نہ لا سکے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم دونوں میں بذریعۂ اقرار یہ امر طے کیا جائے کہ مالک زمین اپنی زمین کی ایک چٹ راستے کے لئے مخصوص کر دے لیکن اس کا قبضہ مجھکو نہ ملے بلکہ اس کے مالک کو حاصل رہے پہلی شکل میں جو حق مجھے حاصل ہوتا ہے وہ پٹہ ہے اور دوسری شکل میں جس قسم کا حق مجھے پیدا ہوتا ہے وہ سروی ٹیوڈ[1] ہے۔

سروی ٹیوڈ کی دو قسمیں عام اور خاص ہیں خاص سروی ٹیوڈ وہ ہے جو کسی منفرد شخص کو حاصل ہوتا ہے اور عام سروی ٹیوڈ سے مراد ایسا حق استفادہ بہ زمین غیر ہے جو پبلک کو حاصل رہتا ہے ایک قطعہ زمین کے مالک کو اس کی ملحقہ زمین پر سے جو شخص غیر کی ملک ہو آمد و رفت کا حق یا اپنے مکان کی روشنی کے لئے گذرگاہ قرار دینے کا حق یا اپنے مکان کے لئے اس کی زمین سے مدد لینے کا حق حق ماہی گیری جو ایک شخص کو دوسرے کے تالاب وغیرہ میں حاصل ہوتا ہے یا معدنیات برآمد کرنے کا حق ایک شخص کو

---

[1] سروی ٹیوڈ کا تعلق زمین سے ہی ہوا کرتا ہے اور جس قدر ایسے حقوق ہیں وہ زمین پر ہی واقع ہوتے ہیں صرف زمین کی ایسی نوعیت ہے کہ قبضہ کے بغیر شخص اس کو اپنے استعمال و تصرف میں لا سکتا ہے اس کے برعکس مال یا جائداد منقولہ کی حالت ہے کیونکہ کوئی شخص مال پر قبضہ پانے کے بغیر تصرف نہیں کر سکتا اور نہ اس کو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے حالانکہ اس قبضہ کی مدت کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو قانون ملک میں مال یا جائداد منقولہ کا تصرف بلا قبضہ بحیثیت کفالت یا زیر باری ملکیت نہیں تسلیم کیا جاتا ہے اور اس وجہ سے اگر ایسے تصرف بلا قبضہ کا وجود ہی نہ ہو تو وہ جائداد منقولہ کے ساتھ اس کے منتقل الیہم کو نہیں پہنچ سکتا ہے۔

دوسرے کی زمین میں ملا کرتا ہے بہر حال اس قسم کے تمام حقوق سروی ٹیوڈ خاص کہلاتے ہیں عام سروی ٹیوڈ سے مراد ایسا حق ہے جو کسی مقام کے تمام باشندوں کو یا ان میں کے کسی ایک گروہ کو بطور سروی ٹیوڈ حاصل ہوتا ہے شخص منفرد کی زمین پر سے کسی شاہ راہ عام کا واقع ہونا کسی ایسی ندی میں عوام کو حق ملاحی حاصل رہنا جس کی تہہ کسی منفرد شخص کی ملک ہوتی ہے اہل پیرس (موضع[1]) کا کسی شخص کی زمین کو جو اس پیرس میں واقع ہو سیر و تفریح کے لئے استعمال کرنا خاص سروی ٹیوڈ کی مثالیں ہیں۔

انگریزی قانون کے ادب کی رو سے سروی ٹیوڈ کی مزید دو قسمیں قرار دیگئی ہیں ملحقہ اور غیر ملحقہ سروی ٹیوڈ ایسا سروی ٹیوڈ ہے جو ایک قطعۂ زمین کے لئے محض کفالت یا زیر باری نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے قطعۂ زمین کے حق میں وہ معاون ہوتا ہے یہ اصل میں ایک قطعۂ زمین کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے دوسرے قطعۂ زمین کو استعمال کرنے کا حق ہے جب ایک شخص کے مکان اور سڑک کے درمیان دوسرے شخص کی زمین یا کھیت واقع ہو تو ایسی صورت پیش آتی ہے لہذا مالک مکان کو سڑک تک پہنچنے کے لئے دوسرے شخص کی زمین پر سے گذرنے کا حق پیدا ہوتا ہے یہ حق گذر دوسرے شخص کی زمین کے لئے نہ صرف ایک قسم کی کفالت یا زیر باری ہے بلکہ اس کے ذریعے سے مکان کو اعانت پہنچتی ہے ایسا ہی دوسرے شخص کی زمین سے مالک کا اپنے مکان کے لئے مدد لینے کا حق اور دوسرے کی زمین پر مالک کا اپنے مکان کے روشن دان بنانے کا حق اس سروی ٹیوڈ کی مثالیں ہیں جس زمین پر اس قسم کے سروی ٹیوڈ کا بار ڈالا جاتا ہے اس کو زمین یا اراضی تابع کہتے ہیں اور جو زمین اس طرح سے فائدہ اٹھاتی ہے وہ زمین یا اراضی متبوع کہلاتی ہے اگرچہ ان دونوں قطعات زمین کے مالکوں اور قابضوں میں تبدیل ہوتی رہتی ہے اور ان لوگوں کی وفات اور جائداد کے انتقال کی وجہ سے مالک اور قابض کا قدرتی طور پر بدلتے رہنا ایک امر ضروری ہے لیکن سروی ٹیوڈ جس کا اس قسم کے قطعات سے تعلق ہوتا ہے وہ زمین کے ساتھ بحال و قائم رہتا ہے ایسے دونوں قطعات زمین کی ملکیت کے ساتھ سروی ٹیوڈ کا نفع اور بار لگا رہتا ہے لیکن

[1] ملاحظہ ہو تاریخ دستور انگلستان برائے انٹرمیڈیٹ تشریحات صفحہ ۱۳۱۔

غیر ملحقہ سروی ٹیوڈ کی حالت اس کے برعکس ہے جب کسی سروی ٹیوڈ کا زمین تابع کے ساتھ اس طرح الحاق نہ ہو جس سے زمین متبوع کو اعانت اور نفع پہنچے تو اس کو غیر ملحقہ سروی ٹیوڈ کہتے ہیں عوام کا حق ملاحی حق گزر یا حق تفریح اور کسی منفرد شخص کا حق ماہی گیری یا اپنے مویشی چرانے کا حق یا معدنیات برآمد کرنے کا حق غیر ملحقہ سروی ٹیوڈ کے تمثیلات ہیں[1]۔

## فصل نمبر ۱۶۰ اقسام کفالت

کفالت ایک قسم کا بار (یا مواخذہ) ہے جو ایک شخص کی جانب سے دوسرے شخص کی جائداد یا اس کے حق پر ڈالا جاتا ہے اور اس کی غرض اس دوسرے شخص کے حق محصلہ[2] کے

---

[1] حق آسائش ( Easement ) کے خاص معنے ہیں اور اس لحاظ سے اس کو ایک خاص قسم کا سروی ٹیوڈ سمجھنا چاہئے یعنے اس سے مراد خاص ملحقہ سروی ٹیوڈ لیا جاتا ہے اور یہ ایسا حق نہیں ہے جس کی بناء پر اراضی تابع سے کوئی نفع حاصل کیا جاسکے مثلاً گذر (زمین تابع پر سے راستہ چلنے کا حق) حق روشنی اور حق امداد (جو زمین تابع سے مکان متبوع کی بنیادوں یا دیواروں کو پہنچتی ہے) حقوق آسائش ہیں لیکن مویشی چرانے کا حق یا معدنیات نکالنے کا حق انگریزی قانون میں ایک خاص قسم کا حق ہے جس کو نفع کہتے ہیں لیکن اس طرح کا امتیاز دیگر اقوام کے نظامات قانونی میں رائج نہیں رکھا گیا ہے اور نظریۂ قانون کے لحاظ سے بھی اس امتیاز سے بھی چنداں اہمیت نہیں ہے اس کی عملی اہمیت جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ حق آسائش کا ملحقہ ہونا ضرور ہے لیکن نفع کے لئے اس قسم کی ضرورت نہیں ہے نفع ملحقہ اور غیر ملحقہ دونوں طرح سے ہو سکتا ہے۔

[2] کفالت کی اصطلاح بطور جنس استعمال کی جاتی ہے اور اس لئے اس کا مفہوم نہایت وسیع ہے اس وسیع مفہوم کے لحاظ سے لفظ کفالت نہ صرف ان کفالتوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جن کا تعلق جائداد سے ہوتا ہے بلکہ اسی لفظ کا اطلاق معاہدۂ ضمانت اور گیرنٹی پر بھی کیا جاتا ہے جس کے ذریعہ سے اصلی مدیون کے علاوہ ایک دوسرا شخص بھی مدیون قرار دیا جاتا ہے جو ضامن کہلاتا ہے اور جو اصلی مدیون کے نادہندگی کی صورت میں ادائی دین اپنے ذمہ لیتا ہے اس مقام پر ان کو ضمانت یا گیرنٹی کے متعلق بیان کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ اس کا تعلق قانون جائداد سے نہیں بلکہ قانون فرائض سے ہے۔

تمتع کو بحال رکھنے یا اس کی تکمیل میں سہولت پیدا کرنے کی نسبت اس کو اطمینان دلاتا ہے عموماً قرضہ لینے کی صورتوں میں کفالت کی ضرورت پیش آتی ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ کفالت کا تعلق محض قرضہ جات سے ہے بلکہ انکے علاوہ دیگر حقوق کی نسبت کفالت کے ذریعے سے اطمینان کیا جاتا ہے اس قسم کی کفالت کے دو اقسام ہیں رہن اور لی ان ( Lien ) بشرطیکہ یہ دوسری اصطلاح اپنے سب سے زیادہ وسیع مفہوم میں[1] استعمال کی جائے اس امتیاز کو بیان کرنے کے قبل ہم انگریزی قانون کی ایک غلط توجیہہ کا جو بظاہر دلچسپ اور سہلی معلوم ہوتی ہے ذکر کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں بعض اساتذہ کے خیال کے موافق رہن ایسی کفالت ہے جس کے ذریعے سے مدیون کی جائداد داین کو منتقل کیجاتی ہے اس کے برعکس لی ان ایک ایسا بار یا مواخذہ ہے جو مدیون کی جائداد پر تو عائد کیا جاتا ہے لیکن اس کی ملکیت مدیون میں ہی رہتی ہے یعنے جائداد مکفولہ کا مالک داین نہیں بلکہ مدیون ہی سمجھا جاتا ہے مرتہن جائداد مرہونہ کا مالک ہے لیکن گرو اور لی آن رکھنے والا اس شئے کا جو گرو یا لی آن رکھی جاتی ہے محض مواخذہ یا کفالت دار ہے اگرچہ اکثر صورتوں میں اس بیان یا توجیہہ کی صحت پائی جاتی ہے لیکن رہن اور لی آن میں امتیاز قائم کرنے کی غرض سے جو اس طرح فرق کیا جاتا ہے اس کا ہر ایک شکل پر نہ تو اطلاق ہو سکتا ہے اور نہ اصل مضمون کی یہ بالکل صحیح توجیہہ ہے جس طرح انتقال[2] جائداد کے ذریعے سے رہن کا وجود ہو سکتا ہے اس طرح جائداد پر بار یا مواخذہ ڈالنے کے ذریعے سے رہن قائم کیا جا سکتا ہے اور اس بناء پر مرتہن کا جائداد مرہونہ کا مالک قرار پانا ضرور نہیں ہے

[1] انگریزی قانون میں لفظ لی آن کی کوئی خاص اصطلاحی شان نہیں ہے اس کا کوئی مخصوص مفہوم نہیں ہے اور یہ لفظ محل و بے محل استعمال کیا جاتا ہے اس لئے ہم مجاز ہیں کہ اس لفظ کو ان ہی معنوں میں استعمال کریں جن کا اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے یعنے رہن کے سوائے جس قدر کفالتیں ہیں وہ لفظ لی آن میں داخل ہیں۔

[2] باب ہذا کا تھوڑا اور حصہ پڑھنے کے بعد ناظرین اس امر سے واقف ہو جائیں گے کہ جس رہن کا وجود بتوسط انتقال (جائداد) کے ذریعے سے ہوتا ہے وہ بھی ایک قسم کا بار یا مواخذہ ہے یعنے یہ بار جائداد کی ملکیت انتفاعی پر ڈالا جاتا ہے جو راہن کو حاصل رہتی ہے ۔

چنانچہ لوگ عموماً اپنے پٹے کو رہن کیا کرتے ہیں اور اس کے رہن کرنے کا طریقہ انتقال نہیں بلکہ ذیلی پٹہ ہے مدیون اپنے پٹے کو داین کے حق میں منتقل نہیں کرتا بلکہ اس کو اس پٹے کا ذیلی پٹہ عطا کرتا ہے جس کی وجہ سے مرتہن (داین) پٹہ کا مالک نہیں بلکہ مواخذہ یا کفالت دار قرار پاتا ہے ایسا ہی فری ہولڈ[1] زمین طویل مدت کے لئے پٹے پر لئے جانے سے رہن کی جا سکتی ہے۔

اگر رہن کی خصوصیتوں میں یہ امر داخل نہیں ہے کہ اس کے ذریعے سے جائداد مرہونہ مرتہن کو منتقل ہوتی ہے تو آخر اس کی کیا خاصیت ہے اور کس صفت کے زیر تحت اس کی شناخت کی جاتی ہے اس میں شک نہیں کہ یہ نہایت دقیق سوال ہے پھر بھی اس کا صحیح جواب یا حل بظاہر یہ ہے کہ لی آن ایک ایسا حق ہے جو اپنی خاص نوعیت کے لحاظ سے کفالت قرضہ ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی دوسری شان نہیں ہے بایع یا کسی اور شخص کا جائداد منقولہ کو اس وقت تک روک رکھنے کا حق جب تک مشتری سے اس کا کامل قیمت ادا نہ ہو زر لگان (یا مال گذاری) وصول کرنے کی غرض سے مالک زمین کا آسامی کی پیداوار قرق کرنے کا حق یا کسی سرائے میں سے رقم پانے کا حق لی آن کی مثالیں ہیں اس کے برخلاف رہن سے مراد ایک ایسا حق ہے جو بذات خود قائم اور کسی دوسرے حق پر منحصر نہیں ہوتا ہے یہی اس کی مخصوص نوعیت ہے اگرچہ رہن ایسا حق نہیں ہے جو کسی دوسرے حق کے لئے کفالت چاہے لیکن اس پر بھی اس کی وسعت اور اہمیت کی مصنوعی طور پر قطع و برید کر کے اس کو ایک محدود اور ادنی قسم کا حق قرار دیا جاتا ہے اور اس لئے مخصوص صورتوں میں جیسا کہ زمین کا فی سمپل پٹہ مدتی اور کسی جائداد منقولہ (چٹیل) کی ملکیت ہیں رہن کفالت ہی کفالت نظر آنے لگتا ہے لی آن رکھنے والے کو جو لی آن کا حق حاصل ہوتا ہے وہ اس کے لئے نہ صرف حق کفالت ہے بلکہ حق مطلق ہے کیونکہ لی آن کی کفالت سے زیادہ شان نہیں ہوتی ہے برعکس اس کے مرتہن کو جو حق ارتہان حاصل ہوتا ہے وہ مشروط ہے اور محض بحیثیت کفالت اس کو ملتا ہے رہن کی شان کفالت سے کہیں زیادہ ہے اس دین کی بے باقی

[1] ملاحظہ ہو تاریخ دستور انگلستان برائے انٹرمیڈیٹ تشریحات صفحہ ۱۴۔

(یعنے معدومیت) کے بعد لی آن قائم نہیں رہ سکتی جس کی کفالت لی آن کے ذریعے سے کی جاتی ہے ایسے مکفول دین کے اختتام پر قانوناً اس کا لی آن بھی زائل ہو جاتا ہے لی آن گویا دین کا سایہ یا عکس ہے جو مدیون کی جائداد پر پڑتا ہے لیکن حق ارتھان کی ایک جداگانہ شان ہے اور وہ قائم بالذات ہے اس کا وجود کسی دوسرے حق کے وجود کا محتاج نہیں ہے اختتام یا معدومیت دین کے بعد بھی حق ارتھان کا موجود اور قائم رہنا ممکن ہے جن صورتوں میں حق ارتھان اختتام دین کے بعد باقی رہجاتا ہے اس کا منجانب مرتہن دوبارہ راہن کو منتقل یا حوالے کیا جانا لازم ہے راہن کو مرتہن سے اپنا حق یا جائداد مرہونہ واپس پانے کا حق جو اس طرح حاصل ہے وہ حق انفکاک کہلاتا ہے اس حق کی رو سے رہن کی آزمایش کی جاتی ہے اگر فریقین کے معاملے میں اس قسم کا حق نہ پایا جائے تو اسکو رہن نہیں بلکہ لی آن سمجھنا چاہیئے چونکہ معاملہ لی آن میں لی آن رکھنے والے کو دین کے اختتام یا سقوط پر اپنے حق مقابضت کو مالک جائداد کو واپس کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے لی آن کی صورت میں مالک جائداد کو حق انفکاک نہیں حاصل ہوتا ہے دین کے اختتام کے ساتھ لی آن رکھنے والے کا حق کفالت قدرتی طور پر ختم ہو جاتا ہے[1]۔

رہن کرنے کے دو طریقے ہیں مدیون اپنے حق کو داین کو منتقل کرتا ہے یا وہ اپنے حق کو بحق داین زیر بار کرتا ہے ان دونوں میں سے پہلا طریقہ زیادہ اہم ہے اور لوگ اس پر بالعموم عمل کرتے ہیں اس کے علاوہ یہ طریقہ رہن کے لئے مخصوص ہو گیا ہے اور

---

[1] رہن کے لئے اس امر کی ضرورت نہیں ہے کہ اس حق کے زائل ہونے کے بعد جس کا کفالت کے ذریعہ سے اطمینان کر لیا جاتا ہے مرتہن کا حق فی الواقع باقی رہے اور وہ اس قابل ہو کہ راہن اس کا انفکاک کرا سکے حق مرتہن کا اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس قابل ہونا کافی ہے اور اس لئے اس حق کے ساتھ مصنوعی طور پر یہ شرط ڈالدی گئی ہے کہ اس حق کو دوبارہ راہن کے سپرد یا حوالہ کرنا مرتہن کا فرض ہے یہ انتقال یا حوالگی ثانیہ دو طرح سے واقع ہوتی ہے از روئے قانون اور بذریعہ فعل مرتہن زمین کا فی سمپل (اعلیٰ حق مقابضت یا ملکیت) جو بطور کفالت منتقل کیا جاتا ہے اس کا رہن میں نہ کہ لی آن میں شمار کیا جانا ایک امر لازمی ہے خواہ ادائی دین کے ساتھ ہی راہن کو قانوناً وہی فی سمپل مسترد ہو یا مرتہن اس فی سمپل کو بذریعۂ دستاویز انتقال بعد تکمیل راہن کو واپس کرے۔

لی آن کا قیام اکثر مواخذہ یا زیر باری کے ذریعے سے قائم کیا جاتا ہے لہذا جب کبھی مدیون اپنے حق کو بطور کفالت داین کو منتقل کرتا ہے اس کا لازمی نتیجہ رہن ہے کیونکہ جس دین کے ادا کرنے کی نسبت اس طرح سے اطمینان کر لیا جاتا ہے اس کی مدت ہیں اور حق جو اس طریقے سے منتقل ہوتا ہے اس کے دوران میں کسی قسم کا قدرتی تعلق نہیں ہوتا ہے یعنے ان دونوں حقوق کی مدتیں ایک دوسرے کی محتاج نہیں ہیں چونکہ رہن کی شکل میں حق منتقل شدہ ادائے دین کے بعد ہی مرتہن کے باقی رہجاتا ہے اس لئے اس کے انفکاک کا حق راہن کو حاصل رہتا ہے اور اس حق انفکاک کے ذریعے سے معاملہ رہن کی آزمایش کی جاتی ہے جس میں کبھی غلطی نہیں ہوسکتی اس کے برخلاف جب مدیون اپنے حق پر بحق داین بار یا مواخذہ ڈالتا ہے تو جو کفالت اس طریقے سے قائم ہوتی ہے اس کا رہن یا لی ان ہونا دونوں امور ممکن ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک معاملے کے حالات کے لحاظ سے اس کا شمار رہن یا لی آن میں جیسی کی صورت ہو کیا جاتا ہے اگر کفالت کو اس قرضہ کی مدت سے جس کے لئے کفالت لی جاتی ہے کوئی تعلق نہ ہو یا اس کا مدت دین پر انحصار نہ ہو تو اس معاملے کو رہن سمجھنا چاہیے جیسا کہ کسی دائمی سروی ٹیوڈ یا پٹہ مدتی کی شکل میں ہوا کرتا ہے اگر کفالت کی مدت اس دین کی مدت پر منحصر ہو جس کے لئے کفالت لی جاتی ہے تو معاملہ کو لی آن خیال کرنا چاہیے اور گرو بایع کا لی آن زمیندار کا حق قرقی یا کسی سرمایہ پر نصفی کفالت (چارج (Charge) قائم کرنیکا حق اس کی مثالیں ہیں۔

ہر ایک قابل انتقال اور قیمتی حق خواہ اس کی نوعیت کچھ ہی کیوں نہ ہو رہن کا موضوع بن سکتا ہے یعنے ایسا ہر ایک حق جس کو ایک شخص دوسرے کو منتقل کر سکے یا جس کی کچھ قیمت قرار پا سکتی ہو رہن کیا جا سکتا ہے جو کچھ منتقل کیا جا سکتا ہے اس کا رہن کرنا بھی ممکن ہے اور جو کچھ مکفول کیا جا سکتا ہے اس کا بطور رہن کیا جانا ممکن ہے مثلاً ایسے تمام حقوق اور اشیاء جو ملک کے مصداق ہیں رہن کئے جا سکتے ہیں چنانچہ میں اپنی زمین مال (جائداد منقولہ) دیون حصص حقوق ایجاد حقوق تصنیف پٹہ جات مختلف سروی ٹیوڈ حقوق جو مجھے سرمایہ جات امانتی میں حاصل ہیں اور کسی معاہدہ کے نفع کو رہن کر سکتا ہوں اور جس معاملہ کے ذریعے سے میں اپنے ان حقوق

اور اشیاء پر رہن قائم کرتا ہوں وہ جائز ہے حتیٰ کہ مرتہن اپنے حق ارتھان کو دوسرے مرتہن کو منتقل کر کے رہن قائم کر سکتا ہے جب ایک رہن کے ذریعے سے دوسرا رہن قائم کیا جاتا ہے تو اس کو رہن ذیلی کہتے ہیں۔

ہر چند اس رہن میں جو انتقال "کے ذریعے سے" کی اس قدر کثرت اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ وجود پذیر ہوتا ہے مدیون اپنی جائداد امین کو منتقل کرتا ہے تاہم جائداد مرہونہ کا انتفاعی یا نصفتی مالک مدیون ہی سمجھا جاتا ہے اگرچہ راہن کو مرتہن کے مقابلے میں فک رہن کا حق حاصل رہتا ہے اور وہ اس کی بناء پر مرتہن کو مجبور کر کے جائداد مرہونہ اپنے کو واپس کرا سکتا ہے اس پر بھی اس کا مالک انتفاعی مدیون ہی سمجھا جاتا ہے جائداد مرہونہ کا اس طرح کی دھری ملکیت امانت کی ایک خاص شکل ہے رہن اصل میں ایک قسم کی امانت ہے مرتہن جائداد مرہونہ کا امین سمجھا جاتا ہے اس کا اس جائداد میں کوئی انتفاعی حق نہیں ہوتا بجز اس حد تک جہاں تک کہ اس طرح کی کفالت کو موثر بنانے کی ضرورت ہوتی ہے دین کے ادا یا ساقط ہونے کے بعد مرتہن جائداد مرہونہ کا امین قرار پاتا ہے اور اگرچہ اس جائداد کی قانونی ملکیت اسی کو حاصل رہتی ہے لیکن وہ اس کا نصفتی یا انتفاعی مالک نہیں ہے یعنے اس جائداد سے وہ کسی قسم کا نفع نہیں حاصل کر سکتا لہٰذا ہر ایک رہن کی دو شکلیں یا دو ماہیتیں ہیں اگر جائداد مرہونہ کی خالص ملکیت کے لحاظ سے جو مرتہن کو حاصل ہوتی ہے دیکھا جائے تو رہن ایک قسم کا انتقال جائداد معلوم ہوتا ہے اور جب اس کا انتفاعی ملکیت کے لحاظ سے اس پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کفالت کی ایک قسم ہے پہلی شکل میں رہن سے مراد انتقال جائداد اور دوسری شکل میں اس سے مراد کفالت ہے۔

انگریزی قانون کی رو سے اقسام کفالت میں رہن مہتم بالشان ہے اس نظام قانون میں رہن کی جو اس قدر اہمیت ہے اس کو اس قانون کی ایک خصوصیت سمجھنا چاہیئے انگریزی قانون میں جو منزلت اور افضلیت رہن کو حاصل ہے وہی اہمیت اور شان قانون روما اور اقلیم یورپ کے ان دیگر نظم قانونی میں جو اس قانون پر مبنی ہیں لی النا ( hypotheca ) اور اس کے اقسام کو دی گئی ہے قانون روما میں جو رہن فڈوسا ( fiducia ) کے نام سے مشہور تھا وہ جسٹی نی ان کے عہد سے پہلے متروک العمل

ہوگیا تھا اس رہن کے عوض رومانیوں نے ہائی پاٹیکا ( hypotheca ) پر جس کے معنی گرو یا کفالت کے عمل کرنا شروع کر دیا تھا فڈوسا سے زیادہ ہائی پاٹیکا آسانی اور سہولت ہے اور اس میں اس قدر پیچیدگی نہیں بلکہ سادگی ہے اس لئے ہائی پاٹیکا (گرو یا کفالت) فڈوسا (رہن) سے زیادہ بہتر سمجھا جاتا ہے چنانچہ اسی بناء پر زمانہ موجودہ کے اقلیم یورپ کے دیگر دساتیر قانونی میں قانون روما کی تقلید میں زیادہ تر لی ان پر عمل کیا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ اگر انگلستان میں بھی رہن کے عوض لی ان پر عمل ہونے لگے تو قانون انگلستان میں بہت کچھ سادگی پیدا ہو کر اس قانون کی ترقی ہوگی انگریزی قانون کفالت میں جو اس قدر پیچیدگی اور دشواری پائی جاتی ہے اس کا خاص سبب انگلستان کا طریقہ رہن ہے اور اسی لئے فرانس اور جرمنی کے قانون داں انگریزوں کے طریقہ رہن اور اس کی قانونی بھول بھلیاں کو نظر استعجاب سے دیکھتے ہیں جس طرح ادائی دین کے متعلق رہن کے ذریعے سے (دائن اپنا) اطمینان کر لیتا ہے اسی طرح وصول دین کے بابت لی ان کے ذریعے سے اس کا اطمینان کیا جا سکتا ہے اور کفالت کے لحاظ سے جو حالت رہن کی ہے وہی حالت لی ان کی بھی ہے لہذا اگر قانون میں رہن کے بجائے لی ان اختیار کر لیا جائے تو فریقین (راہن اور مرتہن) کے درمیان تعلقات قانونی کے لحاظ سے جو غیر معمولی دشواریاں اور پیچیدگیاں رہن کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں وہ بخوبی اور بآسانی رفع ہو جائیں گی اصول کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ قسم کی کفالت اس کفالت کو سمجھنا چاہئے جس کے ذریعے سے داین کے حق کی بہترین حفاظت اور حمایت ہو سکتی ہو اور اسکے ساتھ ہی اس کفالت کے ذریعے سے مدیون کے حقوق کو بھی کسی قسم کا گزند نہ پہنچتا ہو اور نہ اسکی وجہ سے مدیون کے حقوق میں کسی قسم کی مداخلت ہوتی ہو اگر نظر تعمق سے دیکھا جائے تو اس قسم کی خوبیاں اور صفات رہن میں نہیں بلکہ لی ان میں پائی جاتی ہیں اس لئے کفالت کی سب سے بہتر اور صحیح قسم لی ان ہے جس کے ذریعے سے جائداد مکفولہ کی قانونی اور نصفتی دونوں قسم کی ملکیت مدیون ہی کو حاصل رہتی ہے اور اسکے ساتھ ہی داین کو اس کے مفید حقوق اور اختیارات (جیسا کہ بصورت نادہندگی جائداد مکفولہ کو بیع کرنے یا اس پر قابض ہونے یا اس طرح کے دوسرے جو اختیارات ہیں) مل جاتے ہیں

بہر حال لی آن کے ذریعے سے جائداد مکفولہ کی نوعیت کے لحاظ سے فریقین کو انکے حسب ضرورت اور مفید مطلب حقوق و اختیارات حاصل رہتے ہیں۔ داین کے حق کی کافی طور پر حمایت کی جاتی ہے اور ادائی دین کے ساتھ ہی جائداد مکفولہ از روئے قانون خود بخود مدیون کو واپس ہوجاتی ہے[1]

لی آن کے چند اقسام ہیں اور اس کی ہر ایک قسم نہایت سادہ اور سہل العمل ہے جس کی وجہ سے ان پر خاص توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ان کے بیان کو صراحت درکار ہے۔

۱۔ لی آن متعلق قبضہ (کفالت القبضہ) مبنی ہے اس حق پر جسکے ذریعے سے داین مدیون کی کوئی شئے یا کسی دوسری جائداد منقولہ کو اپنے قبضہ میں رکھتا ہے اس حق قبضہ کے ساتھ داین کے اختیار بیع کا شامل کیا جانا یا نہ کیا جانا دونوں باتیں ممکن ہیں مال یا جائداد منقولہ کا گرو کیا جانا مالکان سرا (in keepers) بائعان مال و اسباب اور سولی سٹرون کے لی آن حقوق کفالت) جو انھیں اپنے منزل گزینوں خریداروں اور موکلین کے مال و اسباب پر حاصل رہتے ہیں کفالت القبضہ کی مثالیں ہیں۔

۲۔ حقوق قرقی وضبطی ان حقوق کی بناء داین کا وہ حق ہے جسکے ذریعے سے مدیون کی جائداد پر قبضہ پاسکتا ہے داین کو جائداد منضبط کی نسبت بیع کرنے یا نہ کرنے کے اختیار کا حاصل رہنا ممکن ہے زمیندار کا زر لگان یا مالگزاری وصول کرنے کی غرض سے آسامی کی جائداد کو قرق کرنے کا حق اور قابض زمین کا غیر کے مویشی کو جو اس کی زمین پر اس کی بلا اجازت چرنے کی غرض سے آجائیں روک رکھنے کا حق اس قسم کے حقوق کے تمثیلات ہیں۔

۳۔ اختیارات نیلام کفالت کی یہ ایک ایسی قسم ہے جو بہت ہی کم

---

[1] آسٹریلیا کی نوآبادیات میں جائداد غیر منقولہ کا جو قانون نافذ ہے اس میں ٹارنیز کی اسکیم کے ذریعہ سے اصلاحات کی گئی ہیں جملہ ان اصلاحات کے یہ بھی ایک اصلاح ہے اس اسکیم میں جس معاملۂ قانونی کا نام رہن زمین رکھا گیا ہے وہ درحقیقت رہن نہیں بلکہ لی آن ہے۔

بذات خود یا منفرداً وجود پذیر ہوتی ہیں کیونکہ عموماً حق قبضہ کے ساتھ جو داین کو لی ان کی پہلی دو شکلوں میں حاصل ہوتا ہے کفالت کی یہ تیسری قسم شامل رہتی ہے اور اسی حق قبضہ کا نتیجہ سمجھی جاتی ہے بہرحال اگر اختیار نیلام لی ان (کفالت) کی تیسری شکل قرار دیا جائے تو از روئے نظریہ کوئی قباحت یا دشواری نہیں ہے بلکہ یہ بھی ایک موثر قسم کی کفالت ہوسکتا ہے۔

۴۔ اختیارات ضبطی۔ ان میں سے کسی ایک اختیار سے مراد ایسا اختیار ہے جس کی بناء پر داین اپنے فائدے کی غرض سے مدیون کے کسی حق مخالفانہ کو زائل کرسکتا ہے چنانچہ زمیندار (یا پٹہ دہندہ) کا دا بصورت خلاف ورزی معاہدہ) اپنی اراضی پر جو پٹہ دار یا آسامی کے قبضے میں ہوتی ہے دوبارہ دخل پانے کا حق اور بائع کا مشتری کی اس رقم کو ضبط کر لینے کا حق جو بطور امانت یا بیعانہ خریداری مال کے لئے مشتری اس کے یہاں رکھتا ہے۔

۵۔ چارج۔ اس سے مراد داین کا ایسا حق ہے جس کی رو سے وہ (مدیون) کے کسی مخصوص سرمائے سے اپنا دین وصول پاسکتا ہے یا کسی مخصوص جائداد مدیون کے زر نقد کی شکل میں مبدل ہونے کے بعد داین اپنی رقم بادگرفت اس سرمائے سے وصول کرسکتا ہے۔ اس طرح کے دین ادا کرنے کے لئے مدیون کی کوئی مخصوص جائداد یا سرمایہ مکفول سمجھا جاتا ہے اور اس کے ادا کرنے کا بار یا چارج (Charge) مدیون کی جائداد یا سرمایہ مکفولہ پر رہتا ہے۔

## فصل ۱۲۱ حصول جائداد کے طریقے (قبضہ)

حقوق ملکیت در اشیاء (یا حقوق متعلق جائداد غیر منقولہ) کے مختلف اقسام کا ذکر کرنے کے بعد اب ہم ان طریقوں کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں جن کے ذریعے سے اس قسم کے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ اگر ہم ان حقوق کی ایک فہرست اس مقام پر مرتب کریں تو وہ چنداں مفید نہیں ہوسکتی اس لئے ہم ان میں کے ان ہی چند مخصوص اقسام کا ذکر کریں گے جو سب سے زیادہ اہم ہیں یعنے اس باب کے باقی حصہ میں ہمارا

مبحث قبضہ حق قدامت اقرار اور وراثت پر مشتمل ہوگا۔

کسی مادی شئے کے قبضے سے مراد اس کی ملکیت کا ادعا ہے۔ شخص اور شئے میں جو واقعی تعلق ہوتا ہے اس کی وجہ سے ان میں قانونی تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی شئے یا قطعۂ زمین کی بابت ادعا کرے کہ وہ اس کی ملک ہے اور اپنے دعوے کو فی الواقع بطور قبضہ ثابت کردے تو قانون میں بھی بطور ملکیت اس کا دعویٰ ثابت قرار پاتا ہے۔ یعنے قبضے کا تعلق واقعی اور حقیقت یا عالت ظاہری سے اور ملکیت کا تعلق قانون اور حالت باطنی سے ہے۔ واقعات اور حالت ظاہری کے لحاظ سے جس قطعۂ زمین یا شئے کا جس شخص کو قبضہ حاصل ہوتا ہے اسی شخص کو از روئے قانون اور بلحاظ حالت باطنی اس کی ملکیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن ان دونوں صورتوں میں ایک نہایت اہم فرق ہے کیونکہ قابض کے قبضے میں آنے سے پہلے شئے مقبوضہ کا کسی دوسرے شخص کی ملک ہونا یا نہ ہونا دونوں صورتیں ممکن ہے۔ اگر کسی شئے کا پہلے سے کوئی مالک نہ ہو اور قابض اس پر قبضہ کرلے تو چونکہ بوقت قبضہ اس کا مالک سابق کوئی شخص نہیں ہوتا ہے یا باصطلاح قانون روما وہ ملک بلا مالک سمجھی جاتی ہے اس لئے قابض حالیہ اس کا مالک بن جاتا ہے اور وہ اس شئے کے متعلق تمام دنیا کے مقابلے میں ادعائے ملکیت کرسکتا ہے چنانچہ اسی اصول کی بناء پر سمندر کی مچھلیاں اور فضا میں جو طیور اڑتے ہوئے پائے جاتے ہیں وہ اس شخص کی ملک ہیں جو سب سے پہلے ان پر قبضہ کرلیتا ہے یہ اس کا حق مطلق ہے اور وہ اس حق کی بناء پر شئے مقبوضہ کا مالک بن جاتا ہے۔ قانون روما میں اس طریقے حصول جائداد کو اکوپیشیو (Occupatio) بمعنی قبضہ کہتے ہیں۔

دوسری شکل میں جبکہ شئے ایک شخص کی ملک ہو اور دوسرا شخص اس پر قبضہ کرلے تو اشخاص ثالث کے مقابلہ میں قابض کا عذر قبضہ قابل قبول ہے لیکن اصلی مالک کے مقابلے میں اس کا ایسا عذر نہیں جائز ہوسکتا۔ ایسے قبضے کی بناء پر اصلی مالک کے سوا ہر ایک دوسرے شخص کے مقابلے میں قابض کا عذر کہ شئے مقبوضہ اس کی ملک ہے مان لیا جاتا ہے۔ حتی کہ ناجائز قبضے کی بناء پر قابض ان تمام اشخاص کے مقابلے میں جو اپنے حق قبضہ کو قابض کے حق سے بہتر نہیں ثابت کرسکتے ہیں

کامیاب ہوسکتا ہے اور اس کا سبب ظاہر ہے کہ قابض کا قبضہ دوسرے اشخاص کے قبضے پر مقدم ہے یعنی تقدم قبضہ کی بناء پر اس کے قبضے کو اشخاص ثالث کے حقوق قبضہ پر ترجیح دی جاتی ہے۔ مثلاً جو گھڑی میری جیب میں ہے اس کا جائز یا ناجائز طریقے سے میرے قبضے میں آنا ممکن ہے۔ ممکن ہے کہ میں نے ایک نیک نیت خریدار کی حیثیت سے اس کو خریدا ہو یا میں نے اس کو کہیں پڑا پا کر اٹھا لیا ہو یا کسی شخص کی جیب میں سے میں نے اس کو نکال لیا ہو۔ بہرحال ہر ایک شکل میں قبضے کی وجہ سے مجھکو جو حق ملکیت اس گھڑی پر حاصل ہے اس میں کوئی فرق نہیں آسکتا اور اصلی مالک کے حقوق کے سوا دوسرے کسی شخص کے حقوق قبضہ وغیرہ کو میرے حقوق کے مقابلے میں فروغ نہیں ہوسکتا اور اگر یہ گھڑی میرے یہاں سے چوری جائے تو اس کو اس کو حاصل کرنے میں قانون ملک دوسرے اشخاص کا نہیں بلکہ میری مدد کرتا ہے۔ میں اس گھڑی کو موثر طور پر بیع کرسکتا ہوں اس کو عاریتاً دے سکتا ہوں اس کو مفت کسی دوسرے شخص کو دے سکتا ہوں یا وصیت کے ذریعے سے ہبہ کرسکتا ہوں اور اگر میں بلا وصیت مر جاؤں تو یہ گھڑی وراثتاً اس شخص کو ملے گی جو میرا وارث قرار پائے گا۔ بہرحال میرے پاس سے جو شخص اس گھڑی کو حاصل کرتا ہے اس کو وہی محدود اور ناکمل حق ملتا ہے جو مجھکو حاصل ہے اور جس طرح میرا قبضہ اس گھڑی پر اس کے اصلی مالک کے اعلیٰ حق ملکیت کا تابع ہے اس طرح منتقل الیہ کا قبضہ بھی گھڑی کے اصلی مالک کے اعلیٰ حقوق (قبضۂ ملکیت) کے تابع ہے۔

لہٰذا ایسی شئے کے جو ایک شخص کی ملک اور دوسرے شخص کے قبضۂ مخالفانہ میں ہو فی الحقیقت دو مالک ہوا کرتے ہیں۔ ایک شخص کی ملکیت مطلق اور کامل ہوتی ہے اور دوسرے شخص کی پہلے شخص کے مقابلے میں ملکیت ناکمل ہوتی ہے اور چونکہ اس ملکیت کا وجود قبضے کے ذریعے سے ہوتا ہے اس لئے اس کو ملکیت مبنی بر قبضہ یا ملکیت قابض کہتے ہیں۔

اگر مالک قابض ناجائز طور پر شئے مقبوضہ سے بے دخل کیا جائے تو اصلی مالک یعنے مالک غیر قابض کے سوا ہر ایک شخص کے مقابلے میں دعویٰ کر کے اس پر دخل پاسکتا ہے کیونکہ مدعی علیہ کا حق قبضہ مدعی کے قبضہ کے مقابلے میں موخر ہے

اور اس لئے وہ اپنی جوابدہی اس حق کے عذر پر نہیں مبنی کرسکتا اور نہ وہ مدعی کے مقابلے میں یہ عذر کرسکتا ہے کہ شئے مدعوہ کا مدعی نہیں بلکہ ایک تیسرا شخص اصلی مالک ہے ظاہر ہے کہ اس کو عذر ملکیت شخص ثالث کہتے ہیں اور اس قسم کا عذر مدعی علیہ جس کا قبضہ موخر اور مدعی کا قبضہ مقدم سمجھا جاتا ہے از روئے قانون نہیں پیش کرسکتا۔ پلیڈنگ میں مدعی علیہ کا شئے متنازعہ کو اپنی یا مدعی کی ملک نہ بتلانا بلکہ اس کا مالک شخص ثالث کو قرار دینا ایک غیر متعلق عذر خیال کیا جاتا ہے۔ جس ضرورت سے ملکیت مبنی بر قبضے کے مسئلہ کو قانون میں جائز قرار دیا گیا ہے وہ ظاہر ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو فریقین جو شئے متنازعہ کے قبضے کی بنا پر اس کا دخل چاہتے ہوں اور ان کے حقوق اس طرح قوی اور بے غل وغش نہ ہوں جس طرح اس کے اصلی مالک کے حقوق ہیں جبر و فریب سے کام لینے پر آمادہ ہوجائیں گے اور نزاعات کا سلسلہ منقطع نہ ہوگا۔

## فصل ۱۶۲ ۔ حق قدامت

حق قدامت کو مرور زمانہ سے تعلق ہے اس لئے اس کی تعریف یہ ہے کہ حقوق کا وجود و عدم مرور زمانہ کے جس اثر سے ہوتا ہے اس کو حق قدامت کہتے ہیں

---

[۱] ملاحظہ ہو کتاب ہذا فصل ۱۰۷ صفحہ (۸۰)

[۲] ملکیت قابض کے قاعدہ پر جن فیصلہ جات میں عمل ہوا ہے اس کے متعلق ملاحظہ ہو آرمیری بنام ڈلامیری۔ رپورٹ مرتبہ اسٹرینج جلد ۱ صفحہ ۵۰۴۔ لا کیسنر مرتبہ اسمتھ جلد ۱ صفحہ ۳۴۳۔ ایشر بنام وٹ لاک لا رپورٹ کوئینز بینچ جلد ۱ صفحہ ۱۔ پری بنام کلس سولڈ (سنہ ۱۹۰۷ء) اپیل کیسز صفحہ ۷۳۔

[۳] اصطلاح پری اسکرپشن (prescription) بمعنی حق قدامت قانون روما کی اصطلاح (prescriptio) سے مشتق ہے لیکن ابتداء میں رومانوی اصطلاح کا مفہوم کچھ اور تھا اور پلیڈنگ کے جس کا تعلق کسی عدالتی نزاع یا مقدمہ سے ہوتا ہے ایک مخصوص حصہ کا نام تھا مدعی علیہ جو تحریری جواب بطور عذر منجملہ اور امور کے سب سے پہلے پیش کرتا تھا اس کو اس قانون میں پری اسکرپٹم (praescriptum) کہتے تھے۔ ایسا ہی (praescritio fore) سے

حق قدامت سے مراد زمانہ کا کچھ مدت کے لئے اس طرح سے گذر جانا ہے جو کسی حق کے پیدا یا زائل ہونے کے لئے ایک واقعہ اور ماخذ سمجھا جائے۔ حق قدامت کی دو قسمیں ہیں یعنے (۱) مثبت یا پیدا کرنے والا حق قدامت اور (۲) منفی یا مزیل حق قدامت پہلی قسم کے مرور زمانہ سے حقوق پیدا اور دوسری قسم کے مرور زمانہ سے حقوق فنا ہوتے ہیں۔ پہلے قسم کے حق قدامت کی مثال ایسا حق راہ کا پیدا ہونا ہے جو بیس سال کے واقعی تصرف اور استعمال سے پیدا ہوتا ہے۔ اور دوسرے قسم کے حق قدامت کی تمثیل حق دائن کا زائل ہوجانا ہے جبکہ دائن دین کے واجب الادا ہونے کی تاریخ سے اس کا بمقابلہ مدیون چھ سال تک دعویٰ نہ کرے۔

لہذا مرور زمانہ کے دو متضاد اثرات ہیں۔ مثبت حق قدامت حقوق کا ماخذ لیکن منفی حق قدامت حقوق کا مزیل سمجھا جاتا ہے۔ اور زمانہ کے اثر کو مثبت یا منفی قرار دینے کے لئے قبضے کی معیت اور عدم معیت امر لازمی ہے۔ مثبت حق قدامت سے مراد ایسا مرور زمانہ ہے جس سے کسی شخص کو کسی شئے پر حق پیدا ہو اور اس شئے کا قبضہ بھی اس مدت میں اس شخص کے پاس ہو لیکن اسکے برعکس منفی حق قدامت سے مراد ایسا مرور زمانہ ہے جس میں شئے اپنے مالک کے قبضے میں نہ رہے اور اس مدت میں جو کسی حق کے زائل کرنے کے لئے معین ہے اس شئے کا مالک بے دخل رہے بالفاظ دیگر ایسا مرور زمانہ جس میں ایک شخص کی شئے پر دوسرا قابض رہتا ہے اس کے حق میں مثبت حق قدامت اور اس شئے کے مالک کے خلاف جبکہ اس مدت میں وہ اپنی شئے سے بے دخل رہتا ہے منفی حق قدامت کہلاتا ہے۔ اسی بناء پر قبضہ دیرینہ کے ذریعے سے حقوق پیدا ہوتے اور بے دخلی دیرینہ کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:- وہ ابتدا ار عذر مقصود تھا جو مدعی علیہ عدالت کے اختیار سماعت کے خلاف کرتا تھا علی ہذا القیاس ( praescriptio longitemporis ) کے الفاظ عذر میعاد کی بابت پیش کئے جاتے تھے یعنے مدعی علیہ کی جوابدہی ہوتی تھی کہ دعوی مدعی خارج المیعاد ہے لہذا از راہ اختصار و تلویح پری اسکریپشن کی دیگر اشکال بتدریج لوگوں کے ذہن میں سے مفقود ہوگئی ہیں اور انگریزی زبان میں یہ لفظ محض حق قدامت کے معنوں میں باقی رہ گیا ہے ۱۲۔

ذریعے سے حقوق زائل ہوتے ہیں چنانچہ اگر کسی حق آسائش پر بیس برس تک میرا قبضہ رہے تو اس مدت کے اختتام پر نہ صرف قابض بلکہ مالک بھی قرار پا سکتا ہوں یعنے جو شئے میری مقبوضہ ہے وہ میری ملک ہو جاتی ہے۔ اس کی ضد یہ شکل ہے اگر میں اپنی ملکی زمین پر بارہ سال تک قابض نہ رہوں تو اس مدت کے ختم ہوتے ہی وہ میری ملک یا قبضے سے خارج ہو جائے گی۔ حق قدامت کے ان دونوں اقسام میں واقعہ اور حق قبضہ اور ملکیت ایک دوسرے سے مطابق اور ایک دوسرے کے مماثل ہیں۔ واقعہ سے حق پیدا ہوتا ہے حق کا مبدا واقعہ ہے اگر واقعہ کی جڑ کاٹ دیجائے یا اس کی جڑ میں کیڑا لگ جائے تو حق جو اس کی فرع ہے مرور زمانہ کے ساتھ کملا کر خشک ہو جائے گی اگر واقعہ موجود ہے اور اس کی اصل مضبوط ہے تو اس کی کمزور فرع (یعنے حق) مرور زمانہ کے ساتھ بالیدہ اور برومند ہو گا۔

اکثر صورتوں میں حق قدامت کی یہ دونوں قسمیں ایک ہی معلوم ہوتی ہیں جس جائداد کو ایک شخص بے دخلی دیرینہ کی وجہ سے کھو بیٹھتا ہے وہی جائداد قبضۂ دیرینہ کی بناء پر دوسرے شخص کو حاصل ہو جاتی ہے۔ اس پر بھی ہر ایک حالت میں اور بالعموم اس نتیجے کا واقع ہونا کوئی ضروری امر نہیں ہے بلکہ اکثر صورتوں میں اس امر کے دریافت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے کہ قانون میں قبضہ دیرینہ یا بیدخلی دیرینہ سے کس حالت کا زیادہ لحاظ کیا جاتا ہے پہلی حالت کے موثر ہونے کی صورت میں حق قدامت مثبت اور دوسری حالت کو باثر ماننے کی صورت میں حق قدامت منفی متصور ہوتا ہے۔ مثلاً اگر مسلسل بارہ سال تک میں اپنی زمین سے بے دخل رہوں اور اس مدت میں اس پر ایک غیر شخص نہیں بلکہ مسلسل چند اشخاص تصرف میرے مقابلے میں بلکہ ایک دوسرے کے مقابلے میں یکے بعد دیگرے قابض رہیں تو اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قانوناً کس قسم کے حق قدامت کا اس شکل پر اطلاق کرنا چاہیے اگر اس شکل میں از روئے قانون مثبت حق قدامت مستند سمجھا جائے تو اس کا اثر میری بے دخلی پر نہیں پڑ سکتا اور میری یہ شئے میری ہی ملک سمجھی جائے گی لیکن اگر قانوناً منفی حق قدامت مستند سمجھا جائے (جیسا کہ انگریزی قانون میں بھی حق قدامت تسلیم کیا جاتا ہے) تو میری ملک میں بے دخلی کی وجہ سے میرا حق ملکیت

زائل ہوجاتا ہے۔ ایسے حالات میں جیساکہ اس مثال میں فرض کئے گئے ہیں میرے حق ملکیت زائل ہونے کے بعد ان قابضین میں سے کون قابض میری جائداد کا مالک ہوسکتا ہے اور اس کے حق ملکیت کی بناء یا آخذ کیا شئے ہے اس مسئلہ کا حل حق قدامت نہیں ہے بلکہ ایسے قواعد ہیں جن کے ذریعے سے انسان ان اشیا کو حاصل کرسکتا ہے جو کسی کی ملک نہیں ہوتی ہیں۔ یہ بھی ایک قانونی مقولہ ہے کہ اس شخص کو جس نے شئے متنازعہ پر سب سے پہلے قبضہ حاصل کیا ہو اصل مالک کے سوا دوسرے تمام مدعیان قبضہ کے مقابلے میں بہتر حق (یعنے ملکیت) حاصل ہوجاتی ہے۔ لہذا ان دونوں اصول کے لحاظ سے میری شئے کے قابضین مخالف میں سے سب سے پہلے جس شخص نے اس شئے پر قبضہ حاصل کیا ہے اس کو اس کی ملکیت بھی ملے گی لیکن حق ملکیت کا شمار اسی وقت سے کیا جائے گا جس وقت سے مجھ اصلی مالک کا حق ملکیت اس شئے سے زائل ہوتا ہے۔

قبضے اور ملکیت واقعہ اور حق کی مطابقت و مجانست کی نسبت جو قیاس ہے اس قیاس پر حق قدامت مبنی ہے اور اس کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے۔ عموماً مالک شئے اس کا قابض ہوتا ہے اور جو شخص جس چیز کا مالک ہوتا ہے وہی اس کا قابض بھی ہوتا ہے۔ چونکہ اس شکل میں واقعہ اور حق بالعموم ایک دوسرے کے مطابق اور موافق ہوتے ہیں اس لیے پہلی حالت دوسری حالت کی شہادت سمجھی جاتی ہے جب کسی شخص کو حقیقت اور واقع میں کسی شئے پر قبضہ حاصل نہ ہو تو اس امر کی شہادت یا دلیل ہے کہ قانون میں بھی وہ شئے اسی شخص کی ملک ہے۔ ایسا ہی اگر ایک شئے ایک شخص کی مقبوضہ نہ ہو تو قیاس ہوسکتا ہے کہ وہ اس کی مملوکہ ہی نہیں ہے۔ بے دخلی دلیل ہے اس امر کی کہ وہ شئے جس سے کوئی شخص بے دخل ہو اس کی ملک نہیں ہے اس لئے دخل یا بے دخلی کی جس قدر طویل مدت ہو اسی قدر ان دونوں واقعات یا حالات کی بحیثیت شہادت زیادہ وقعت و منزلت ہے۔ چنانچہ اگر میں ایک روز کے لئے کسی قطعہ زمین پر قابض ہوجاؤں تو میری ملکیت کے متعلق ایک نہایت خفیف سا قیاس پیدا ہوتا ہے لیکن اگر میں اس پر مسلسل بیس سال تک قابض رہوں تو میرے اس زمین کے مالک ہونے کی نسبت نہایت مستحکم اور قوی قیاس قائم ہوسکتا ہے۔ علی ہذا القیاس اگر میں

اپنے کسی وصول طلب دین کے متعلق تاریخ ادائی سے چھ مہینے تک طلب و تقاضا نہ کروں تو لوگ میرے ادعا کو اس قدر بے اصل یا اس دین کے ایصال کی نسبت اس قدر قوی قیاس نہ کریں گے جیسا کہ دس سال گذر جائیں اور اس کی ادائی کے متعلق میری جانب سے طلب اور تقاضا نہ کیا جائے۔

لہذا اگر میں کسی چیز پر قابض ہونے کے بعد اس کی ملک کا ادعا کروں تو حصول ملکیت کے لئے میرا قبضہ بطور شہادت پیش کیا جا سکتا ہے اور جس قدر میرا قبضہ دیرینہ ہوگا اسی قدر ملکیت کے ثبوت میں میری شہادت قوی اور معتبر سمجھی جائیگی۔ اس میں شک نہیں کہ قبضے کی شہادت محض واقعے کی شہادت ہے لیکن اس طرح جو واقعے کی شہادت پیش کی جاتی ہے اس کو ہر ایک قسم کی دوسری قوی شہادت پر ترجیح اور فضیلت حاصل ہے کیونکہ مرور زمانہ کی وجہ سے ملکیت ثابت کرنے کے جو دوسرے ذرائع شہادت تحریری اور لسانی کی شکل میں موجود ہیں مفقود ہو جاتے ہیں چنانچہ مدت دراز کے بعد اکثر دستاویزات حقیت کا گم جانا گواہوں کے حافظہ کا قصور کرنا گواہوں کا فوت ہونا ممکنات سے ہے لہذا جس صورت میں دستاویزی یا لسانی شہادت ملکیت کے متعلق نہ پیش ہو سکے تو قبضۂ دیرینہ کے ذریعے سے کسی شئے کی ملکیت کا ثابت کرنا نہایت احسن طریقۂ شہادت ہے۔ اسی طرح سے بے دخلیٔ دیرینہ کی صورت میں مالک کا حق ملکیت اس کی شئے کے متعلق کمزور ہو جاتا ہے اور جس شخص کا اس شئے پر قبضہ رہتا ہے اسی کے حق ملکیت کے متعلق قیاس قانونی مستحکم ہوتا جاتا ہے۔

بہر حال قبضے اور بے دخلی پر خصوصاً حق قدامت کے قانون کی بنا ہے جس طرح اور اشکال میں قانون ملک نے بعض امور کو ثبوت قطعی قرار دیا ہے اس طرح اس شکل میں مرور زمانہ کو قانون نے قطعی اور کامل ثبوت مان لیا ہے۔ قانون میں قبضۂ دیرینہ کی صحت اور جواز کی نسبت قیاس قطعی ہے اور ملکیت کے ایسے دعاوی کو ناجائز سمجھنے کے متعلق قطعی قیاس ہے جو بے دخلی دیرینہ کے بعد رجوع کئے جاتے ہیں۔ قانون میں مرور زمانہ نہ صرف حقوق کے اثبات و نفی کی شہادت خیال کیا جاتا ہے بلکہ حقوق کے پیدا اور زائل ہونے کا سبب بھی قرار دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے گو ظاہر میں حق قدامت کی اس درجہ قدر و منزلت نہ معلوم ہوتی ہو لیکن قانون میں اس کی شان اعلیٰ اور ارفع ہے

اور اس کا مرتبہ قانون شہادت سے زیادہ ہے حتیٰ کہ اس کا شمار قانون اصلی میں کیا جاتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ جس طرح دوسرے قطعی قیاسات قانونی کی کامل صحت اور جواز کا پتا چلانا مشکل ہے اسی طرح اس قیاس قطعی کا کامل صحت وجواز پر مبنی ہونا ناممکن معلوم ہوتا ہے پھر بھی اس کے جواز کے متعلق جن دلائل اور براہین کا فقرات بالا میں حوالہ دیا گیا ہے اگر ان کا صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو حق قدامت انصاف کا بہترین آلہ یا ذریعہ قرار پا سکتا ہے۔ چنانچہ بلحاظ واقعات یہ قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کہ ایسا دین جس کے وصول پانے کا دائن نے چھ سال تک ادعا نہ کیا ہو بے بنیاد ہے لیکن قانون میں اس قسم کے دین کو بے اصل اور غلط قیاس کرنے کا جو اصول قرار دیا گیا ہے وہ ضرورت اور مصلحت پر مبنی ہے دائنین کے حق میں قانون کی یہ سختی تازیانہ کا کام کرتی ہے۔ اس قیاس کی وجہ سے دائن کو ہمیشہ یہ خیال لگا رہتا ہے کہ دین کے مدیون سے طلب کرنے میں اس قدر زمانہ گذر نہ جائے جس کی وجہ سے عدالت میں اس کا دعویٰ اشتباہ کی نظر سے دیکھا جائے۔ چونکہ ایسے مالک کو ثبوت ملکیت کے پیش کرنے کے متعلق جو زمانۂ دراز تک بیدخل رہا ہو دشواری ہوتی ہے اور جو شہادت وہ پیش کرتا ہے مرور زمانہ کی وجہ سے اکثر غلط ثابت ہوتی ہے اس لئے اس دشواری اور غلطی کو رفع کرنے کی غرض سے قانون میں واقعہ (قبضہ) اور حق (ملکیت) کی مطابقت اور مجانست کی نسبت جو مدت معینہ کے بعد ان میں پیدا ہوتی ہے اندروئے قانون جو قطعی قیاس ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ لہٰذا جس شخص کو اپنا حق ملکیت ثابت کرنا ہو اس کا فرض ہے کہ وہ قانون کی مقرر کردہ مدت کے اندر اپنا دعویٰ رجوع کرے ورنہ اس کا حق اس کی غفلت کی سزا میں ضبط کر لیا جاتا ہے۔ چنانچہ قانون کا مقولہ ہے کہ قانون غافل کی نہیں بلکہ ہوشیار کی مدد کرتا ہے۔

حق قدامت کا دائرۂ عمل اور اثر جائداد غیر منقولہ کے حقوق تک محدود نہیں ہے۔ اس کا اثر نہ صرف جائداد پر پڑتا ہے بلکہ ذمام اور واجبات (obligations) اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ مثبت حق قدامت کا تعلق محض ان حقوق سے ہے جن پر شخص کا قبضہ ہو سکتا ہے یعنے ایسے تمام حقوق جن پر شخص تصرف کر سکتا یا جن سے وہ

متمتع ہو سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قبضہ کرنے کے قابل جو حقوق ہیں ان میں سے اکثر ایسے حقوق ہیں جن کا تعلق جائداد غیر منقولہ سے ہوتا ہے۔ لیکن جن حقوق کا تعلق جائداد منقولہ سے ہوتا ہے یا جو حقوق خلاف شخص کہلاتے ہیں وہ عموماً تصرف اور تمتع کے ذریعہ سے زائل اور فنا ہو جاتے ہیں اس لئے شخص نہ تو ان پر قبضہ کر سکتا ہے اور نہ وہ حق قدامت کے ذریعے سے کسی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ پھر بھی حقوق خلاف شخص کی صنف میں بہت ہی ایسے حقوق ہیں جن پر شخص قبضہ کر سکتا ہے اور اس لئے از روئے نظریہ شخص کا ان کو بثبت حق قدامت کے ذریعے سے حاصل کرنا ممکن ہی ہے مگر زمانہ موجودہ کے قانون نے کسی مصلحت اور ضرورت کی وجہ سے حق قدامت کے ذریعے سے ان کے حاصل کئے جانے کو نامنظور کیا ہے لہذا اس قسم کے حق قدامت کا تعلق قانون جائداد سے مخصوص سمجھنا چاہئے۔ اس کے برعکس منفی حق قدامت کا تعلق قانون جائداد اور قانون اجبات دونوں سے مشترک ہے۔ چنانچہ مرور زمانہ کی وجہ سے اکثر واجبات فنا ہو جاتے ہیں چونکہ ان واجبات کی ملکیت کے ساتھ قبضے کی موجودگی نہیں ہوتی ہے اس لئے ان کے وصول پانے کے متعلق دائنین کے ادعا نہ کرنے کی وجہ سے جو مدت گذرتی ہے اس کے مٹانے والے اثر سے انھیں کوئی شئے محفوظ نہیں کر سکتی۔[1]

منفی حق قدامت کی دو قسمیں کامل اور ناقص ہیں اور اس دوسری قسم کو میعاد سماعت بھی کہتے ہیں۔ دوسری قسم کے منفی حق قدامت کے مقابلہ میں اس کی پہلی قسم کا ایک مخصوص اور تنگ مفہوم ہے۔ اس مفہوم کے لحاظ سے کامل حق قدامت سے مراد اصلی حق کا ازالہ ہے اور ناقص حق قدامت کا مقصد حق نالش کا جو اصلی حق کا معین اور ممد ہے سقوط ہے حالانکہ اصلی حق موجود رہتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر پہلی شکل میں مدعی کا اصلی حق زائل اور فنا ہو جاتا ہے لیکن دوسری شکل میں اس کا اصلی حق

---

[1] بہر حال یہ بات بالکل صاف ہے کہ جب تک کوئی دین یا واجب حقیقت میں قابل ادائی اور قابل ارجاع نالش نہ ہو مرور زمانہ کی وجہ سے اس کی صحت اور جواز کے خلاف کوئی قیاس نہیں پیدا ہو سکتا لہذا دائن کے خلاف اور مدیون کی تائید میں میعاد اس روز سے نہیں شروع ہوتی ہے جس روز سے اس دین کا نفاذ ہوا بلکہ میعاد کا شمار اس روز سے کیا جاتا ہے جس تاریخ سے دین وصول طلب اور قابل ارجاع نالش ہوتا ہے۔

جس کے حاصل کرنے کے لئے وہ دعویٰ کرنا چاہتا ہے باقی رہتا ہے لیکن حق نالش یعنے دعویٰ کرنے کا حق مرور زمانہ کی وجہ سے ساقط ہوجاتا ہے۔ دوسری شکل میں مدعی کا اصلی حق جو کامل اور قابل نفاذ تھا وہ اپنی شان سے گھٹ کر ناقص اور ناقابل نفاذ قرار پاتا ہے۔

بارہ سال کی بے دخلی سے ملکیت زمین کا زائل ہونا کامل حق قدامت کی مثال ہے ایسی زمین کے مالک کا اس کی دوازدہ سالہ بے دخلی کی وجہ سے نہ صرف حق ملکیت زائل ہوتا ہے بلکہ اس کا دعویٰ دخل رجوع کرنے کا حق بھی ساقط ہوجاتا ہے۔ کسی مال یا جائداد منقولہ کے مالک کا چھ سال تک اپنی جائداد سے بے دخل رہنا ناقص حق قدامت کی تمثیل ہے۔ اگرچہ اس جائداد کے مالک کا حق نالش جس کے ذریعہ سے وہ اپنے مال یا شئے کو پاسکتا ہے زائل ہوجاتا ہے اس پر بھی اس جائداد یا شئے کا وہی مالک سمجھا جاتا ہے اس کی ملکیت حق کامل سے گھٹ کر حق ناقص ہوجاتی ہے لیکن باقی رہتی ہے۔ ایسا ہی اگر دائن وصول دین کے متعلق تاریخ مناط نالش سے چھ سال کے اندر دعویٰ پیش نہ کرے تو اس کا نالش کا حق ساقط ہوجاتا ہے لیکن دین مستاصل نہیں ہوتا بلکہ جاری اور واجب الادا رہتا ہے۔

## فصل ۱۶۳ اقرار

ہم نے اس کتاب کے کسی حصے میں اس سے پہلے نہایت تفصیل سے اس عام نظریئے کے متعلق بحث کی ہے جو اقرار کی بناء ہے اور اس بحث و تحقیق میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اقرار حقوق کا ماخذ ہے۔ ناظرین کتاب کو یہ بات بھی یاد رہی ہوگی کہ اصطلاح اقرار میں نہ صرف معاہدات داخل ہیں بلکہ جس قدر ذوجہتین افعال و معاملات قانونی ہیں ان سب پر یہ لفظ حاوی ہے۔ ذوجہتین افعال سے ہماری مراد دو یا دو سے زیادہ اشخاص کا اپنی مرضی اور رضامندی کا بحیثیت فریقین معاملہ اظہار کرنا ہے اور اس کے ذریعے سے اپنے تعلقات قانونی میں تبدیل پیدا کرنی ہے۔ اس وسیع مفہوم کے لحاظ سے قانون جائداد میں جس قدر اقرار کی اہمیت ہے اُسی قدر وہ قانون واجبات میں ضروری اور مفید ہے۔

اقرار جو جائداد غیر منقولہ کے حقوق کا ماخذ ہے اس کی دو قسمیں ہیں یعنے انتقال اور عطا۔ انتقال کے ذریعے سے موجودہ حقوق ایک مالک سے دوسرے مالک کو منتقل ہوتے ہیں اور عطا کے ذریعے سے معطی کے موجودہ حقوق پر جدید حقوق پیدا کر کے ایک قسم کا بار عائد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ پٹے کا عطا کرنا ایسا اقرار ہے جس کے ذریعے سے معطی اپنی زمین کا پٹہ (حق مقابضت) معطی لہ کو عطا کرتا ہے اور اس پٹے کی وجہ سے معطی کے فری ہولڈ[1] حق پر جو اس کو حاصل ہے بار عائد کیا جاتا ہے۔ اسکے برعکس انتقال پٹہ کی کیفیت ہے۔ انتقال کے ذریعے سے پٹہ دار اپنی زمین کا ذیلی پٹہ منتقل الیہ (یعنے ذیلی پٹہ دار) کو منتقل کرتا ہے۔ اقرار کے لئے کسی مقررہ شکل یا ضابطے کے مطابق کیا جانا اور نہ کیا جانا دونوں باتیں ممکن ہیں، اقرار باضابطہ ہی ہو سکتا ہے اور بے ضابطہ بھی اگرچہ ہم نے سابق میں باضابطہ اقراروں کی نوعیت اور تفصیل بیان کر دی ہے لیکن ان میں سے ایک قسم کے اقرار کا قانون جائداد سے خاص تعلق ہے لہذا اس فصل میں اس کا بالاجمال اعادہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اور اس سے ہماری مراد حوالگی قبضہ ہے اسی کو قانون روما میں ٹراڈی شیو (traditio) کہتے ہیں۔ مالک جائداد کا کسی شئے کو اپنی رضا و رغبت سے انتقال کرنے کی صورت میں اس کے قبضے کا منتقل الیہ کو حوالہ کر دینا قانون روما کا ایک زبردست بنیادی اصول تھا جو حوالگی قبضہ یا حق قدامت کی وجہ سے (شخص کو) کسی شئے میں ملکیت حاصل ہوتی ہے محض اقرار کے ذریعہ سے ملکیت منتقل نہیں ہو سکتی[2]۔ ایسا ہی انگریزی قانون میں ۱۸۴۵ء تک قیاس یا از روئے نظریہ حوالگی قبضہ کے سوائے زمین کا کسی دوسرے طریقہ سے منتقل کرنا ممکن نہ تھا۔ اگر زمین کا قبضہ منتقل نہ کیا جاتا تو دستاویز انتقال جو کسی قطعۂ زمین کے متعلق مرتب و مکمل کیا جانا بے اثر ثابت ہوتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ صدیوں سے عمل اس نظریہ کے خلاف کیا جاتا تھا انگلستان کے قدیم قانون امانت (the st. of uses) کے ذریعہ سے قبضہ کے حوالہ کرنے کا ایک مصنوعی یا فرضی طریقہ نکل آیا تھا

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ دستور انگلستان برائے انٹرمیڈیٹ تشریحات صفحہ ۴۱۔

[2] سمر و ۲ ـ ۳ ـ ۲۰۔

اور لوگ انتقال زمین کو اس فرضی حوالگی قبضہ کے ذریعے سے جائز اور مستند قرار دلواتے تھے جس کی بناء پر زمین کے ساتھ منتقل الیہ کو اس کی ملکیت بھی پہنچتی تھی۔ لیکن ایک دوسرا قانون[لے] جس کے ذریعے سے نظریۂ قانون میں بھی قبضے کے بغیر زمین کی ملکیت منتقل ہو سکتی ہے حال ہی میں نافذ ہوا ہے۔ اس کے برعکس انگلستان کے قانون غیر موضوعہ نے سیکڑوں برس قبل جائداد منقولہ کے متعلق طے کر دیا تھا کہ قبضے کے بغیر اس کی ملکیت کا منتقل کرنا ممکن ہے اور اس طرح اس قدیم اصول کی جو وہاں کے قانون غیر موضوعہ سے بھی زیادہ پرانا تھا قطع و برید کر دی تھی۔ چنانچہ منتقل الیہ کے حوالے کئے جانے کے بغیر جائداد منقولہ یا مال کو بذریعہ دستاویز منتقل کرنا ممکن ہے ایسا ہی مشتری کو حوالے کئے جانے کے بغیر مال و اسباب بذریعۂ بیع بحق مشتری منتقل ہو سکتا ہے لیکن آج کے دن بھی مال یا جائداد منقولہ کی ہبہ کو مکمل اور جائز کرنے کے لئے اس کے قبضہ کو منتقل کرنے یعنے اس شئے کا منجانب واہب موہوب لہ کے حوالے کیا جانا لازمی ہے[عہ]۔

ہبۂ اشیاء کے متعلق حوالگی قبضہ کی جو ضرورت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قانون ملک میں ابھی تک قدیم خیال کا اثر باقی رہ گیا ہے۔ اس کو ان ایام قدیمہ کی یادگار سمجھنا چاہیئے جبکہ قانون میں قبضہ زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور اس کی خاص اہمیت تھی جو اب اس قدر باقی نہیں رہی ہے۔ اس زمانہ میں ملکیت معین قبضہ سمجھی جاتی تھی قبضہ حق اصلی اور ملکیت حق ذیلی خیال کی جاتی تھی اسی بناء پر اگر مالک کا قبضہ اس کی شئے پر نہ ہوتا تو وہ اس کی مالک نہیں سمجھی جاتی تھی کیونکہ مالک اپنے ایک نہایت اہم حق یعنے قبضے سے محروم ہو کر کیونکر اس شئے غیر مقبوضہ کا مالک بن سکتا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس جس شخص کو قبضہ پانے کے دعوے میں کامیابی نہ ہوتی وہ شئے مدعوہ کا مالک نہیں متصور ہو سکتا تھا حالانکہ دخل پانے کی نسبت اس کا دعویٰ کتنا ہی سچ کیوں نہ ہوتا۔ انتقال شئے سے مراد انتقال قبضہ لی جاتی تھی اور جب تک قبضہ کسی شئے کا منتقل نہ کیا جائے اس شئے کا منتقل کرنا ناممکن تھا۔

---

لے قانون (موضوعہ) وکٹوریہ ۱۹۰۶ء جلوس وکٹوریہ باب ۱۰۶ فصل ۲۔

عہ کاک رین بنام مورگو نفتر بینچ ڈویژن جلد ۲۵ صفحہ ۵۷۔

مگر اس زمانے کے مقننین کی عقلیں انتقال حقوق کے متعلق ساکت تھیں۔ چونکہ اشیاء (جن سے مراد وہ لوگ مادی اشیاء لیا کرتے تھے) کا تعلق جسد وجسمانیات سے ہے اور وہ نظر آتی نہیں اس لئے ان ہی کے قبضے اور انتقال کی بابت لوگوں نے عقلیں لڑائی ہیں انتقالات حقوق کا مبحث آیندہ آنے والی نسلوں کے لئے چھوڑ رکھا تھا۔

بعض صورتوں میں قبضے کا حوالہ کیا جانا از روئے قانون ضروری ہے اور حوالگی قبضہ کے بغیر جیسا کہ جائداد منقولہ کی شکل میں جائداد کا انتقال جائز نہیں خیال کیا جاتا اس کو یک گونہ اقرار انتقال کے متعلق پابندی ضابطہ (یا ادائے رسم) سمجھنا چاہیئے اور جو غرض دیگر ضوابط کی ہے وہی اس ضابطے اور رسم کی ہے۔ اس ضابطہ کی پابندی سے اس اقرار کے متعلق شہادت فراہم ہو سکتی ہے جو فریقین کے درمیان انتقال مال یا اسباب کی بابت کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے فریقین کو معاملے سے دست بردار ہونے اور اقرار کی پابندی سے گریز کرنے کا موقع ملتا ہے ورنہ ان پر ایسے وعدوں کی ذمہ داری عائد ہوگی جنکے متعلق انھیں زیادہ غور و فکر کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔

یہ ایک مشہور اور زبردست قانونی اصول ہے کہ کسی معطی لہٗ یا منتقل الیہ کا حق اپنے معطی یا منتقل کنندہ کے حق سے بہتر نہیں ہو سکتا معطی اور منتقل کنندہ اسی حیثیت اور نوعیت کا حق معطی لہٗ اور منتقل الیہ کو عطا اور منتقل کرتا ہے جس حیثیت اور نوعیت کا حق اسے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ قانون روما میں اس اصول کے متعلق یہ قول ہے کہ کوئی شخص اس حق سے بہتر حق جو اس کے پاس ہو دوسرے کو نہیں منتقل کر سکتا ہے[۱]۔

لیکن یہ قاعدہ بھی متعدد اور اہم مستثنیات سے خالی نہیں ہے اس میں شک نہیں کہ یہ قاعدہ قدیم ہے اور اس کے مستثنیات جدید ہیں بلکہ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر قانون کی ترقی انھیں اصول اور امور پر آئندہ بھی جاری رہے

---

۱؎ ڈائیجسٹ ۵۰ - ۱۷ - ۵۴ -

جن اصول پر موجودہ زمانے میں قانون نے ترقی کی ہے تو ان مستثنیات میں اور بھی اضافہ ہوگا اور اس قدیم اصول اور قاعدے کے اصلی مفہوم میں اور بھی کمی واقع ہوگی۔ یہ قدیم قاعدہ اور اس کے جدید مستثنیات دو متضاد اغراض پر مبنی تھے۔ اس قدیم اصول کا مقصد حقوق محصلہ یا قائم کردہ حقوق کی صیانت اور طمانیت ہے۔ جس شخص کو اس قاعدے کے زیر اثر کسی حق کامل کے حاصل کرنے میں کامیابی ہو اس کے لئے یہ قاعدہ سپر کا کام دیتا ہے اور وہ اس کے زیر حمایت اپنے حق کو بچانے کے لئے ہر ایک شخص سے مقابلہ کر سکتا ہے حتیٰ کہ تمام دنیا اس کے مقابلے پر کھڑی ہو جائے اس سے ان سب کا حملہ رد کرنا ممکن ہے۔ اس کے برعکس اس کے مستثنیات کی غرض ہے۔ مستثنیات سے صرف ایسے اشخاص فائدہ اٹھا سکتے ہیں جن کو کسی جائداد کا حاصل کرنا منظور ہو اور قاعدے سے وہی لوگ مستفید ہو سکتے ہیں جو جائداد کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے ہوں یعنے جنھیں اس محصلہ جائداد کی حفاظت وصیانت منظور رہو۔ انسان کے لئے ایسے حق کا حاصل کرنا جس کے دیگر اشخاص مدعی نہ ہوں یا جس کی نسبت کسی جھگڑے یا فساد کے برپا ہونے کی نوبت نہ آئے زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس امر کے کہ اس کے حاصل ہونے کے بعد وہ اس کے پاس محفوظ و مصئون نہ رہے۔ اس قسم کے دو متضاد اغراض میں مصالحت اور اتحاد پیدا کرنا قانون ملک کا فریضہ ہے۔ چونکہ اس زمانے میں ضرورت ہے کہ لوگوں کو جائداد کے حاصل اور منتقل کرنے میں آسانی ہو اور ان معاملات میں جس قدر سرعت سے کام لیا جائے اسی قدر مناسب ہے لہذا زمانہ موجودہ کے قانون کا رجحان قدیم قاعدے کے اثر کو جس کے ذریعے سے حق مقابضت (یا حقیت) کی صیانت کی جاتی ہے کم کرکے اس کے مستثنیات کو جن کے ذریعے سے جائداد یا حقوق کا زیادہ آسانی اور کسی تعویق کے بغیر حاصل اور منتقل کرنا ممکن ہے فروغ دینا اور ان میں اضافہ کرنا ہے۔

ان مستثنیات کی دو قسمیں ہیں (۱) ایسے مستثنیات جن کا تعلق اس فرق سے ہے جو قانونی اور نصفتی ملکیت میں پایا جاتا ہے اور (۲) ایسے مستثنیات جن کی بناد ملکیت اور قبضے کا امتیاز ہے۔ اس سے پہلے ہم نے بیان کیا ہے اور ناظرین کتاب بھی اس امر سے بخوبی واقف ہونگے کہ ایک ہی جائداد کی قانونی ملکیت ایک شخص کو

اور نصفتی ملکیت دوسرے شخص کو حاصل ہوتی ہے نیز وہ شخص جو اس جائداد کا ازروئے قانون مالک سمجھا جاتا ہے امین ہے اس شخص کے لئے جو ازروئے نصفت اس کا مالک ہے۔ پہلا شخص دوسرے شخص کی جانب سے اور اس کو اس جائداد سے فائدہ پہنچانے کی غرض سے اس پر قابض رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس امانت کے فریضے سے پہلے شخص کی جائداد زیر بار یا مکفول ہو جاتی ہے اس پر بھی امین اس بار کفالت کے بغیر یہ جائداد شخص ثالث کو دے سکتا ہے بشرطیکہ شخص ثالث نے اس کی قیمت ادا کی ہو اور بوقت خریداری اس کو موجودگی امانت کا علم نہ ہوا ہو۔ اس قاعدے کو مسئلۂ نصفت شرا بیع ثمن و بلا اطلاع کہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص لاعلمی اور نیک نیتی سے کسی ناقص قانونی حق (یا حقیت) کو خریدے تو اس کے حق کو کسی دوسرے شخص کے نصفتی اور مخالفانہ حق کے ذریعے سے نقصان نہ پہنچنا چاہیئے۔ بہر حال امانت کی حد تک مالک قانونی اپنی حقیت سے زیادہ بہتر حقیت اس مقولے کے باوجود کہ جس کے پاس جو چیز نہ ہو وہ اس چیز کو کسی دوسرے شخص کو نہیں دے سکتا منتقل الیہ کو دے سکتا ہے۔

دوسری قسم کے مستثنیات ان اشکال پر مبنی ہیں جن میں جائداد کی ملکیت ایک شخص کو اور قبضہ دوسرے شخص کو حاصل ہوتا ہے۔ انگلستان کے قانون غیر موضوعہ اور موجودہ قوانین موضوعہ کے ذریعے سے بعض صورتوں میں قابض جائداد اپنے حق (قبضہ) سے بہتر حق (ملکیت) منتقل الیہ کو عطا کرنے کا مجاز قرار دیا گیا ہے بشرطیکہ منتقل الیہ نیک نیتی سے قابض کو جائداد کا صحیح اور جائز مالک باور کرتا ہو۔ اس قسم کے اشکال کی بناء یہ قیاس قانونی ہے کہ جو شخص قابض شئے ہے وہی مالک شئے ہے۔ چنانچہ قانون نے ان لوگوں کو جو نیک نیتی سے اس قیاس پر عمل کرتے ہیں حصول حقیت کا مجاز قرار دیا ہے اور جو حق ان شرائط کے ساتھ جس شخص کو حاصل ہوتا ہے خواہ وہ دراصل ناجائز ہی کیوں نہ ہو ہر ایک صورت میں قانوناً صحیح اور جائز تصور کیا جاتا ہے۔ ان مستثنیات میں سب سے زیادہ مشہور مثال دستاویزات قابل بیع و شرا کی ہے۔ مثلاً کرنسی نوٹوں پر غور کیجئے۔ کسی کے قبضے سے کسی بنک نوٹ کے برآمد ہونے سے وہ اس کا مالک نہیں بن سکتا کیونکہ اس کے متعلق اس قسم کے احتمالات ہوسکتے ہیں کہ قابض نے اس نوٹ کو کہیں پڑا ہوا پا لیا ہو یا کسی دوسرے

شخص کے یہاں سے چرالیا ہو اس پر بھی یہ نوٹ اس شخص کی ملک ہوسکتے ہیں جس نے کسی سارق وغیرہ سے نیک نیتی سے قابض ناجائز کو اس کا مالک باور کرکے اور اس کی قیمت ادا کرکے اسے خریدا ہو۔ ایسا ہی تاجروں کے مختار اور گماشتے جن کے قبضے میں ان کے مالکوں کا مال تجارت رہتا ہے ایسے تجارتی مال کی ملکیت[1] موثر طور پر منتقل کرسکتے ہیں حالانکہ ان کے مالکوں نے انھیں انتقال ملکیت کا اختیار دیا ہو یا نہ دیا ہو[2]۔

## فصل ۱۶۴ وراثت

چوتھا اور آخری طریقہ حصول جائداد کا جس کی ہم تحقیق کرنا چاہتے ہیں وراثت ہے۔

---

[1] قانون گماشتگان و مختار بابت ۱۸۸۹ء۔

[2] انگریزی قانون سے زیادہ یورپ کے دوسرے ملکوں میں اس مسئلہ کا کہ قابض شئے (یعنے مال یا جائداد منقولہ) اپنے حق سے زیادہ بہتر حق (یعنے ملکیت شئے) منتقل الیہ کو دے سکتا ہے اثر ہے اور برطانوی سلطنت سے زیادہ ان ممالک میں اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ فرانسیسی مجموعہ قانون دیوانی فقرہ ۲۲۷۹ میں یہ عام اصول درج ہے کہ ملکیت شئے سے اس کے مالک کے لئے یہ حق مستخرج نہیں ہوسکتا کہ جو شخص ثالث نیک نیتی سے اس شئے کو حاصل کرلے اس کا تعاقب اس کا مالک کرے یعنے اشخاص ثالث کا نیک نیتی سے کسی شئے پر قبضہ ہو جانے کے بعد اس شئے کا مالک ان سے اپنی شئے واپس نہیں لے سکتا۔ یہ قاعدہ بھی اہم مستثنیات سے خالی نہیں ہے کیونکہ مال مسروقہ اور گم شدہ مال پر اس کا اطلاق نہیں کیا جاتا ہے لہٰذا اس قاعدہ کو ایسے اشکال کے لئے ایک کلیہ سمجھنا چاہئے جن میں مالک شئے اپنی رضا و رغبت سے اس شئے کا قبضہ کسی دوسرے شخص کے تفویض کرتا ہے۔ اسکی تمثیلات ایسی صورتیں ہیں جن میں گروی رکھنے والا مستعار لینے والا تحویلدار یا ایجنٹ یعنے مختار مالک کی رضامندی سے اس کی شئے پر بالفعل قابض ہوجاتے ہیں لیکن ناجائز طور سے وہ شئے شخص ثالث کو منتقل کردیتے یعنے فروخت کرتے ہیں۔ باڈری لکن تی نیرڈی لاپری اسکرپشن باب ۲۰ اس کے علاوہ ملاحظہ ہوں جرمن مجموعہ قانون دیوانی دفعات ۹۳۲ تا ۹۳۵ اور اطالوی مجموعہ قانون دیوانی دفعات ۷۰۷ تا ۷۰۸ ۔ ان دونوں مجموعوں میں بھی اس قسم کا قانون درج ہے ۱۲ ۔

مالکان حقوق کی فوتی کے لحاظ سے حقوق کی دو قسمیں قابل توریث اور ناقابل توریث قرار دی گئی ہیں۔ اگر مالک حق کی وفات کے بعد اس کا حق باقی رہجائے تو قابل توریث حق ہے اور اگر مالک کی وفات کے بعد باقی نہ رہے بلکہ اس کے مرنے سے وہ زائل ہو جائے تو اس کو ناقابل توریث حق کہتے ہیں۔ اگرچہ حقوق کی اس تقسیم میں اور اُس تقسیم میں جو حقوق متعلق جائداد اور حقوق شخصی میں قرار دی گئی ہے بہت کچھ مشابہت اور مطابقت ہے لیکن دونوں تقسیمیں ایک نہیں ہیں بلکہ ان میں کسی قدر فرق ہے۔ شخصی حقوق کا انحصار ان ہی اشخاص پر ہے جن کو وہ حاصل ہوتے ہیں ان حقوق کا تعلق صاحبان حقوق کی ذات سے ہوتا ہے اور اس لئے جب صاحب حق فوت ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کا حق بھی فنا ہو جاتا ہے بہر حال شخصی حق کو شخص کی ذات یا اس کی شخصیت سے تعلق ہے اور اس قسم کا حق ذات شخص سے علیحدہ ہو کر ہستی جداگانہ کی حیثیت سے قائم نہیں رہ سکتا ہے۔ لہذا شخص کی وفات سے سے اس کا شخصی حق نہ صرف ساقط ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے تمام حقوق کی کیفیت ہے بلکہ وہ بالکل زائل اور فنا ہو جاتا ہے اس پر بھی بعض صورتوں میں شخصی حقوق زائل نہیں ہوتے بلکہ یہ قائم مقامان متوفی کو وراثتاً پہنچتے ہیں جیسا کہ امارت موروثی اور اسکے ضمن میں سیاسی اور دیگر امتیازات کی حیثیت ہوتی ہے۔

اس کے برعکس حقوق جائدادی (ایسے حقوق جن کا تعلق جائداد سے ہوتا ہے) عموماً قابل توریث ہیں۔ صاحب حق کی موت سے حق جائدادی مٹ نہیں جاتا بلکہ ساقط ہوتا ہے یعنے بظاہر حق نظروں سے غائب ہو جاتا ہے لیکن اس کا وجود باقی رہتا ہے۔ اس قاعدے کے بھی متعدد مستثنیات ہیں۔ مثلاً پٹہ حین حیاتی پٹہ دار کی وفات کے ساتھ ختم اور معدوم ہو جاتا ہے حالانکہ پٹہ کا شمار حقوق جائدادی یا حقوق ملکیت میں کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حین حیاتی پٹے کے سوا پٹے کے دیگر اقسام میں کسی نہ کسی مدت کا تعین کیا جاتا ہے اس لئے ان پر ان پٹہ دار کی موت کا اثر نہیں پہنچ سکتا۔ ملکیت مشترکہ کی بھی یہی خاصیت ہے کہ ایک شریک کی موت سے اس کا حق یعنے ملکیت زائل ہو کر باقی شرکائے موجود پر حق پسماندگی کے قاعدے سے منقسم ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی ٹارٹ کے متعلق جس قدر حقوق نالشات ہیں وہ

ضرر رسیدہ اشخاص کے فوت ہونے پر ان کے ساتھ ختم اور معدوم ہو جاتے ہیں بجز ان صورتوں کے جن میں انگلستان کے قانون ٹارٹ میں جس کا تعلق وہاں کے قانون غیر موضوعہ کے قواعد سے ہے قوانین موضوعہ کے ذریعے سے اس قسم کے حقوق نالشات کے متعلق ترمیم کی گئی ہے۔ بہرحال اکثر صورتوں میں انسان کی موت اس کی ملکیت کو جو اسے اس کے حقوق جائدادی پر حاصل ہے نیست و نابود کر دیتی ہے لیکن اس کا حق جائدادی باقی رہتا ہے۔

انسان کے مرنے کے بعد اس طرح اس کے جو حقوق باقی رہجاتے ہیں وہ اس کے قائم مقام کو حاصل ہوتے ہیں۔ قائم مقام سے مراد وہ شخص ہے جس کو متوفی نے بطور خود اپنی یا قانون ملک نے متوفی کی اس دنیا میں قائم مقامی کرنے کے لئے مقرر کیا ہو۔ چونکہ قائم مقام متوفی کی ذات کا حامل ہوتا ہے یا یوں کہیئے کہ قائم مقام متوفی کی ردائے شخصیت کو اوڑھے ہوئے ہوتا ہے اس لئے جس قدر میت کے حقوق اور ذمہ داریاں قابل توریث ہیں وہ تمام اس کی ذات میں ارثاً جمع ہو جاتی ہیں۔ وراثت گویا میت کی ایک قانونی اور فرضی شخصیت ہے جو اس کی وفات کے بعد اس دنیا میں ضرورتاً ایک زمانے تک جاری اور قائم رہتی ہے کیونکہ قانون کی رو سے قائم مقام متوفی کے بجائے شمار کیا جاتا ہے یعنے جن امور اور معاملات کا متوفی کی ذات سے تعلق ہو وہی امور اور معاملات اس کے قائم مقام سے متعلق ہو جاتے ہیں۔ جن حقوق پر متوفی اپنی ذات سے متصرف نہیں ہو سکتا یا جن فرائض اور ذمہ داریوں کی تکمیل یا ادائی وہ اپنی ذات سے نہ کر سکتا ہو اس کا قائم مقام ان حقوق سے متمتع اور ان فرائض کا تکمیل کرتا ہے یعنے میت کے امور کو ایک زندہ شخص انجام دیتا ہے۔ چنانچہ ان حالات پر نظر کرتے ہوئے یہ کہنا جائز ہے کہ ہر چند میت کی قدرتی شخصیت اس کی موت سے فنا ہو جاتی ہے لیکن اس دنیا میں اس کی قانونی شخصیت اس وقت تک باقی رہتی جب تک کہ اس کو اس کے فرائض اور ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل نہ ہو اور اس کی جائداد کی اس کے دائنین اور ورثا میں حسب ضرورت تقسیم نہ ہو جائے۔ اور زندہ انسانوں میں اس کی نیابت اور قائم مقامی کی ضرورت باقی نہ رہے[1]۔

[1] شخص متوفی کو اس کی وراثت اس دنیا میں زندہ رکھتی ہے (مطلب یہ کہ قائم مقام کے ذریعہ سے

اگرچہ متوفی کی جائداد (یا متروکہ) اس کے قائم مقام کو حاصل ہوتی ہے لیکن ہر حالت میں قائم مقام کا ہی اس جائداد کا مالک انتفاعی ہونا لازم نہیں ہے۔ دو قسم کے اشخاص کو متوفی کی جائداد سے فائدہ پہنچانے کے لئے قائم مقام کا تقرر کیا جاتا ہے اور جائداد اس کے قبضے میں دی جاتی ہے۔ بعض صورتوں میں قائم مقام کا جائداد سے مستفید ہونے والے اشخاص میں شمار کیا جاتا ہے اور بعض صورتوں میں وہ ان اشخاص میں داخل نہیں سمجھا جاتا ہے۔ ان اشخاص کے ایک گروہ کو دائنین متروکہ اور دوسرے گروہ کو مامون لہم یعنے استفادہ حاصل کرنے والے اشخاص کہتے ہیں۔ جس طرح انسان کے اکثر حقوق اس کے مرنے کے بعد اس دنیا میں باقی رہجاتے ہیں اسی طرح وہ اپنی متعدد ذمہ داریاں اور فرائض اپنے بعد یہاں چھوڑ جاتا ہے اور یہ ذمہ داریاں بھی مثل حقوق کے متوفی کے ورثہ میں آتی ہیں۔ ان فرائض اور ذمہ داریوں یعنے متوفی کے قرضوں کے ادا کرنے کا بار متوفی کی جائداد تک محدود ہے اگرچہ اس دنیا میں میت کے امور اور معاملات کا اس کے قائم مقام کے ذریعے سے انصرام کیا جاتا ہے لیکن میت کے دیون کی ادائی کی نسبت قائم مقام اپنی ذات سے ذمہ دار نہیں ہے بلکہ اس قسم کے فرائض کی تکمیل اس کو میت کے متروکہ سے جسقدر حاصل ہوتا ہے کرنی پڑتی ہے لہذا قائم مقام کی دو شخصیتیں یا قابلیتیں ہیں۔ دائنین میت میں سے جس شخص کو قائم مقام کے مقابلے میں بحیثیت وصی دین وصول طلب ہو وہ شخص اس قرضے کو قائم مقام کا ذاتی قرضہ نہیں قرار دے سکتا اور نہ قائم مقام کی ذات یا جائداد سے اس کو وصول کر سکتا ہے۔

دیون متوفی کی ادائی کے بعد متروکہ سے جو بچ رہتا ہے وہ مامون لہم یعنے ان ورثہ اور قرابت داران متوفی میں تقسیم کر دیا جاتا ہے جو اس کے پانے کے مستحق ہیں۔ مامون لہم کی دو قسمیں (۱) ایسے اشخاص جن کے نام متوفی نے اپنی وصیت میں بتلا کر

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ میت کے حقوق و فرائض کا انصرام کیا جاتا ہے اس لئے زمانۂ انصرام میں متوفی اپنے قائم مقام کے ذریعہ سے اس دنیا میں گویا زندہ رہتا ہے) ڈائیجسٹ ۱۴-۱-۴۲ ملاحظہ ہو۔ مز کامن لا (برطانیہ کا قانون غیر موضوعہ) صفحات ۳۴۱ تا ۳۵۷ میں الشنٹ لا (قانون قدیم) صفحات ۱۸۱ تا ۱۸۲۔

ان کے حصص مقرر کردئے ہوں اور (۲) ایسے اشخاص جن کو متوفی نے بذریعۂ وصیت نامزد نہ کیا ہو بلکہ قانون ملک کی رو سے مابقی جائداد متوفی میں حصہ پاسکتے ہوں۔ پہلی قسم کے اشخاص کی توریث وراثت بذریعۂ وصیت اور دوسرے گروہ کی توریث وراثت بلا وصیت کہلاتی ہے۔ گروہ ثانی کے متعلق ہم کو اس مقام پر زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے ان کی نسبت صرف اس قدر بتا دینا کافی ہے کہ ان کے حصص وغیرہ کا تصفیہ قانون سے حسب خواہشات متوفی کیا جاتا ہے اور متوفی کی جائداد ان لوگوں کو سلسلۂ قرابت کے لحاظ سے ملتی ہے۔ متوفی کے وصیت نہ کرنے اور اس کے قرابت داروں کی عدم موجودگی میں سلطنت اس کی دعویدار قرار پاتی ہے اور سلطنت برطانیہ میں متوفی کی جائداد مال لاوارث کی حیثیت سے تاج برطانیہ کو پہنچتی ہے۔

اس کے برعکس وراثت بذریعۂ وصیت کے متعلق چند امور کا ذکر کیا جانا ضرور ہے۔ اگرچہ کسی شخص کو مرنے کے بعد اپنی پسماندہ جائداد کے انتقال اور تقسیم کی نسبت کسی قسم کا اختیار نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کو صرف اس کی زندگی میں اس کی جائداد منتقل اور تقسیم کرنے کا اس دنیا میں اختیار دیا گیا ہے لیکن انسان وصیت کے ذریعے سے بعد وفات جائداد کو جس کو وہ اس دنیا میں چھوڑ جاتا ہے دیگر زندہ اشخاص کو دے سکتا ہے قانون میں وصیت کی خاص حرمت اور منزلت ہے اور اس کی خلاف ورزی قطعًا ناجائز سمجھی جاتی ہے۔ انسان اپنی آخری خواہشوں کا اظہار جس دستاویز کے ذریعے سے کرتا ہے اس کو بھی (انگریزی زبان میں) وصیت کہتے ہیں لیکن دوسری زبانوں میں وہ وصیت نامہ کہلاتی ہے بہرحال وصیت نامے کے ذریعے سے زندہ اشخاص کے حقوق اور ذمہ داریوں کا نصف صدی یا اس سے زیادہ مدت کے لئے تعین کیا جاتا ہے اور یہ ایسی دستاویز ہے کہ اس کے کاتب کے اس دنیا اور اس کے معاملات سے قطع تعلق اور کنج لحد آباد کرنے کے بعد یہ اس دنیا میں نفاذ باقی ہے۔ وصیت کا اثر قانون میں اس قدر تسلیم کیا گیا ہے کہ اُسکا اختیار دست میت (Mortnamanus سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو اصول و قواعد نفاذ وصیت کے متعلق قانون میں ہیں لوگ ان سے اس قدر مانوس ہو گئے ہیں کہ انھیں ایک

معمولی بات خیال کرتے ہیں بلکہ وصیت کے سبب سے قانون میں جو عجیب و غریب کیفیت پیدا ہوی ہے وہ مشکل سے کسی کی سمجھ میں آسکتی ہے۔

اس پر بھی مصلحت اور ضرورت کے لحاظ سے قانون نے میت کے اس اختیار کی نسبت جو اس کو زندہ اشخاص پر حاصل ہے چند قیود اور شرائط عائد کئے ہیں۔ اور ان قیود کے تین مخصوص اقسام ہیں۔

(۱) قیود نسبت مدت۔ انسان اپنے مرنے کے بعد ایک محدود مدت کے لئے اپنی خواہشات کے موافق اپنی جائداد کو منتقل کرسکتا ہے اور اسی محدود مدت کے لئے اس قسم کا انتقال جائداد از روے قانون صحیح اور جائز سمجھا جاتا ہے۔ موصی کا یہ قانونی فرض ہے کہ وہ اپنی جائداد کو اپنی وفات کے بعد ایک محدود مدت کے لئے اپنی خواہشات کے مطابق اس طرح منتقل کرے کہ ایک معین زمانے تک موہوب یا مامون لہم یا ان کے سلسلے میں حسب شرائط وصیت نامہ محدود رہے اور جائداد وصیتی سے منتقل الیہم مستفید ہوتے رہیں لیکن اختتام مدت پر اس کی کامل جائداد کسی ایک شخص یا ایک سے زیادہ اشخاص کی ملک مطلق قرار پائے اور وصیت کے ذریعے سے جو شرائط وقیود اس کے انتقال کے متعلق موصی نے عائد کئے ہوں وہ بطور خود کالعدم ہو جائیں۔ میت کی ایسی جائداد جس کے انتقال کے متعلق بذریعہ وصیت مدت معینہ کے لئے قیود اور شرائط قائم کئے جائیں جائداد بدست میت کہلاتی ہے۔ اگر کوئی شخص قانون کی مقرر کردہ مدت سے زیادہ مدت کے لئے جائداد کو بدست میت رکھنا چاہے اور اس نیت سے بذریعہ وصیت اپنی جائداد منتقل کرے تو اس کی وصیت کالعدم قرار پاتی ہے۔ انگریزی قانون میں اس مدت کے معین کرنے کی نسبت ایسے قواعد کا ایک مجموعہ ہے جو نہایت غور و فکر اور محنت و مشقت سے بنایا گیا ہے اور اس مقام پر ان کا بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔

(۲) قیود نسبت مقدار جائداد۔ یہ دوسری قید ہے جو موصی کے اختیار پر عائد کی گئی ہے اگرچہ انگریزی قانون میں مقدار جائداد کی نسبت موصی کا اختیار محدود نہیں کیا گیا ہے لیکن دوسرے دساتیر قانونی میں موصی اپنی جائداد کی مخصوص مقدار کی بابت وصیت کرسکتا ہے اور وصیت کے اثر سے جو جائداد بچ رہتی ہے وہ

ازروئے قانون ان لوگوں میں تقسیم کردی جاتی ہے جن کی امداد اور پرورش کا موصی کفیل سمجھا جاتا ہے یعنے موصی کی زوجہ اور اطفال وغیرہ کو مابقی جائداد ملتی ہے۔

(۳) قیود نسبت مقصد وصیت۔ انسان کو اپنی جائداد بذریعۂ وصیت منتقل کرنے کا اختیار اس لئے قانون میں دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مرنے کے بعد اپنے پسماندوں کو اس سے فائدہ پہنچائے لہذا وہ اپنے اس اختیار کو صرف اس حد اور اس غرض تک استعمال کرنے کا مجاز ہے۔ اگر انسان اس غرض سے تجاوز کرجائے تو اس کا انتقال جائداد کا اختیار بذریعۂ وصیت قانون میں ناجائز متصور ہوتا ہے اس بناء پر کسی میت کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنی جائداد سے زندہ اشخاص کو محروم کرسکے مثلاً کوئی شخص اس طرح کی وصیت کرنے کا مجاز نہیں ہے کہ اس کی زمینیں اس کے بعد افتادہ یا غیر مزروعہ رکھی جائیں اور نہ کوئی شخص یہ وصیت کرسکتا ہے کہ اس کا روپیہ اس کے ساتھ دفن کردیا جائے یا اس کے مرنے کے بعد سمندر میں پھینکدیا جائے[1]۔

---

[1] بردن بنام برڈٹ چانسری ڈویژن جلد ۲ صفحہ ۶۶۷۔

# خلاصہ

اصلی قانون دیوانی کے اقسام:-

۱- قانون جائداد- حقوق ملکیت (حقوق جائدادی) جن کا تعلق اشیا سے ہے-

۲- قانون ذمام- حقوق ملکیت (حقوق جائدادی) خلاف اشخاص-

۳- قانون حیثیت- حقوق شخصی-

مفاہیم اصطلاح جائداد

۱- تمام قانونی حقوق-

۲- تمام ملکیتی یا جائدادی حقوق-

۳- تمام حقوق جائدادی متعلق شئے-

۴- تمام حقوق ملکیت متعلق اشیائے مادی-

اقسام قانون جائداد-

۱- ملکیت اشیائے مادی- جائدادِ مادی-

۲- حقوق در جائداد خود متعلق اشیائے غیر مادی مثلاً حقوق ایجاد و نشانات تجارت-

۳- حقوق در جائداد غیر متعلق اشیائے مادی و غیر مادی مثلاً پٹہ جات امانتیں اور کفالتیں-

ملکیت اشیائے مادی-

اس کے صفات ضروری-

۱- عمومیت-

۲- استقلال-

۳- وراثت-

انگریزی قانون کی ملکیت زمین

منقولہ اور غیر منقولہ جائداد- زمین اور مال (جائداد منقولہ)

منقولہ اور غیر منقولہ حقوق-

محل ومقام حقوق۔
ری ال اور پرسنل جائداد۔
اصطلاح چیٹل (مال یا جائداد منقولہ) کے مختلف معنے اور مفہوم۔
حقوق در جائداد خود متعلق اشیائے غیر مادی۔
۱۔ حقوق ایجاد۔
۲۔ ادبی حق تصنیف۔
۳۔ مصورانہ حق تصنیف۔
۴۔ موسیقی اور ناٹک کا حق تصنیف۔
۵۔ تجارتی شہرت نشانات تجارت اور تجارتی نام۔
اقسام بار جو جائداد پر ڈالا جا سکتا ہے۔
۱۔ پٹہ جات۔
ان کی نوعیت۔
ان کا موضوع۔
ان کی مدت۔
۲۔ اقسام سروی ٹیوڈ (جائداد غیر سے استفادہ کرنے کا حق)۔
ان کی ماہیت۔
ان کی اقسام۔
۱۔ عام اور خاص۔
۲۔ ملحقہ اور غیر ملحقہ۔
۳۔ اقسام کفالت۔
ان کی ماہیت
رہن اور لی ان۔
رہن کی مخصوص نوعیت۔
حق انفکاک
رہن { بہ طریقۂ انتقال
بہ طریقہ بار }

جائداد مرہونہ کی ملکیت المضاعف۔
رہن کا لی ان کی شکل اختیار کرنا۔
اقسام لی ان۔
حصول جائداد کے طریقے۔

اوّل۔ قبضہ۔
۱۔ شے بلا مالک کے متعلق حق مطلق کا حاصل ہونا۔ ملکیت مطلق۔
۲۔ شے غیر کے متعلق حق نسبتی کا پیدا ہونا۔ ملکیت مبنی بر قبضہ یا ملکیت قابض۔

دوم۔ حق قدامت۔
۱۔ مثبت یا حصولی۔
۲۔ منفی یا مزیل۔

حق قدامت کی بنیاد عقل پر مبنی ہے۔
قیاس نسبت مطابقت و مجانست قبضہ و ملکیت۔
اقسام حقوق جو حق قدامت کے تابع ہیں۔

حق قدامت { کامل
{ ناقص۔ میعاد سماعت نسبت ارجاع نالشات

سوم۔ اقرار
{ ۱۔ انتقال
{ ۲۔ عطا۔
{ ۱۔ باضابطہ (مطابق دستور یا رسم)
{ ۲۔ بے ضابطہ (خلاف دستور یا رسم)
اثر اقرار۔
جس شخص کے یہاں جو شے نہ ہو وہ کسی دوسرے کو نہیں دے سکتا۔
مستثنیات
۱۔ فرق مابین ملکیت قانون و ملکیت انصفت۔
۲۔ فرق مابین ملکیت و قبضہ۔

## چہارم۔ وراثت۔

حقوق { قابل توریث / ناقابل توریث

قائم مقامان اشخاص متوفی۔

دائنین اشخاص متوفی

مامون الیہم اشخاص متوفی

۱۔ بلا وصیت

۲۔ بالوصیت

قیود نسبت اختیار وصیت۔

# اکیسواں باب

## قانون ذمام

### فصل ۱۶۵ ماہیت ذمام

محاورۂ زبان انگریزی یا عام معنوں کے لحاظ سے لفظ ابلی گیشن (Obligation) بمعنی ذمہ لفظ "فرض" کا مرادف ہے لیکن اس لفظ کا قانونی مفہوم قانون روما سے لیا گیا ہے جو اس کے عام مفہوم سے چند وجوہ کی بناء پر جداگانہ ہے۔ اولاً یہ کہ ذمام سے مراد اس قسم کے فرائض ہیں جو حقوق خلاف اشخاص کی ضد ہیں۔ ذمہ ایک قسم کا قانونی بندھن یا ضرورت قانون کی زنجیر ہے جس کے ذریعے سے دو یا دو سے زیادہ معین اشخاص گویا آپس میں جکڑ دیئے جاتے ہیں[1]۔ لفظ ذمہ میں قرض ادا کرنے کا فرض معاہدے کی تکمیل کرنا اور ٹارٹ کے ارتکاب میں ہرجہ کا ادا کرنا داخل ہیں لیکن اس لفظ کا اطلاق ایسے فرض پر نہیں کیا جاتا جس کے لحاظ سے ایک شخص کو دوسرے کی ذات جائداد اور شہرت کو گزند پہنچانے سے احتراز کرنا پڑتا ہے۔ ثانیاً یہ کہ قانون میں اصطلاح ذمہ

[1] ذمہ ایک قسم کی گرہ قانونی ہے جس کے ذریعہ سے اس طرح جکڑ کر مجبور کئے جاتے ہیں۔ کہ انھیں لامحالہ قوانین سلطنت کی پابندی میں بعض امور کو انجام دینا پڑتا ہے۔ جسٹی نی ان انسٹیٹیوٹس جلد ۳ فصل ۱۳ تمہید۔

نہ صرف کسی فرض کے لئے استعمال کیجاتی ہے بلکہ اس فرض سے جو حق یعنے اس کی ضد جو حق ہو اس کو بھی ذمہ کہتے ہیں۔ لفظ ذمہ اس گرہ قانونی یا تعلق قانونی حد کمال پر دلالت کرتا ہے جس کے ذریعے سے فریقین ایک دوسرے کے ساتھ گویا باندھ دیے جاتے ہیں۔ اس لفظ میں ایک فریق کا حق اور دوسرے فریق کی ذمہ داری دونوں شامل ہیں۔ اگر صاحب حق کے لحاظ سے دیکھا جائے تو لفظ ذمہ سے مراد اس کا حق ہے اور دوسرے نقطۂ نظر یعنے شخص ذمہ دار کے لحاظ سے غور کیجئے تو ذمہ سے مراد اس شخص کا فرض ہے۔ ذمہ کا لفظ دونوں طرح سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہ کہنا صحیح ہے کہ دائن اپنے ذمہ کو حاصل کر سکتا اس کا مالک بن سکتا اور اس کو منتقل کر سکتا ہے یا مدیون نے اپنے پر کسی ذمہ کو عائد کیا ہے یا کسی ذمہ سے بری ہوا ہے۔ مثالاً یہ کہ تمام ذمام کا تعلق حقوق ملکیت یا جائدادی حقوق سے ہے۔ مالک کی جائداد کا ایک حصہ اس کا ذمام سمجھے جاتے ہیں۔ ذمام کا اطلاق ان حقوق پر نہیں کیا جاتا جن کا تعلق حیثیت سے ہے مثلاً جو حقوق کدخدائی کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں ان پر ذمام کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔ لہذا ذمہ کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ اس سے مراد ایک جائدادی حق خلاف شخص یا ایک ایسا فرض ہے جس کی ضد کوئی حق ہو سکتا ہو۔

ذمہ سے استفادہ کرنے کا جو شخص مستحق ہو اس کو قانون روما میں دائن Creditor اور جس شخص پر ذمہ عائد کیا جاتا ہے اس کو اس قانون میں مدیون ( Delitor ) کہتے تھے اگر ہم بھی انگریزی زبان کی انھیں دو اصطلاحات دائن اور مدیون Creditor & delitor ing) کو قانون روما کی تقلید میں ان کے زیادہ وسیع معنوں میں استعمال کریں تو چنداں مضائقہ نہیں ہے اس بناء پر ذمہ سے ہماری مراد خواہ وہ کسی قسم کا کیوں نہ ہو وہ ذمہ ہے جو ایک دائن کو حاصل یا جس کا ایک دائن سے تعلق ہے اور دائن اس ذمہ سے مدیون کے مقابلہ میں فائدہ اٹھا سکتا ہے یعنے مدیون کو مجبور کر کے اس ذمہ کی تکمیل یا بجا آوری کرا سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دائن اور مدیون کی اصطلاحات کا ایک دوسرا تنگ مفہوم بھی ہے اور اس مفہوم ثانیہ کے لحاظ سے ان کا اطلاق صرف ان ذمام پر کیا جاتا ہے جن پر قرضہ جات کی بناء ہے یعنی ایسے ذمام (یا ذمہ داریاں) جنکی رو سے کسی معین اور مقررہ رقم کی ادائی لازم قرار دیجاتی ہے۔

اصطلاح ذمہ کا دوسرا مترادف لفظ (انگریزی زبان میں) چوز ان ایکشن یا تھنگ ان ایکشن یعنے شئے مدعوہ Choese in action or thing in action شئے در دعویٰ ہے اور اس سے مراد حق وصول قرضہ بذریعۂ نالش ہے۔ انگریزی قانون میں اس زمانے کے لحاظ سے شئے در دعویٰ سے مراد ایک حق ملکیت خلاف شخص ہے۔ قرضہ حصہ دار کمپنی سرمایۂ مشترکہ کسی شخص کی رقم جو سرکاری سرمایہ جات میں لگائی گئی ہو اور ثارٹ کے متعلق ہرجہ پانے کی نالش اس کی مثالیں ہیں۔ جس طرح قانون روما میں غیر جائدادی حق خلاف شخص کا ذمہ میں شمار نہیں کیا جاتا تھا اسی طرح انگریزی قانون میں بھی اس قسم کے حقوق شئے در دعویٰ یعنے شئے مدعوہ کے دائرہ سے خارج ہیں۔ چونکہ غیر جائدادی حقوق خلاف شخص شخصی حقوق ہیں اس لئے ان پر لفظ ذمہ بدرجۂ اتم صادق نہیں آسکتا چنانچہ شادی کرنے کے وعدے یا معاہدۂ کدخدائی سے جو حق یا حقوق پیدا ہوتے ہیں وہ شخصی ہیں اور ان ہی اشخاص کی ذات تک وہ محدود سمجھے جاتے ہیں جو اس معاہدے کے فریقین ہیں اور اس قسم کے حقوق پر شئے مدعوہ کا اطلاق کرنا ظاہر ہے کہ مہمل اور بے معنیٰ ہوگا۔

اشیاء در دعویٰ کی ضد اشیاء در قبضہ ہیں حالانکہ یہ دوسری اصطلاح بالکل متروک ہوگئی ہے۔ اس فرق کی صحیح ماہیت کے متعلق مصنفین نے بڑی بڑی بحثیں کی ہیں لیکن موجودہ زمانے میں اس امتیاز پر بہت ہی کم عمل کیا جاتا ہے اور اگر از روئے منطق اس کو صحیح و جائز ماننا ہو تو اس کو اس فرق کے مماثل اور مساوی سمجھنا چاہئے جو ریئل اور پرسنل حقوق میں پایا جاتا ہے یعنے یہ فرق اس فرق کے مساوی ہے جو قانون روما کی رو سے حق ملکیت ( Dominium ) اور ذمہ ( Obligatio ) میں قائم کیا گیا ہے۔ شئے در دعویٰ یا شئے مدعوہ سے مراد حق ملکیت خلاف شخص ہے۔ اس کے علاوہ جس قدر دوسرے حقوق ملکیت (یا حقوق جائدادی) ہیں بشمول ان حقوق کے جو اپنے موضوعات کی بجائے سمجھے جاتے ہیں وہ تمام اشیاء در قبضہ (اشیائے مقبوضہ)

ہیں۔ اگر ہم اس امتیاز کی تاریخ کے ذریعے سے اس کی تحقیق کریں تو اس امر کا بخوبی پتا چل سکتا ہے کہ اس فرق کا ابتدا میں وہ مفہوم اور مطلب نہ تھا جو اب لیا جاتا ہے ابتدائً شئے در قبضہ سے مراد کوئی ایسی شئے یا حق سمجھا جاتا تھا جس کا قبضہ اس کے ساتھ ہو اور شئے در دعویٰ کا مفہوم کوئی ایسی شئے یا حق تھا جس کے مدعی کو اس کا قبضہ حاصل نہ ہو اور بصورت ضرورت عدالت میں دعویٰ رجوع کر کے قبضے کا حاصل کرنا اس کا فرض تھا۔ چنانچہ جو روپیہ انسان کے کیسہ میں ہوتا وہ اس کے قبضے میں یعنے اس کا مقبوضہ خیال کیا جاتا تھا اور جو روپیہ اس کو اس کے مدیون سے وصول طلب ہوتا وہ شئے در دعویٰ یعنے شئے مدعوہ متصور ہوتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ امتیاز بہت زیادہ اس فرق کے مشابہ اور مساوی تھا جو ریال اور پرسنل حقوق میں (جائداد غیر منقولہ اور منقولہ کے حقوق کے درمیان) قائم کیا گیا ہے کیونکہ جائداد غیر منقولہ کے حقوق کا عموماً قبضہ اور ملکیت دونوں باتیں ممکن ہیں۔ اس قسم کے حق پر انسان اپنا قبضہ بھی رکھ سکتا ہے اور وہ اسکی ملک بھی ہوسکتی ہے اس کے برعکس جائداد منقولہ کے حقوق انسان کی عموماً ملک ہوسکتے ہیں لیکن وہ اس کے قبضے میں نہیں رہتے اس پر بھی ان دونوں امتیازات میں مساوات اور مشابہت مکمل نہ تھی مثلاً اگر کوئی شئے (مال یا جائداد منقولہ) اس کے مالک کے یہاں سے چوری جاتی تو مالک کے لحاظ سے وہ شئے در دعویٰ سمجھی جاتی تھی لیکن اس بناء پر اس کا حق ملکیت ذمے میں مبدل نہیں ہوتا تھا[1]۔

اشیاء یا حقوق کے قبضے کے متعلق جو اس قدر زور دیا جاتا تھا اس کا سبب قدیم زمانہ کا انگریزی قانون ہے اور اس کو اس زمانے کے

[1] لاڈکشنری (لغات قانون) مرتبہ جیکب جس کا اقتباس مسٹر سویٹ نے لاکوارٹرلی ریویو نمبر ۱۰ صفحہ ۳۰۰ کے فٹ نوٹ میں دیا ہے ۱۲۔

قانون کی ایک خصوصیت سمجھنا چاہیے۔ مرور زمانہ کے ساتھ جیسی جیسی قبضے
کی اہمیت اور منزلت کم ہوتی گئی اتنی ہی شئے مدعوہ اور شئے مقبوضہ کے
امتیاز اور اس کے مفہوم میں کمی ہوی یہاں تک کہ لوگوں کے ذہنوں سے
ان اصطلاحات کا ابتدائی فرق اور مفہوم بالکل خارج ہوکر ان کا جدید
مفہوم قائم ہوگیا۔ چنانچہ ابتداء میں حصص اور رقوم یا زر سالانہ کا اشیاء
در قبضہ (اشیائے مقبوضہ) میں شمار کیا جاتا تھا لیکن اس زمانے میں یہ چیزیں
اشیاء در دعوی (اشیائے مدعوہ) سمجھی جاتی ہیں۔ ایسا ہی زمانۂ موجودہ
میں اراضیات اور اموال (جائداد منقولہ) بلا لحاظ اس امر کے کہ
ان پر ان کے مالک کا قبضہ ہو کہ نہ ہو اشیائے مقبوضہ سمجھی جاتی ہیں۔
قدیم زمانے میں بھی اشیاء در قبضہ کی صنف میں ذمام کے دوسری سب
اشیاء سے زیادہ اہمیت تھی اور اس زمانے میں بھی ذمام کا ہی شمار
اشیائے مدعوہ میں کیا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض مصنفین کا مشورہ ہے کہ
جائداد غیر مادی کو جیسا کہ حقوق ایجاد حقوق تصنیف اور نشانات تجارت
ہیں اشیائے مقبوضہ (یا اشیاء در قبضہ) میں داخل کرلینا چاہیے لیکن اسکی طرف
نہ تو قدیم قانون کو توجہ ہوی اور نہ جدید قانون نے اس مشورے کا کچھ لحاظ
کیا ہے بلکہ ان حقوق کا اشیائے مدعوہ میں شمار کیا جاتا ہے[۱]۔

---

[۱] اشیائے مدعوہ کی ماہیت کے متعلق ملاحظہ ہو بلیک اسٹن جلد ۲ صفحہ ۳۹۶ کلونیل بنک بنام
وہنی چانسری ڈویژن جلد ۳۰ صفحہ ۲۶۱ اور اپیل کیسز جلد ۱۱ صفحہ ۴۲۶ نیز وہ سلسلۂ مضامین
جو مختلف ماہرین فن کے زور قلم کا نتیجہ ہے اور لا کوارٹرلی ریویو میں شائع ہوا ہے چنانچہ
ذیل میں اس ریویو کے پرچوں اور مصنفین مضامین کا حوالہ دیا جاتا ہے جلد ۹ صفحہ ۳۱۱
مضمون سر جارج ورڈ ایلفنسٹن جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۳ مضمون ٹی۔ سی ولیمز جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۳
مضمون سی۔ سویٹ جلد ۱۱ صفحہ ۴۴ مضمون ایس۔ براڈ ہرسٹ جلد ۱۱ صفحہ ۲۲۳ مضمون
ٹی۔ سی ولیمز جلد ۱۱ صفحہ ۲۳۸ مضمون سی۔ سویٹ۔

# فصل ۱۶۶ ذمام

معمولی یا عام شکل یا طرز کے ذمہ میں صرف ایک دائن اور ایک مدیون ہوا کرتے ہیں لیکن اکثر ایسی صورتیں بھی پیش آتی ہیں جن میں دو یا دو سے زیادہ دائنین ایک ہی حق کے حقدار اور دو یا دو سے زیادہ مدیون پر اس حق کی ادائی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ چونکہ دائنین کے دو یا دو سے زیادہ ہونے کی صورت میں کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آتی ہے۔ اس لئے ان کے متعلق اس مقام پر توجہ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے اور ایک سے زیادہ دائنین کی مالکان مشترک کی سی کیفیت ہے۔ جس طرح شئے مشترک کی ملکیت اور قبضہ اس کے مالکوں کو بالاشتراک حاصل رہتا ہے اس طرح ذمہ مشترکہ کے دائنین کی ملکیت اس ذمہ کے متعلق بالاشتراک ہے اور وہ اس میں برابر کے حصہ دار سمجھے جاتے ہیں لیکن ایسے اشکال جن میں دو یا دو سے زیادہ مدیون ہوتے ہیں نظری اور قیاسی دلچسپی پر مبنی ہے اس لئے ان کی جانب خاص توجہ کرنی چاہئے۔

چنانچہ اس کی تمثیلات ایسے قرضہ جات ہیں جن کی ادائی کسی کوٹھی شراکتی (جماعت شرکائے تجارتی) کے ذمہ ہو یا ایسے قرضہ جات جن کا مدیون ایک شخص ہو اور ان کی ادائی کی نسبت ایک یا ایک سے زیادہ ضامنوں نے ضمانت دی ہو۔ ایسا ہی دو یا دو سے زیادہ اشخاص کی ذمہ داری اس کی مثال ہے جو بالاشتراک کسی ٹارٹ کا ارتکاب کرتے ہیں ان اشکال میں مدیونان مشترک سے ہر ایک مدیون پر تمام اور کامل رقم ادا کرنے کی ذمہ داری ہے اور دائن اپنی رقم وصول طلب کو اس قدر حصص میں تقسیم کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے جس قدر مدیون کے ذمہ اس کی ادائی ہے دائن کو اختیار ہے کہ اپنی پوری رقم کسی ایک مدیون سے وصول کرلے اور ممکن ہو تو اس کو اجازت دے کہ وہ اپنے مدیونان شریک سے حصہ رسدی اس اداشدہ رقم کو حاصل کرے۔ فرض کیجئے کہ دو شرکار الف اور ب کے ذمہ ۱۰۰ پونڈ کا قرضہ ہے اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ ۱۰۰ پونڈ کی ادائی الف اور ب میں تقسیم ہوگئی ہے اور ان میں کا ہر ایک شخص بحساب ۵۰ پونڈ فی کس ادا کرنے کا

ذمہ دار ہے بلکہ ۱۰۰ پونڈ منفرد قرضہ ہے اور الف و ب میں سے ہر ایک شریک مدیون کامل ۱۰۰ پونڈ ادا کرنے کا ذمہ دار ہے لیکن جب ان دونوں میں سے کوئی ایک شریک اسی کامل رقم کو ادا کر دے تو اس کے بار ادائی سے دونوں شرکاء بری الذمہ ہو جاتے ہیں[1]۔

اس قسم کے ذمام کو ذمام متمم یا کامل کہتے ہیں اور لفظ متمم انگریزی زبان میں قانون روما کی اصطلاح ان سولی ڈیم (in Solidium) بمعنی متمم و کامل سے لیا گیا ہے کیونکہ شریک کے حصۂ شراکت کی مناسبت سے اس پر ادائی دین کی ذمہ داری نہیں ڈالی جاتی بلکہ ہر ایک شریک مدیون کامل اور تمام رقم قرضہ کی ادائی کا ذمہ دار ہے۔ لہذا ذمہ متمم کی اس طرح تعریف ہو سکتی ہے کہ وہ ایک ایسا ذمہ ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ مدیون ایک ہی شئے کے متعلق اور ایک ہی دائن کے پاس ذمہ دار ہیں۔ انگریزی قانون میں ان ذمام کے تین جداگانہ اقسام ہیں (۱) ذمہ داری منفردہ (۲) ذمہ داری مشترکہ اور (۳) ذمہ داری مشترکہ و منفردہ۔

۱۔ ذمہ داری منفردہ اسی شکل میں پیدا ہوتی ہے جبکہ دین ایک ہی شئے ہو لیکن بلحاظ تعداد مدیونان ذمہ داریوں اور نالشات کی بناؤں کی تعداد قرار پائے۔ ایسی صورت میں ہر ایک مدیون اسی ایک داین سے ایک خاص اور جداگانہ قانونی بندھن کے ذریعے سے ایک ہی دین کی ادائی یا ایک ہی امر کی بجا آوری کے لئے ذمہ دار قرار پاتا ہے اس پر بھی مدیونان میں بلحاظ ذمہ داری ایک قسم کا تعلق اور اشتراک سمجھا جاتا ہے کیونکہ ایک مدیون کی جانب سے ذمہ داری کی تعمیل و تکمیل ہونے پر دیگر تمام مدیون اس سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔

۲۔ ذمام متمم ان صورتوں میں ذمہ داری مشترک سمجھے جاتے ہیں جن میں

---

[1] آئندہ اس امر کا ذکر آئے گا کہ دائن ہر ایک صورت میں مدیونان مشترک میں سے صرف ایک مدیون کے مقابلہ میں دعویٰ کرنے کا مجاز نہیں ہے بلکہ اسے جملہ مدیونان کو فریق مقدمہ بنانے کی ضرورت ہے لیکن جب ان تمام کے مقابلہ میں اسے ڈگری ملتی ہے تو وہ اس کی تعمیل کسی ایک مدیون پر کر کے اپنی تمام و کامل رقم اسی ایک مدیون سے حاصل کر سکتا ہے۔

اگرچہ دو یا دو سے زیادہ مدیون ہوتے ہیں لیکن دین یا کوئی دوسرا بنائے دعویٰ اور شئے جس کی ادائی لازم ہے ایک ہوتے ہیں۔ اگرچہ قانونی بندھن ایک ہی ہوتا ہے لیکن اس کے ذریعے سے متعدد مدیون ایک ہی معاملے کی نسبت دائن سے جکڑ دئے جاتے ہیں۔ اس ذمہ داری کے واحد اور منفرد ہونے کا خاص اثر یہ ہے کہ جس چیز کے ذریعہ سے ایک مدیون کو سبکدوشی ہوتی ہے اسی کے ذریعے سے باقی تمام مدیون بری الذمہ قرار پاتے ہیں۔ جب ایک مدیون اور دائن کے درمیان کی گرہ قانونی ٹوٹ جاتی ہے تو اس معاملے کے دیگر تمام مدیونان جو اس بندھن کے ذریعے سے دائن کے ساتھ جکڑے ہوئے ہوتے ہیں خود بخود اس قید سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ذمہ داری منفردہ میں اگرچہ ایک مدیون کی جانب سے دین کی ادائی ہونے پر دیگر تمام مدیونان کی گلو خلاصی ہوتی ہے لیکن قانونی بندھن سے وہ اس آسانی کے ساتھ نہیں رہائی پا سکتے بلکہ اس قسم کے معاملے میں دیگر امور پر لحاظ کرتے ہوئے ہر ایک مدیون اور دائن کے درمیان جو گرہ قانونی لگائی جاتی ہے وہ ٹوٹنے نہیں پاتی۔

۳۔ ذمام متمم کی تیسری قسم وہ ہے جس کی وجہ سے ایک ہی معاملہ کے مدیونان کی ذمہ داری مشترکہ اور منفردہ ہوتی ہے۔ اس قسم کی ذمہ داری کے نام سے خود ظاہر ہے کہ پہلی اور دوسری قسم کی ذمہ داریوں کا یہ درمیانی جزو ہے اور وہ دونوں انتہائی درجے کی ذمہ داریاں ہیں۔ اس ذمہ داری کو پہلی دو ذمہ داریوں کا جن میں دو متضاد اصول بیان کئے گئے ہیں مجموعہ یا مخلوط سمجھنا چاہئے۔ مختلف ضرورتوں سے قانون میں کبھی یہ تیسری قسم کی ذمہ داری مشترکہ اور کبھی منفردہ سمجھی جاتی ہے۔ بعض وقت کسی مخصوص ضرورت سے قانون کی نظروں میں منفردہ ذمہ داری اور ایک ہی بنائے دعویٰ قرار پاتا ہے اور بعض وقت معاملہ میں جس قدر مدیون ہوں اتنی ہی جداگانہ ذمہ داریاں اور بنا ہائے دعویٰ منجانب قانون قرار دی جاتی ہیں

بہرحال ان متضاد حالات پر نظر کرتے ہوئے اس امر کے دریافت کرنے کی ضرورت ہے کہ قانون میں کس اصول کی بناء پر ذمام متمم کی قسمیں قرار دی گئی ہیں۔ اس

سوال کا ایک عام جواب حسب ذیل ہے - ان ذمہ داریوں کو منفردہ سمجھنا چاہیئے جن میں ذمہ داریوں کا موضوع ایک ہی شئے ہوتی ہے لیکن ان کے مآخذ یا مبداء بلحاظ نوعیت مختلف ہوتے ہیں - ایسی ذمہ داریاں جن کا نہ صرف موضوع ایک ہی شئے ہو بلکہ ان کا مآخذ اور مبداء بھی ایک ہی ہو وہ مشترکہ ذمہ داریاں ہیں - تیسری قسم ان ذمہ داریوں کی ذمہ داری مشترکہ و منفردہ ہے - اصل میں اس تیسری قسم کی ذمہ داریاں بالعموم مشترکہ ہیں لیکن قانون ملک نے بعض مخصوص وجوہ سے ان کو اس طرح قرار دے رکھا ہے گویا وہ منفردہ ذمہ داریاں ہیں - دوسری قسم کے ذمہ داریوں کی مانند اس تیسری قسم کی ذمہ داریوں میں ذمہ داری کا مآخذ اور موضوع ایک ہی شئے یا واقعہ ہوتا ہے لیکن قانون میں وہ گرہ قانونی جو دائن کو معاملے کے متعدد مدیونان سے جکڑ دیتی ہے ایک نہیں سمجھی جاتی -

ذیل میں ایسے ذمام متمم کی مثالیں دی جاتی ہیں جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے منفردہ ہیں -

(۱) کسی (اصلی) مدیون اور اس کے ضامن کی ذمہ داری بشرطیکہ معاہدۂ ضمانت قرضہ سے موخر ہو یا جس دین کے متعلق ضمانت دیجاتی ہے اس کے وجود کا باعث وہ معاہدۂ ضمانت نہ ہو - لیکن اگر مدیون اصلی اور اس کا ضامن کسی مشترکہ دستاویز دین پر دستخط کردیں تو ان دونوں دیون کا ایک ہی مبداء اور مآخذ ہوتا ہے اس لئے یہ شکل ذمہ داری مشترکہ قرار پاتی ہے -

(۲) ایسے دو یا دو سے زیادہ شریک ضامنوں کی ذمہ داری جو ایک ہی قرضے کے متعلق علحدہ علحدہ ضمانت دیتے ہیں[1] - اسکے برعکس اگر دو یا دو سے زیادہ ضامن ایک ہی معاہدۂ ضمانت میں شریک ہوجائیں تو وہ مدیونان مشترکہ یا مدیونان مشترکہ و منفردہ قرار پاسکتے ہیں -

[1] وارڈ بنام دی نیشنل بنک اپیل کیسنر جلد ۸ صفحہ ۷۵۵ -

(۳) دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے مقابلے میں جو ایک ہی دین کی ادائی کے لیئے ذمہ دار ہوں جداگانہ نالشات میں جداگانہ فیصلوں کا صادر کیا جانا۔ مثلاً ایسے دو اشخاص کے مقابلے میں جو ایک ہی معاہدے کی تعمیل کے لیئے مشترکاً اور منفرداً ذمہ دار ہوں علٰحدہ علٰحدہ دعوی رجوع کرکے دو جداگانہ فیصلے حاصل کیئے جاسکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں مدیونان یا مدعی علیہما مشترکہ ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ ان دونوں میں کا ہر ایک شخص محض اس مقدار رقم کی ادائی کے لیئے ذمہ دار ہے جس کی ادائی کے لیئے فیصلہ میں حکم دیا گیا ہو پھر بھی یہ دونوں ذمام کامل یا متمم ہیں کیونکہ ایک مدیون ڈگری کے اپنے ذمے کی رقم ادا کردینے سے دوسرا مدیون بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

(۴) ایسے تمام مرتکبیں کی ذمہ داری جن کے جداگانہ افعال ناجائز کے ذریعے سے (کسی شخص کی ذات یا جائداد کو) ایک ہی نقصان یا ضرر پہنچے۔ اگرچہ اس قسم کا واقعہ شاذ و نادر ہی پیش آتا ہے لیکن اس کا واقع ہونا بہت ممکن ہے۔ اگر دو شخصوں کے ناجائز متحدہ افعال سے ایک ہی نقصان یا ضرر واقع ہو تو ان کے مرتکبین مشترک نہیں ہوسکتے۔ مشترک مرتکبین قرار پانے کے لیئے ضرور ہے کہ جو فعل ان سے صادر ہوتا ہے وہ بھی مشترک ہو یعنے ان لوگوں نے اپنی غرض مشترکہ کے عنوان میں اپنے فعل کا مشترکاً ارتکاب کیا ہو۔ لہذا اگر مرتکبین کے فعل اور نیت میں اشتراک نہ ہو تو اس مشترکہ نقصان کی بابت جو ان کے جداگانہ افعال سے پیدا ہوتا ہے کامل رقم ہر چہ منفرداً ادا کرنیکا ذمہ دار ہے ان کی ذمہ داری مشترکہ نہیں ہے اور نہ فعل ناجائز کے یہ لوگ مشترک مرتکبین ہیں۔ بمقدمۂ ٹامس بنام دی لندن کونٹی کونسل[۱] مدعی کے مکان کو اس کی بنیادوں کے دب جانے سے نقصان پہنچا۔

[۱] (سنہ ۱۸۹۶ء) اور کوئینز بینچ جلد ۱ صفحہ ۸۴۰۔

مکان مدعی سے متصلہ زمین کے مالک الف نے اپنی زمین کی مدفون چیز[1] کو نکالنے کی غرض سے اس کو کھدوایا اور زمین کے کھودنے میں اس طرح غفلت کی گئی جس سے مدعی کے مکان کی بنیاد کو صدمہ پہنچا اور اس کے ساتھ ہی ب کی غفلت سے جو آبرسانی کی ایک کمپنی تھی پانی کا ایک بڑا نل جو سڑک کے نیچے سے گذرتا تھا پوری طور سے بند نہیں کیا گیا تھا۔ اس مقدمہ میں یہ طے فرمایا گیا کہ چونکہ الف اور ب کے افعال ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ ہیں اور دونوں کے افعال میں کسی قسم کا ربط و علاقہ نہیں ہے اس لئے یہ دونوں فعل ناجائز کے مشترک مرتکب نہیں قرار پا سکتے اور نہ ایک ہی نالش کا ان دونوں کے مقابلے میں دائر کیا جانا جائز ہے (اور نہ ایک ہی دعوے میں ان دونوں کا بحیثیت مدعی علیہ شریک کیا جانا صحیح ہے) چنانچہ لارڈ جسٹس کالنیز[2] نے تحریر فرمایا ہے کہ "ضرر جو مدعی کو پہنچا وہ ایک ہے لیکن اس ضرر کی بناء پر اس کو دو شخصوں کے مقابلے میں دو جداگانہ نالشیں کرنے کا حق پیدا ہوا کیونکہ نقصان کا ارتکاب دو جداگانہ شخصوں نے کیا ہے"۔ ظاہر ہے کہ اس مقدمے میں مدعی علیہما کی ذمہ داری کامل نقصان کی بابت تھی اور اس لئے عدالت نے بھی اس کو ذمہ داری مشترکہ نہیں قرار دیا[2]۔ ایسا ہی اگر دو یا دو سے زیادہ اشخاص غیر کی چیز کو یکے بعد دیگرے ناجائز طور پر اپنے تصرف میں لے آئیں تو وہ فعل ناجائز کے مشترکہ مرتکب نہیں سمجھے جاتے اور نہ ان کی ذمہ داری مشترکہ ہے چنانچہ ٹرور[3] کی نالش میں اس مثال کا ہر ایک مدعیٰ علیہ چیز کی پوری قیمت جس کے پانے کے لئے اس نالش کے ذریعہ سے مدعی رجوع کرتا ہے مدعی کو ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ مدعیٰ علیہم کی ذمہ داری اشتراکاً نہیں بلکہ منفرداً ہے مالک شئے ہر ایک مدعیٰ علیہ کے مقابلے میں شئے یا اس کی قیمت کے دلا پانے کا دعویٰ کر سکتا ہے اور

---

[1] (۱۸۹۹ء) کوئینز بینچ جلد ۱ صفحہ ۸۴۵۔

[2] ایک دوسری تمثیل ملاحظہ ہو سڈلر بنام گریٹ ویسٹرن ریلوے کمپنی (۱۸۹۶ء) اپیل کیسز صفحہ ۴۵۰۔

[3] مارس بنام رابن سن بارن حال اینڈ کریس ویل جلد ۳ صفحہ ۱۹۶ — ریوائزڈ رپورٹس جلد ۲۷ صفحہ ۳۲۲۔

اس طرح سے متعدد مدعی علیہم کے مقابلے میں متعدد دعوے رجوع کر سکتا ہے حالانکہ ان میں سے کسی ایک کی جانب سے شئے مدعوہ کی قیمت ادا ہو جانے سے باقی تمام مدعی علیہم بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔

ذمہ داری مشترکہ کی مثالیں شرکاء کے قرضے اور ایسے تمام دوسرے مستم ذمام ہیں جو معاہدے کے ذریعے سے پیدا ہوتے ہیں حالانکہ فریقین نے اپنے اقرار کے ذریعے سے صراحتًا ان کو مشترکہ اور منفردہ نہ قرار دیا ہو۔

ذمام مشترکہ اور منفردہ کی تمثیلات ان لوگوں کی ذمہ داریاں ہیں جو کسی ٹارٹ کا بالاشتراک ارتکاب کریں یا کسی امانت کی ان سے بالاشتراک خلاف ورزی سرزد ہو۔ ان کے علاوہ اس قسم کی ذمہ داری کی مثالیں ایسے تمام ذمام ہیں جو معاہدے کے ذریعے پیدا ہوں اور جن کو فریقین نے صراحتًا بذریعہ اقرار مشترکًا اور منفردًا قرار دیا ہو۔

## فصل ۱۶۷ ماخذ ذمہ

ماخذ یا مبداء کے لحاظ سے انگریزی قانون میں جن ذمام کو تسلیم کیا گیا ہے ان کی چار قسمیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) ذمام عہدی۔ ذمام ماخوذ از معاہدہ۔ Obligations ex Contracta

(۲) ذمام ماخوذ از ٹارٹ۔ Obligationsex delicts

(۳) ذمام ماخوذ از امور مشابہ معاہدہ Obligations quasiex Contracta

(۴) ذمام بے نام۔

## فصل ۱۶۸ ذمام مستخرج از معاہدات

ذمام میں سب سے مقدم اور اہم صنف ان ذمام کی ہے جو بروئے معاہدہ پیدا ہوتے ہیں۔ ہم نے اس سے پہلے کسی باب میں کمال شرح و بسط سے ماہیت معاہدہ کو بیان کیا ہے[1]۔ اور اس میں اس امر کا اظہار کر دیا گیا ہے کہ معاہدہ اقرار کی

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب ہذا فصل ۱۲۳۔

ایسی قسم ہے جس کی رو سے فریقین میں حقوق خلاف اشخاص کا وجود ہوتا ہے۔ حقوق خلاف اشخاص میں بہ لحاظ تعداد اہمیت ذمام کو تفوق حاصل ہے اور اس جنس کے جو ذمام ایسے حقوق نہیں ہیں وہ تعداد میں بہت کم ہیں اور شاذ و نادر ہی ان کا ماخذ فریقین کا اقرار ہوتا ہے لہذا تمام قانون معاہدہ کو قانون ذمام میں داخل سمجھنا چاہئے عملی ضرورتوں کے لحاظ سے قانون ملک کی چند اصناف میں جو تقسیم کی گئی ہے اس میں پہلے قانون کا دوسرے قانون کے صنف میں شمار کیا جانا بالکل صحیح ہے۔ اس پر بھی منطق کی رو سے ان دونوں قوانین کی مشابہت اور یکسانی مکمل نہیں ہے۔ بعض صورتوں میں معاہدات کا تعلق قانون ذمام سے نہیں بلکہ قانون حیثیت سے سمجھا جاتا ہے چنانچہ وعدۂ کدخدائی پہلے قانون سے نہیں بلکہ دوسرے قانون سے متعلق ہے۔ بہر حال معاہدات شخصی کی تعداد نہایت قلیل ہے اور اگر ان کا لحاظ نہ کیا جائے تو معاہدے کا عام نظریہ ان عام نظریات کا مرکب قرار پاتا ہے جو اقرار اور ذمہ (ذمہ داری) کے متعلق قائم کئے گئے ہیں اور اس لئے اس مقام پر نظریۂ مذکور کی نسبت مزید تحقیق کی ضرورت نہیں پائی جاتی ہے[1]۔

## فصل ۱۲۹ ۔ ذمام مستخرج از ٹارٹ

دوسری قسم کے ذمام (یا ذمہ داریاں) کا تعلق ان ذمہ داریوں سے ہے جن کو اصطلاح میں مبنی بر افعال ناجائز کہتے ہیں ان کے لئے قانون روما میں بھی اسی قسم کی اصطلاح ہے یعنے ذمام مستخرج از افعال ناجائز (Obligations ex delicts) اس ذمہ سے مراد اس فعل ناجائز کے مرتکب کا زرتاوان ادا کرنے کا فرض ہے جس کو انگریزی قانون میں ٹارٹ کہتے ہیں۔ ٹارٹ فرانسیسی زبان کا لغت ہے اور لاطینی ٹارٹم (Tortum) سے مشتق ہے جس کا مفہوم مڑوڑے ہوے اور خمیدہ یا انگریزی لفظ رانگ (Wrong) بمعنی فعل ناجائز ہے۔ اس کی ضد لفظ رائٹ (Right) جو ریکٹم (Rectum)

[1] اس مقام پر اس امر کی طرف توجہ دلا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح تعمیل معاہدہ کی ابتدائی ذمہ داری معاہدہ سے ماخوذ ہے اسی طرح بصورت خلاف ورزی معاہدہ ہرجہ ادا کرنے کی ذمہ داری معاہدہ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔

بمعنی درست واستوار سے مشتق ہے اور جس طرح انگریزی قانون اصطلاح میں رائٹ سے مراد حق ہے اسی طرح اس قانون کی اصطلاح میں ٹارٹ کے معنی فعل ناجائز کے ہیں اور اس کا اطلاق دیوانی طرز کے افعال ناجائز کی ایک مخصوص صنف پر کیا جاتا ہے۔

ٹارٹ کی تعریف میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ٹارٹ سے مراد دیوانی طرز کا ایسا فعل ناجائز ہے جس کا چارہ کار ہرجہ کا دعویٰ یا نالش ہے اور جس کا تعلق کسی معاہدے یا امانت کی خلاف ورزی سے نہ ہو یا جس کو محض نصفتی ذمہ داری خیال کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ اس تعریف کے چار مخصوص اجزا یا عناصر ہیں اور ان کے ذریعے سے ٹارٹ کے دائرہ سے چار قسم کے افعال ناجائز کا اخراج کیا جاتا ہے۔

(۱) ٹارٹ دیوانی طرز کا فعل ایک ناجائز ہے دیوانی کے قانون کے ذریعے سے افعال کی تلافی کی جاتی ہے یا جن کے لئے چارہ کار مقرر کیا گیا ہے ان کو ٹارٹ کہتے ہیں۔ اگرچہ جرائم بھی افعال ناجائز ہیں لیکن ان کا شمار ٹارٹ میں نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جرم کے متعلق مستغیث یا ضرر رسیدہ فوجداری کے قانون کے ذریعے سے اپنا چارۂ کار حاصل کرتا ہے۔ لہذا فعل ناجائز کا جرم اور ٹارٹ میں شمار کیا جانا ممکن ہے لیکن بہ لحاظ چارۂ کار اس کے دو مختلف نام قرار دیئے گئے ہیں۔

(۲) دیوانی طرز کا ہر ایک ناجائز فعل بذات خود ٹارٹ نہیں ہے بشرطیکہ اس کا چارہ کار ہرجہ کی نالش نہ ہو۔ ہرجہ کے علاوہ دیوانی طرز کے اور بھی چارہ کار ہیں چنانچہ احکام امتناعی استرداد جائداد مختص اور تاوان یا کسی دوسری نہج سے معینہ اور مقررہ رقوم کے ادا کرنے کا دیوانی کے قانون کی دادرسیوں میں شمار کیا جاتا ہے اس لئے ایسا نقصان یا ضرر جس کے واسطے مدعی کو دیوانی کے قانون سے دادرسی ہرجہ کے سوائے کسی دوسرے قسم کا چارۂ کار مل سکتا ہو ٹارٹ میں داخل نہیں ہے مثلاً اگر کسی سڑک یا شاہ براہ عام پر کسی شخص یا جماعت کی جانب سے کوئی ایسی بات پیدا کیجائے جس کی وجہ سے عوام کی آمد و رفت مسدود ہو جائے یا اس میں کچھ رکاوٹ پیدا ہو تو ظاہر ہے کہ اس فعل یا حالت کا تعلق دیوانی طرز کے نقصان یا ضرر سے ہے اور اس کا چارہ کار حکم امتناعی کا عدالت دیوانی سے حاصل کرنا ہے جس کے لئے عوام کی جانب سے اٹرنی جنرل (صدر وکیل سرکار) عدالت سے رجوع کر کے حکم امتناعی حاصل کرنے کی کارروائی کرتا ہے۔ اگرچہ

شاہ راہ کا روک دیا جانا دیوانی طرز کا نقصان ہے لیکن ٹارٹ نہیں ہے بجز ان مخصوص صورتوں کے جن میں کسی مخصوص شخص کو کوئی مخصوص ضرر یا نقصان پہنچے اور اس کے متعلق وہ شخص ہرجہ دلاپانے کی نالش دائر کرے۔

(۳) اگر کسی دیوانی طرز کے نقصان کا خالصتاً کسی معاہدے کی خلاف ورزی سے تعلق ہو تو وہ ٹارٹ نہیں ہے۔ چونکہ قانون معاہدہ انگریزی نظام قانون کا ایک جداگانہ طبقہ ہے اور اس کو قانون ٹارٹ کے مقابلے میں درجۂ امتیاز حاصل ہے اس لئے خلاف ورزی معاہدہ اور ٹارٹ کے ارتکاب سے جو ذمہ داریاں پیدا ہوتی ہیں ان کو دو جداگانہ طبقات اصول کے تابع قرار دیا گیا ہے۔ اس پر بھی بعض صورتوں میں ایک ہی فعل کا ٹارٹ اور خلاف ورزی معاہدہ میں شمار کیا جانا ممکن ہے حالات کے لحاظ سے دو قسم کے مقدمات میں اس طرح کی صورت پیش آتی ہے۔

(الف) ان دونوں میں کی پہلی قسم زیادہ سلیس اور معمولی ہے اور یہ صورت ایسے موقع پر پیش آتی ہے جبکہ ایک شخص معاہدے کے ذریعے سے اپنے پر کسی ایسے فرض کو اختیار کر لیتا ہے جس کا اس معاہدے سے کوئی تعلق نہ ہو بلکہ اس کے پہلے سے وہ اس شخص پر عائد کیا گیا ہو۔ مثلاً جو شخص ایک شئے کو اس کے مالک سے مستعار لینے کے بعد اس کی واپسی سے انکار کرے تو اس سے نہ صرف معاہدے کی خلاف ورزی سرزد ہوتی ہے بلکہ وہ اس ٹارٹ کا بھی مرتکب ہوتا ہے جس کو تصرف بیجا کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس مثال میں عاریت لینے والے سے دو افعال سرزد ہوتے ہیں۔ ایک خلاف ورزی معاہدہ کیونکہ لفظ عاریت خود اس امر کی دلیل ہے کہ معاہد شئے مستعار کو معاہد لہٗ کو مسترد کرنے کا وعدہ کرتا ہے خواہ اس کا وعدہ صراحتاً ہو کہ کنایتہً اور دوسرے وہ فعل جو نہ صرف معاہدے کی خلاف ورزی ہے بلکہ ایک قسم کا ٹارٹ بھی ہے۔ فعل کو ٹارٹ قرار دینے کا سبب ظاہر ہے کیونکہ معاہدہ عاریت لینے والا شخص غیر کی چیز کو روک رکھنے کا مجاز نہیں ہے بلکہ اس شئے کے مسترد کرنے کی ذمہ داری اس پر عائد ہے۔

(ب) لیکن ان مقدمات کی دوسری قسم دشواری سے خالی نہیں ہے اور ملک کا قانون جس کے ذریعے سے اس دوسرے مسئلے کا تصفیہ کیا جاتا ہے نہ تو صاف ہے اور نہ اس کی پوری ترقی ہوئی ہے۔ بعض صورتوں میں ایک شخص جس سے کسی معاہدے کی

خلاف ورزی سرزد ہوتی ہے شخص ثالث کے مقابلے میں جو اس معاہدہ کا فریق نہیں ہے ذمہ دار قرار پاتا ہے حالانکہ قانون کا یہ ایک بنیادی اور مستحکم اصول ہے کہ جو شخص کسی معاہدے کا فریق نہ ہو اس پر ایسی کوئی ذمہ داری نہیں عائد کیجا سکتی جو اس معاہدے کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہے۔ محض فریقین معاہدہ یا ان کے قائم مقاموں پر بلحاظ نوعیت حقوق جو معاہدے کے ذریعے سے پیدا ہوتے ہوں اس کی ذمہ داری عائد کیجا سکتی ہے اس پر بھی بعض صورتوں میں معاہدے کا ایسا فریق جس سے اس کی خلاف ورزی سرزد ہو شخص ثالث کے مقابلے میں جس کو معاہدے کی خلاف ورزی سے ناجائز نقصان پہنچتا ہے بر بنائے ٹارٹ ذمہ دار قرار پاتا ہے یعنے ایک شخص (الف) سے معاہدہ کرکے اپنے پر ایک ایسا فرض عائد کر لیتا ہے جس کا پہلے سے وجود نہیں ہے یا جو صرف معاہدے کی وجہ سے قائم کیا جاتا ہے جب اس طرح کا فرض ایک مرتبہ قائم ہو جاتا ہے تو شخص ثالث (ب) کو نقصان پہنچانے کے بغیر اس کا توڑنا ممکن نہیں ہے بشرطیکہ قانون میں اس طرح کا نقصان قابل نالش قرار دیا گیا ہو۔ فرض کیجئے (ھ) اپنا گھوڑا (و) کو مستعار دیتا ہے اور (و) اس گھوڑے کو (ز) کے یہاں رکھتا ہے۔ (و) اور (ز) میں قرار پاتا ہے کہ (ز) اس گھوڑے کی کافی پرداخت کرے گا لیکن ناکافی خوراک ملنے کی وجہ سے گھوڑے کو نقصان پہنچتا ہے یا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ (ز) کی ذمہ داری کے متعلق دو قیاسات ہیں۔ گھوڑے کے ضرر یا ہلاکت کے متعلق از روئے معاہدہ (ز) نہ صرف (و) کے مقابلے میں ذمہ دار ہے بلکہ اس ٹارٹ کا لحاظ کرتے ہوئے جو اس سے مالک اسپ کے مقابلے میں سرزد ہوا وہ مالک کے یہاں بھی ذمہ دار ہے حالانکہ معاہدے کے بغیر (ز) پر اس جانور کو دانا اور چارہ دینے کی ذمہ داری نہ تھی اور اس کا جو فعل اس معاہدے کی خلاف ورزی سمجھا جاتا ہے وہ ایسا ترک فعل ہے جس کی نسبت وہ پابند نہیں کیا گیا تھا۔ پھر بھی جب وہ ایک مرتبہ معاہدے کی رو سے اپنے پر اس فرض کو عائد کر لیتا ہے تو اس فرض کی بجا آوری کے لئے وہ پابند ہو جاتا ہے اور وہ مالک اسپ کو ایسا نقصان پہنچانے کے بغیر جس کو قانون ملک نے ناجائز قرار دیا ہے اس فرض کو نہیں توڑ سکتا۔ اس میں شک نہیں گھوڑے کے خوراک دینے میں (ز) سے جو

ترک فعل کیا جاتا ہے وہ اس معاہدے کی خلاف ورزی ہے جو (ضما) اور (و) میں طے پاتا ہے لیکن یہ ترک فعل محض اس معاہدے کی خلاف ورزی نہیں ہے بلکہ قانوناً یہ بھی ترک فعل بمقابلہ مالک اسپ فعل ناجائز قرار دیا گیا ہے اور اس لئے ترک فعل سے (ضما) مالک اسپ کے مقابلے میں ٹارٹ کا ارتکاب کرتا ہے حالانکہ مالک اسپ اس معاہدے کا جو (ھ) اور (و) کے درمیان طے ہوجاتا ہے کوئی فریق نہیں ہے۔ خلاف ورزی معاہدہ کے باعث جو نقصان شخص ثالث کو پہنچتا ہے اور کن کن صورتوں میں اور کس حد تک اس کو نالش کا حق حاصل ہے ان سب امور کا تعلق ملک کے بیین قانون یا خارجی قانون کے بسوط اور مصرح قواعد سے ہے۔ جن کا اس مقام پر ذکر کرنا مناسب نہیں ہے[ا]۔

اس میں شک نہیں کہ انگلستان میں دیوانی کے دعووں کے اقسام و اشکال کی تمنیخ کے پہلے معاہدے اور ٹارٹ کے درمیان بہت کچھ پیچیدگیاں تھیں اور جو تعلق و نسبت کہ ان میں ہونا چاہئے اس پر چند فرضی ٹارٹوں کی موجودگی سے تاریکی کے پردے پڑے ہوئے تھے ہم اس قسم کے ٹارٹ کو اس لئے فرضی کہتے ہیں کہ حقیقت میں وہ ٹارٹ نہیں بلکہ معاہدے کی خلاف ورزیاں تھیں لیکن ضابطے کی رو سے انکی نسبت ان نالشوں کے ذریعے سے مدعی عدالت میں رجوع ہوتا تھا جو نالشات اور ان کے اشکال ٹارٹ کے مقدموں کے واسطے قرار دیئے گئے تھے اگرچہ اس زمانے میں دعوے کی شکلوں کے دو طبقات یا اصناف مقرر تھے۔

---

[ا] اس قسم کا تعلق معاہدے کی خلاف ورزیوں اور جرائم میں پایا جاتا ہے۔ جس طرح ٹارٹ بہ نفسہٖ معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں ہے اسی طرح جرم بھی معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں سمجھا جاسکتا اس پر بھی انسان بذریعۂ معاہدہ کسی فرض کو اپنے پر اختیار کر لینے سے اس طرح مجبور ہو جاتا ہے کہ شخص یا اشخاص ثالث کو نقصان پہنچانے کے بغیر اس معاہدہ کی خلاف ورزی سگنل مین (شخص جسکے ذمہ ریل کی جھنڈیوں کا ملانا ہوتا ہے) سے جب ریل گاڑیوں کو سگنل دینے کے متعلق معاہدہ کی خلاف ورزی سرزد ہوتی ہے تو وہ قتل انسان مستلزم سزا کے برابر سمجھی جاتی ہے بشرطیکہ اس خلاف ورزی کی وجہ سے کسی ریل گاڑی کے متعلق کوئی مہلک حادثہ واقع ہو ۱۲۔

ایک قسم کے دعوے نالشات متعلق معاہدہ اور دوسری قسم کے مقدمات نالشات متعلق ٹارٹ کہلاتے تھے لیکن بعض صورتوں میں جہاں کسی حقیقی معاہدے کا وجود تک نہ ہوتا تھا بلکہ ان معاملات میں جو معاہدات کے مشابہ ہوتے معاہدے کی نالشات کے ذریعے سے اور خلاف ورزی معاہدہ کی صورتوں میں ٹارٹ کے دعوؤں کے ذریعے سے مدعی کو عدالت میں رجوع ہونے کی اجازت تھی۔ لیکن اس زمانے میں ٹارٹ اس قسم کو جو مشابہ ٹارٹ کہلاتی ہے تسلیم کرنے کی از روئے قانون کوئی ضرورت باقی نہیں رہی ہے کیونکہ اقسام و اشکال نالشات کی تاریخ سے ثابت ہے کہ قدیم زمانے میں امور مشابہ ٹارٹ کی وجوہ کو تسلیم کرنے کی ضرورت تھی اور اب جبکہ وہ تاریخی حادثہ زائل ہو گیا ہے تو قانون ملک میں امور مشابہ ٹارٹ کو قائم رکھنے کی مطلقاً ضرورت نہیں ہے۔ امور مشابہ ٹارٹ کو ان ایام کی یادگار سمجھنا چاہئے جبکہ ایسے چارۂ کار یا دادرسیاں جو معاہدات کی تعمیل وغیرہ کے متعلق مدعیوں کو دی جاتی تھیں ناکمل اور غیر ترقی یافتہ حالت میں تھیں اس لئے ان چارہ کار میں ٹارٹ کی دادرسیوں کا اضافہ کرکے خلاف ورزی معاہدے کی صورتوں میں دعوے ٹارٹ کے ذریعے سے مدعی عدالت میں رجوع کرتا تھا۔ چنانچہ معاہدے کا دعویٰ اسمپسٹ ( assumpsit ) بمعنی اس نے اپنے ذمہ لیا ہے ) ابتداء میں دعوے ٹارٹ کی جس کو کیس ( Case ) کہتے تھے ایک بدلی ہوئی شکل تھا۔ بہر حال یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے کہ دیوانی طرز کے دعوؤں کے اشکال و اقسام کی تنسیخ کے قبل انگریزی قانون کو ٹارٹ اور معاہدے کی خلاف ورزیوں کے درمیان صحیح امتیاز قائم کرنے میں کبھی کامیابی نہیں ہوئی [1]۔

(۴) افعال ناجائز کا چوتھا اور آخری طبقہ جو ٹارٹ پر مبنی نہیں ہے وہ ہے

[1] ملاحظہ ہو قانون ٹارٹ مصنفہ سامنڈ فصل (۱)۔

جس کا تعلق محض امانتوں کی خلاف ورزیوں یا دوسری نصفتی ذمہ داریوں سے ہے۔ ابتدا نصفتی ذمام اور امانتوں کو ٹارٹ سے خارج کر کے ان کی ایک علٰحدہ صنف قرار دینے کا سبب ایک تاریخی واقعہ ہے کہ اس قسم کی ذمہ داریوں اور امانتوں کی عدالت چانسری سے ابتدا ہوئی اور اسی چشمے سے ان کے پودوں نے نشوونما حاصل کی اس کے برعکس برطانیہ کی ان عدالتوں میں جن میں قانون کے دیگر طبقات یا اصناف پر عمل کیا جاتا تھا لوگوں کے کان تک ان پہلے دو قسم کے قوانین سے آشنا نہ تھے۔ اگرچہ اس زمانے میں وہ فرق جو قانون اور نصفت منسوخ ہو گیا ہے لیکن اس وقت ہی امانتوں کی خلاف ورزیوں کو ٹارٹ میں شامل کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان کو ایک دوسرے قسم کے افعال سمجھنا چاہئے اور ان کا تعلق اسی طرح قانون امانت سے ہے جس طرح کہ معاہدے کی خلاف ورزیوں کا تعلق قانون معاہدہ سے ہے۔ چونکہ ٹارٹ معاہدات اور امانتوں کے قوانین میں جداگانہ طور پر ترقی ہوئی اس لئے جو ذمہ داریاں ٹارٹ وغیرہ کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہیں وہ مختلف ہیں اور ان کے اصول بھی مختلف ہیں ٹارٹ معاہدات اور امانتوں کو قانون ملک کے مختلف طبقات تصور کرنے کی ضرورت ہے۔

بعض مصنفین نے ٹارٹ کی تعریف کی ہے کہ ٹارٹ سے مراد کسی حق متعلق شئے (حق متعلق جائداد غیر منقولہ) کی پامالی ہے جس کی وجہ سے ہرجہ ادا کرنے کی ذمہ داری کا وجود ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ تعریف نہایت سادگی اور صفائی پر مبنی ہے اور اُس کی رو سے حقوق متعلق شئے اور حقوق خلاف شخص میں نہایت آسانی سے امتیاز کیا جا سکتا ہے لیکن انگریزی قانون کی رو سے جو فعل ٹارٹ قرار دیا گیا ہے اور جس قدر قانون ٹارٹ اس مقام میں ہے اُس پر اس تعریف کا صادق آنا خالی از شبہہ نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اکثر و بیشتر ٹارٹ سے مراد حقوق متعلق شئے کی خلاف ورزیاں اور پامالیاں ہیں کیونکہ اکثر حقوق خلاف شخص معاہدے کے توسط سے پیدا ہوتے ہیں

لیکن بعض حقوق خلاف شخص ایسے بھی ہیں جو معاہدات سے نہیں مستخرج ہوتے ہیں اور اس قسم کے حقوق کی خلاف ورزی یا پامالی کی صورت میں مدعی کو ہرجہ دلاپانے کی نالش رجوع کرنے کا حق پیدا ہوتا ہے لہذا ان حقوق کا ٹارٹ میں شمار کیا جانا لازم ہے۔ مثلاً کسی بھٹیارے (in keeper) کا کسی مسافر یا مہمان کو اپنے یہاں ٹھہرانے سے انکار کرنا یا اپنی سرا میں آرام کرنے سے روک دینا ٹارٹ ہے۔ پھر بھی ایسے حق کی پامالی یا خلاف ورزی ہے جو معاہدے کے ذریعے سے نہیں پیدا ہوتا ہے۔ ایسا ہی کسی سرکاری ملازم یا عہدہ دار کا اپنے ان فرائض کی بجا آوری سے انکار کرنا یا ان کی بجا آوری میں غفلت کرنا جو مدعی کے فائدے کی غرض سے اس عہدہ دار پر لازم قرار دی گئی ہیں۔

## فصل ۱۷۔ ذمام مستخرج از امور مشابہ معاہدات

قانون رومانیز انگریزی قانون میں بعض ایسے ذمام ہیں جو حقیقت میں معاہدات سے نہیں پیدا ہوتے ہیں بلکہ قانون ملک نے ان کو معاہدات کے مانند اور مشابہ قرار دے رکھا ہے۔ واقعات کی رو سے نہیں بلکہ قانون کی رو سے اس قسم کے امور معاہدات خیال کئے جاتے ہیں اور فرضی طور پر ان ذمہ داریوں کو جو حقیقت میں معاہدات سے نہیں پیدا ہوتی ہیں قانون معاہدات میں داخل کر لیا گیا ہے۔ رومیوں نے انکے لئے ذمام ماخوذ از معاہدات کی اصطلاح تجویز کی تھی۔ انگریزی قانون داں ان کو امور مشابہ معاہدات یا معاہدات بالکنایہ (یا معاہدات معنوی) اور اکثر اوقات کسی صفت کے بغیر صرف معاہدات کہتے ہیں چنانچہ انگریزی قانون کے مصنفین نے فیصلے کو ایک معاہدہ[۱] اور دین ڈگری شدہ کو ذمہ داری ماخوذ از معاہدہ کہا ہے[۲]۔ بلکہ اسٹن لکھتا ہے کہ

---

[۱] گرانٹ بنام ایسٹن کوئینز بینچ ڈویژن جلد ۱۳ صفحہ ۳۰۲۔

[۲] مکنٹر بیز جلد ۲ صفحہ ۳۰۴۔

"معنوی (معاہدات) سے مراد ایسے معاہدے ہیں جن کو عقل اور انصاف نے معاہدات قرار دیا ہے اور اس لئے قانون ملک میں قیاس کیا ہے کہ ہر ایک شخص نے اُنکی تعمیل کی نسبت عہد کیا ہے" چنانچہ اسی بناء پر ہر ایک شخص کے متعلق قیاس کرلیا گیا ہے کہ فی الحقیقت ان مخصوص رقوم کو ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے جنکے ادا کرنے کی ذمہ داری اُس پر قانون ملک کی تجویز سے عائد کی جاتی ہے یا بذریعۂ تاویل قانون[1] مذکور اُن کی ادائی مشخص کی گئی ہو۔ ایسا ہی یہ عدالتوں کا منصف "اس عام رجحان اور طرز عمل کی نسبت بیان کرتا ہے جس سے اس امر کا استنباط کرنا ممکن ہے کہ عدالتوں کی نظروں میں ہر ایک شخص نے اس امر کی بجا آوری کا وعدہ کیا ہے جو اس کے فرض یا انصاف کا مقتضا[2] ہو" اس میں شک نہیں کہ منصف موصوف نے اس رجحان اور طرز عمل کے نہایت وسیع معنے لئے ہیں۔

معاہدات معنوی (یا ضمنی) ازروئے قانون اور معاہدات معنوی ازروئے حقیقت" میں نہایت لطیف اور باریک فرق ہے جس سے واقف ہونا ایک ضروری امر ہے دوسری قسم کا معاہدہ فی الحقیقت ایک صحیح معاہدہ ہے حالانکہ اس کا وجود فریقین معاہدہ کی روش یا طرز عمل سے استنباط کیا جاتا ہے یعنے معاہدہ معنوی ازروئے حقیقت کی بناء فریقین کے الفاظ صریح نہیں بلکہ ان کی روش اور طرز عمل ہے۔ مثلاً اگر میں کسی آمنی بس (ایک قسم کی کرایہ کی موٹر یا گھوڑوں کی گاڑی جو بڑے شہروں کی سڑکوں پر مسافروں کی حمل ونقل کی غرض سے چلائی جاتی ہے) میں داخل ہو جاؤں اور اس طرح کہ میرے طرز عمل سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ میں کہیں جانا چاہتا ہوں ہر چند میں نے صریح الفاظ میں کسی قسم کا عہد نہ کیا ہو لیکن یہ استنباط کیا جائے گا کہ میں نے آمنی بس کے مالک سے اس معمولی کرائے کے ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے جو دوسرے مسافروں سے لیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس معاہدہ معنوی ازروئے قانون

---

[1] کمنٹریز جلد ۳ صفحہ ۱۵۹۔

[2] کمنٹریز جلد ۳ صفحہ ۱۶۲۔

محض ایک فرضی معاہدہ ہے کیونکہ اس میں فریقین معاہدہ کی نسبت اپنی رضامندی کا صراحتاً یا کنایتاً کسی طرح سے بھی اظہار نہیں کرتے ہیں۔

کن مخصوص صورتوں میں قانون میں امور مشابہ معاہدات یا فرضی معاہدات کو تسلیم کیا گیا ہے؟ وہ کون ذمہ داریاں ہیں جن کی حیثیت قانون میں معاہدات کی سی ہے حالانکہ ازروئے حقیقت ان کی وہ شان نہیں ہے؟ اس مقام پر ان سوالات کا تکمیل جواب دینا ممکن نہیں ہے اس پر بھی ہم اس قسم کی ذمہ داریوں کی مکمل فہرست پیش کرنے کے عوض مقدمات کے ایسے دو طبقات کا انتخاب کرتے ہیں جن میں اکثر وہ ذمہ داریاں شامل ہیں جو امور مشابہ معاہدات سے پیدا ہوتی ہیں اور جو انگریزی قانون میں تسلیم کی گئی ہیں۔

سب سے پہلے ایک قاعدۂ کلیہ کا بیان کردینا مناسب ہے۔ انگلستان کے قانون غیر موضوعہ کے نظریئے کی رو سے ہر ایک قسم کے دین کا ماخذ ایک نہ ایک معاہدہ خیال کیا جاتا ہے۔ قرضہ جات کی بناء اور مبداء معاہدات ہیں۔ قرض یا دین سے مراد ایک معینہ یا مشخصہ رقم کے ادا کرنے کی ذمہ داری ہے اور اس کی ضد غیر معینہ یا غیر مشخصہ رقم کی ادائی کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے ایسا ہی قرضے کا عکس تمام غیر رقمی ذمہ داریاں ہیں۔ دیون کی زیادہ تر تعداد ایسی ذمہ داریوں پر مبنی ہے جو حقیقت میں معاہدے سے پیدا ہوتی ہیں لیکن اکثر ایسے دیون کی ہستی بھی قانون میں تسلیم کیجاتی ہے جن کا ماخذ معاہدہ نہیں بلکہ کوئی دوسری شئے ہے چنانچہ فیصلۂ عدالت کے ذریعہ سے ایسا دین وجود پذیر ہوتا ہے جس کو معاہدے سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے ایسا ہی اس وصول رقم کا ماخذ معاہدہ نہیں ہے جو غلطی سے ادا یا فریب سے حاصل کی جائے پھر بھی انگلستان کے قانون غیر موضوعہ کے نزدیک اس قسم کے تمام امور اور معاملات معاہدہ ہیں اور ان کا معاہدے کے دائرے میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس امر کے متعلق کہ جب کسی نے قرضہ لیا ہے اس نے اس کے ادا کرنیکی نسبت ہی وعدہ کیا ہے وہاں کے قانون میں ایک قطعی قیاس ہے۔ چنانچہ بلیک اسٹن[1] کا مقولہ

---

[1] کمنٹریز جلد ۳ صفحہ ۱۶۰۔ ”معاہدہ کی بناء پر دعویٰ کرنے کا حق نہ صرف اس وقت پیدا ہوتا ہے

ہے کہ "قوانین ملک (ملکی عدالتوں) کی جانب سے جس شخص کو ادائی کا حکم دیا جائے اس کے حق میں وہ حکم ایسا دین قرار پاجاتا ہے گویا اس کے ادا کرنے کا اس شخص نے حکم عدالت کے جاری ہونے سے پہلے ہی وعدہ کر لیا تھا۔"

چنانچہ نظریۂ قانون کی رو سے مدیون ڈگری زر ڈگری کی ادائی کی نسبت بربنائے معاہدہ ذمہ دار سمجھا جاتا ہے گویا اس نے ایسی رقم کی ادائی اپنے ذمہ لی ہے جو کسی معاہدے کی بناء پر حاصل کی گئی ہو۔ لارڈ ایشر[1] نے تحریر فرمایا ہے کہ "مدعی علیہ کی ذمہ داری اس معاہدۂ معنوی پر مبنی ہے جس کو اس نے زر ڈگری کی ادائی کے متعلق کیا ہے۔" ایسا ہی استرداد رقم کی جس قدر ذمہ داریاں ہیں وہ از روئے نظریہ مبنی بر معاہدہ ہیں اور ان کی مثالیں ایسی رقوم ہیں جو غلطی سے فریب اور تخویف سے حاصل یا ادا کی جاتی ہیں ایسا ہی ایک مقدمے کے فیصلے میں لارڈ مینس فیلڈ[2] ارقام فرماتے ہیں کہ "اگر مدعی علیہ پر مدعی کی رقم واپس کرنے کی ذمہ داری کا ماخذ انصاف قدرتی کی وہ گرہیں یا بندشیں ہیں جن سے وہ مدعی کے ساتھ جکڑ دیا جاتا ہے تو دعوے قرضہ میں بصورت کامیابی مدعی قانون ملک میں زر ڈگری بربنائے صفت ضمناً یا معنوی طور پر ایسا دین قرار پاتا ہے جس کی بناء کوئی معاہدہ ہو (اور جس کو قانون روما میں ذمہ داری ماخوذ از امر مشابہ معاہدہ کہتے ہیں)۔" یہی کیفیت ان ذمہ داریوں کی ہے جن کی بناء پر مدعی علیہ کو معاوضۂ نقصان میں روپیہ ادا کرنا پڑتا ہے مثلاً اگر مالک زمین یا زمیندار زر لگان کی عدم ادائی کی صورت میں اپنے آسامی کے مال کے عوض کسی غیر شخص کا مال ضبط کرلے تو قانون میں اس کا آسامی مالک مال کو اس کے

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:- جبکہ آولر کے ایک فریق نے جس پر قانوناً اسکی تعمیل لازم ہو اس اقرار کی خلاف ورزی کی ہو بلکہ ان صورتوں میں بھی بربنائے معاہدہ نالش کرنے کا حق پیدا ہوتا ہے جن میں مابین فریقین کوئی باہمی پیدا ہو اسطرح سے کہ ایک فریق کچھ رقم دوسرے فریق کو ادا کرنے کے لئے از روئے قانون ذمہ دار قرار پائے یہ ایک معاہدہ معنوی کی شکل ہے اور قانون ملک نے فریقین کے تعلق باہمی کو معناً ایک معاہدہ قرار دیا ہے" کلارک اینڈ لنڈسیل قانون مارٹ صفحہ ۱

[1] گرانٹ بنام ایڈن کوئنز بنچ ڈویزن جلد ۱۳ صفحہ ۳۰۳۔

[2] موزیس بنام میک فرلین لا رپورٹ مرتبہ برو صفحہ ۱۰۰۵ لیکن یہ اقتباس اس رپورٹ کے صفحہ ۱۰۰۹ سے لیا گیا ہے۔

مال کی قیمت ادا کرنے کا معنوی طور پر وعدہ کرتا ہے[1]۔ ایسا ہی ان تمام ذمہ داریوں کی بناء حق کا تعلق رقوم کی ادائی سے ہو قانون میں ایک فرضی وعدہ سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً اگر دو شخصوں میں کسی دین کے متعلق ایک دوسرے سے علیحدہ اور بلاواسطہ ضمانت دی ہو اور بعد ازاں صرف ایک ضامن کا ل دین کی ادائی کے لئے مجبور کیا جائے اور اگر وہ اس دین کی کامل رقم ادا کر دے تو وہ دوسرے ضامن سے معاہدۂ معنوی یا تعبیری کی بناء پر ادا شدہ رقم میں کی نصف رقم وصول کر سکتا ہے۔ حالانکہ از روئے واقعہ یا حقیقت ان دونوں میں اس کے متعلق کوئی معاہدہ نہیں طے پایا ہے۔

۲۔ امور مشابہ معاہدات کی دوسری قسم ان صورتوں پر مبنی ہے جن میں جس شخص کو ٹارٹ کے ہاتھوں ضرر پہونچا ہو وہ باجازت قانون ٹارٹ کی نسبت دعوے کرنے کے حق سے دست بردار ہو کر مدعی علیہ کے مقابلے میں معاہدے کی نالش کرتا ہے بالفاظ دیگر بعض ایسی ذمہ داریاں ہیں جو اصل میں ٹارٹ کی وساطت سے پیدا ہوتی ہیں لیکن قانون میں ان کا ماخذ معاہدہ قرار دیا گیا ہے اور اس بناء پر مدعی کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو ان کے متعلق خلاف ورزی معاہدہ کی نالش کرے۔ مثلاً اگر کوئی شخص میرا مال ناجائز طور پر لے جا کر فروخت کر دے تو وہ اس ٹارٹ کا مرتکب ہوتا ہے جس کو تصرف بیجا کہتے ہیں اور اس لئے مجھ کو ہرجہ ادا کرنے کی ذمہ داری جو اس پر عائد ہوتی ہے اس کا سبب فی الحقیقت یہی ٹارٹ ہے پھر بھی اگر مجھے ٹارٹ کی نالش کرنے کے حق سے دست بردار ہونے میں فائدہ معلوم ہو تو میں ایک فرضی معاہدے کی بناء پر اس سے مال کی قیمت جس کو اس نے حاصل کیا ہے طلب کر سکتا ہوں گویا اس کو میں نے بطور جائز اپنا مختار یا کارندہ مقرر کیا تھا اور اس نے جائز طور سے اس مال کو میری جانب سے فروخت کر کے ان روپیوں کو حاصل کیا جو اس مال کی قیمت میں اس کو خریدار نے ادا کیا ہے از روئے قانون اسطرح کے مدعی علیہ کو معاہدے کی نالش میں اپنے فعل ناجائز کو بطور عذر پیش کرنے کا موقع نہیں حاصل ہے[2]۔ علیٰ ہذا القیاس

---

[1] اگرول بنام ہارٹ برج ٹرم رپورٹس جلد ۸ صفحہ ۳۰۸ ۔ ریوائزڈ رپورٹس جلد ۴ صفحہ ۶۵۶

[2] اسمت بنام بنکر لا رپورٹس مرتبہ گیا زنگ ٹن اینڈ سن جلد ۸ صفحہ ۳۵۰ اس کے علاوہ ٹارٹ سے دست بردار

اگر کوئی شخص مجھے فریب دیکر یا مجھ سے غلط بیانی کر کے روپیہ لے جائے تو میں بصیغہ ٹارٹ اس کے خلاف ہرجے کی نالش کر سکتا ہوں نیز ایک فرضی معاہدہ کی بناء پر اسی رقم کے واپس پانے کے لئے اسی شخص کے مقابلے میں دعوے کر سکتا ہوں۔

امور مشابہ معاہدات سے جو ذمہ داریاں پیدا ہوتی ہیں ان کو قانون ملک میں تسلیم کرنے کے چند وجوہ ہیں اور ان میں سے تین اسباب سب سے زیادہ اہم ہیں جن کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) روایت جس کی رو سے دعاوی خلاف اشخاص کے مختلف شکلوں کی تقسیم معاہدے اور ٹارٹ پر مبنی کی گئی تھی اس تقسیم کو مکمل اور جامع بنانے کی غرض سے ایسی تمام رقمی ذمہ داریاں جو معین اور مشخص ہوں اور ان کی صحیح باہت اور براہت کا لحاظ نہ کرتے ہوئے وہ معاہدات کی صنف میں شریک کر لی گئی تھیں چنانچہ اس زمانے[۱] میں بھی برطانیہ کی مجلس وضع قوانین اس نظریئے کو جس کی رو سے انگریزی قانون غیر موضوعہ کے تمام دعوؤں کی تقسیم معاہدے اور ٹارٹ میں کی گئی ہے تسلیم کرتی ہے اور اس طرح ماننے کا ضروری نتیجہ امر مشابہ معاہدہ کا مسئلہ ہے۔

(۲) عدالتوں کی خواہش کہ ان کے ایسے فیصلے جن کی وجہ سے ذمہ داری کے جدید اقسام اور اشکال پیدا ہوتے ہیں کسی ایک نظریئے پر مبنی ہوں اس میں شک نہیں کہ مفروضات قانونی سے جس طرح قانون ملک کے دوسرے طبقات کی ترقی میں مدد ملتی ہے اسی طرح قانون کی اس صنف کی ترقی میں ان سے بہت کچھ کام لیا جاتا ہے عدالتوں کے لئے اس امر کا

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:- ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو لائیٹ لی بنام کلوسٹن رو ائزڈ رپورٹس جلد ۹ صفحہ ۷۱۳ ٹیئنٹن جلد ۱ صفحہ ۱۱۲ - فلپس بنام ہمفرے چانسری ڈیویژن جلد ۲۴ صفحہ ۴۶۱ - سامنڈ قانون ٹارٹ فصل ۴

[۱] کونٹی کورٹس ایکٹ (قانون بابت عدالتہائے اضلاع) ۱۸۸۸ء دفعہ ۱۱۶ - پروفیسر مٹ لینڈ نے قانون ٹارٹ مصنفہ سر فریڈرک پالک کے ایک ضمیمہ میں دعوؤں کی اس تقسیم کے متعلق بحث کی ہے۔

ظاہر کرنا کہ ایک شخص (مدعیٰ علیہ) کے متعلق ادائی رقم کا وعدہ فرض کر کے اس پر ادائی رقم کی ذمہ داری عائد کرنی بہ نسبت اس امر کے زیادہ آسان ہے کہ وہ پہلے اس اصول کو طے کر دیں کہ مدعیٰ علیہ خواہ اس نے وعدہ کیا ہو کہ نہیں ادائی رقم کا ذمہ دار ہے۔

(۳) معاہدے کے متعلق قانون میں جس قدر چارۂ کار بتلائے گئے ہیں وہ ان دادرسیوں سے زیادہ موثر اور سریع الحصول ہیں جو ٹارٹ وغیرہ کے متعلق قائم کی گئی ہیں اس لئے مدعی کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایسی موثر اور بہتر عدالتی کارروائی کو اختیار کرے جیسا کہ معاہدے کی نالشیں ہیں۔ قدیم زمانے میں جبکہ لوگ ظاہر پرست تھے اور ہر ایک دعوے بعض مخصوص الفاظ اور ایک طریقے کے ساتھ رجوع کیا جاتا تھا دعوے کے لئے معاہدے کے سوا کسی دوسرے امر کو بنیاد قرار دینا مدعی کے حق میں چنداں سودمند نہ تھا اس لئے مدعی کوشش کرتا تھا کہ کسی طرح سے اس کا دعویٰ معاہدے کے دعوے کی شکل میں دائر ہو سکے۔ چنانچہ اسمسٹ (دعوے معاہدہ) دعوے قرضہ سے بہتر سمجھا جاتا تھا اور اس کو بہتر ماننے کا سبب یہ تھا کہ اس میں مدعیٰ علیہ کو اس طریقہ سے دعوے کی تردید کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا جس کو ویجراف لا[1] (wager of law) بمعنی بازی قانون یعنے تصدیق حلفی کہتے تھے۔ اس چارۂ کار کی خوبی کا ایک اور بھی سبب تھا تصرف بیجا اور دوسری قسم کے ٹارٹ کے دعوؤں کے مانند اسمسٹ کا دعویٰ یا چارۂ کار اس شخص کے فوت ہونے سے جس نے کسی فعل ناجائز یعنے ٹارٹ کا ارتکاب کیا ہو زائل نہیں ہوتا تھا بلکہ متوفی کے ورثاء کے مقابلے میں مدعی اپنا دعویٰ رجوع کر سکتا تھا۔ لہذا اس زمانے میں لوگوں کو فرضی معاہدات کی بناء پر نالشیں رجوع کرنے کی اجازت دی گئی تھی اور مدعی اس بناء پر اسمسٹ کے ذریعے سے اپنا دعویٰ رجوع کرتا تھا حالانکہ اس کا

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ دستور انگلستان براسٔے بی۔ اے صفحہ ۳۰۷۔

صیح چارۂ کار دعوئ تفضیہ یا ٹارٹ کی کوئی دوسری نالش تھی۔
بہرحال یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ ہر ایک ایسے نظام قانون سے جو عقل و فہم پر مبنی ہو امر مشابہ معاہدہ کی ذمہ داری کا تصور خارج کیا جاسکتا ہے قانون ملک میں اس قسم کی ذمہ داری کے تسلیم کئے جانے سے زمانہ موجودہ کی ضرورتوں پر نظر کرتے ہوے کسی خاص غرض کی تکمیل نہیں ہوسکتی اس پر بھی ذمہ داری ماخوذ از امر مشابہ معاہدہ قانون انگلستان کا ایک جزو ہے اس لئے اس سے واقف ہونے کی ضرورت ہے اور اسی وجہ سے ہم نے اس فصل میں اس کے متعلق بالاجمال بحث کی ہے۔

## فصل ۱۷۱ ذمام بے نام (بے نام ذمہ داریاں)

سابق میں ذمام کی جو تقسیم بتلائی گئی ہے اور اس کی رو سے ذمام کے چند ماخذ معاہدہ ٹارٹ یا امور مشابہ معاہدہ قرار دیے گئے ہیں وہ متمم اور مکمل نہیں ہے اور نہ کسی منطقی اصول پر مبنی ہے اس لئے اس تقسیم میں ایک آخری اور چوتھے جزو کے داخل کرنے کی ضرورت ہے اور چونکہ اس ماقبی طبقے کے لئے کوئی جامع اور ممتاز اصطلاح نہیں ہے اس لئے اس صنف کو صنف بے نام سے متصف کیا گیا ہے[1]۔ ذمام بے نام میں ایسی ذمہ داریاں داخل ہیں جو امناپر ان کے مامون لہم کے مقابلے میں عائد کی جاتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ذمام کی یہ صنف باقی تین اصناف کے مانند بنفسہ ایک صنف یا طبقہ قرار پاسکتی تھی بشرطیکہ ان ذمہ داریوں کا ماخذ امانت نہ ہوتی جس کا تعلق قانون جائداد سے ہے اس لئے اس چوتھی قسم کے ذمام کا کوئی مخصوص اصطلاحی نام نہیں ہے اور بناءً علیہ اس صنف کو ذمہ داری ہائے بے نام کہتے ہیں۔

---

[1] ان معاہدات کے لئے جن کا کوئی مخصوص نام نہیں ہے ماہرین قانون روما نے معاہدات بے نام کی اصطلاح تجویز کی ہے ۱۲۔

# خلاصہ

تعریف ذمہ (ذمہ داری)۔

اشیاء در دعوی (اشیائے مدعوہ)

ذمام متمم:۔

اُن کی ماہیت۔

اُن کے اقسام

(۱) منفردہ

(۲) مشترکہ

(۳) مشترکہ اور منفردہ۔

ذمہ داریاں جو معاہدے سے پیدا ہوتی ہیں۔

ذمہ داریاں جو ٹارٹ سے پیدا ہوتی ہیں۔

ماہیت ٹارٹ

(۱) دیوانی طرز کا فعل ناجائز

(۲) قابل ارجاع نالش ہرجہ

(۳) اس سے مراد محض خلاف ورزی معاہدہ نہیں ہے۔

(۴) اس سے مراد محض خلاف ورزی امانت یا کوئی دوسری نصفتی ذمہ داری نہیں ہے۔

ذمہ داریاں جو امور مشابہ معاہدات سے پیدا ہوتی ہیں۔

امر مشابہ معاہدہ کی نوعیت۔

تمثیلات امور مشابہ معاہدات

امور مشابہ معاہدات کو تسلیم کرنے کے وجوہ

ذمام بے نام (بے نام ذمہ داریاں)

# بائیسواں باب

## قانون ضابطہ

### فصل ۱۷۲۔ قانون اصلی اور قانون ضابطہ

قانون اصلی اور قانون ضابطہ کے فرق کی صحیح نوعیت اور ماہیت کا دکھانا کوئی آسان کام نہیں ہے اس پر بھی ہم اس کے متعلق پہلے اس غلط توجیہ کا ذکر کر کے اس پر غور کرنا چاہتے ہیں جس کو قدیم مصنفین نے اس فرق و امتیاز کی نسبت تحریر کیا ہے عدالتی کارروائیاں جس خاص طرز اور مخصوص طریقے سے کی جاتی ہیں اس کے لحاظ سے عدل گستری منجانب سلطنت کا مفہوم اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے کہ سلطنت ان لوگوں کو مختلف قسم کے چارۂ کار عطا کرتی ہے جن کے حقوق کی پامالی اور خلاف ورزی ہوتی ہے لہذا اس طرز عمل کی وجہ سے یہ خیال لوگوں کے قلوب میں قدرتاً پیدا ہوتا ہے کہ قانون اصلی سے مراد وہ قانون ہے جس کے ذریعے سے حقوق کی تعریف کی جاتی ہے اور ضابطے کا قانون ایسا قانون ہے جس کے ذریعے سے چارۂ کار یا دادرسیاں معین کی جاتی ہیں۔ بہر حال قانون (gus) اور چارۂ کار (remedium) میں جو اسطرح فرق کیا جاتا ہے وہ ناقابل قبول ہے اور اُس کے چند وجوہ ہیں۔ اولاً یہ کہ اگر ایسے حقوق ہیں جن کا تعلق قانون ضابطہ سے ہے مثلاً حق مرافعہ (مرافعہ کرنے کا حق) فریق مقدمہ کا خود اپنے کو اپنے معاملے میں بطور گواہ کے پیش کرنے کا حق۔ اس قسم کے حقوق ہیں۔ ثانیاً یہ کہ اکثر ایسے قواعد جن کے ذریعے سے چارۂ کار یا دادرسیوں کی تعریف کر کے اُن کا تعین کیا جاتا ہے قانون اصلی میں داخل ہیں۔ قانون اصلی کے ذریعے سے کسی حق کا اور قانون ضابطہ کے ذریعے سے اس حق کے حاصل کرنے کے چارۂ کار کا تعین کیا جاتا ہے۔

مثلاً اگر سزائے موت یا کوئی دوسری سنگین سزا منسوخ کردی جائے تو اس سے ضابطۂ فوجداری کے قانون میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی کیونکہ قانون فوجداری کے قانون اصلی میں نہ صرف جرائم داخل ہیں بلکہ اس میں اُن کی سزاؤں یعنی تعزیرات کا بھی شمار کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی دیوانی کے قانون میں ایسے قواعد جن سے مقدار ہرجہ کا تعین کیا جاتا ہے اسی طرح قانون اصلی میں داخل ہیں جس طرح وہ قواعد جن سے اس امر کا تعین کیا جاتا ہے کہ کس قسم کا ہرجہ یا نقصان قابل نالش ہے۔ علیٰ ہذالقیاس قانون اصلی میں ان دونوں اصناف کے قواعد داخل ہیں جن کا تعلق اقرارات تعمیل مختص اور عام اقرارات سے ہے۔ اگر ضابطے کی تعریف میں یہ کہا جائے کہ اس کا تعلق حقوق سے نہیں بلکہ چارۂ کار سے ہے تو چارۂ کار کو اس طریقے اور کارروائی سے خلط ملط کردینا ہے جس کی رو سے وہ حاصل کیا جاتا ہے۔

اگر توجیہ متذکرۂ صدر صحیح نہیں ہے تو بالآخر اس فرق کی صحیح نوعیت کیا ہے؟ قانون ضابطے کی تعریف یہ ہوسکتی ہے کہ ضابطہ قانون ملک کی ایک فرع ہے اور نزاع عدالت کا طریقہ اُس کے تابع ہے۔ ضابطے سے مراد ارجاع نالشات کا قانون ہے بشرطیکہ اس اصطلاح کو اُس کے وسیع مفہوم میں استعمال کیا جائے جس کی وجہ سے اس میں دیوانی اور فوجداری دونوں قسم کی عدالتی کارروائیاں یعنی دونوں قسم کے دعوے شامل ہوسکیں۔ جب اس طرح قانون ملک سے قانون ضابطہ علٰحدہ ہونے کے بعد جو قانون باقی رہتا ہے وہ قانون اصلی ہے قانون اصلی کا تعلق عدالتی نزاع کے طریقے اور کارروائی سے نہیں ہے بلکہ وہ قانون عدالتی نزاعات کے اغراض اور موضوعات سے متعلق ہے۔ عدل گستری کے ذریعے سے سلطنت جن مقاصد و اغراض کی تکمیل کرنا چاہتی ہے اُن سے قانون اصلی کا تعلق ہے اسکے برعکس ضابطے کا قانون اُن ذرائع اور آلات پر شامل ہے جن سے اغراض متذکرہ حاصل کئے جاتے ہیں۔ موخرالذکر قانون کے زیر اثر نزاع عدالت کے متعلق عدالتوں اور اہل مقدمات کے تعلقات وطرز عمل کی تنظیم کی جاتی ہے اور اول الذکر قانون سے شئے متنازعہ کے متعلق اُن کے تعلقات وطرز عمل کی تنظیم کی جاتی ہے۔ قانون ضابطہ کا تعلق عدالت کی اندرونی کارروائیوں سے ہے اور قانون اصلی اُن امور یا کارروائیوں سے متعلق ہے جو بیرون عدالت واقع ہوتی ہیں۔

انگریزی قانون ضابطہ کی ورق گردانی یا اس پر سرسری نظر ڈالنے سے ناظرین کتاب پر

اس امر کا بخوبی انکشاف ہو سکتا ہے کہ ہم نے فقرۂ بالا میں جس توجیہ کو پیش کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ مثلاً اگر مجھ کو کسی جائداد کے پانے یا حاصل کرنے کا حق ہو اور میں اُس کو حاصل کرنا چاہوں تو میرے حق کا تعلق قانون اصلی سے ہوگا کیونکہ سلطنت کی عدل گستری کا منشاء اس قسم کے حقوق کا تعین اور حمایت کرنا ہے لیکن مجھ کو کن عدالتوں میں رجوع ہونا چاہیئے اور کس مدت میں اپنا دعویٰ داخل کر سکتا ہوں۔ ان استفسارات کا تعلق قانون ضابطہ سے ہے کیونکہ اس قسم کے امور ان طریقوں اور کارروائیوں سے متعلق ہیں جن کی رو سے عدالتیں اپنے فرائض کو انجام دیتی ہیں۔ ان واقعات کا تعین کرنا جن پر کوئی فعل ناجائز مبنی ہو قانون اصلی کا کام ہے اور اُن واقعات کا تعین کرنا جن پر کسی فعل ناجائز کے ثبوت کی بنا ہو قانون ضابطہ کا کام ہے کیونکہ پہلے قانون کا تعلق نزاع عدالت کے موضوع یعنی شئے یا حق متنازعہ سے ہے اور دوسرا قانون اُس طریقۂ کارروائی سے متعلق ہے جس کے ذریعے سے مدعی چارۂ کار طلب کرتا ہے۔ سزائے جرم کا تعلق خواہ وہ جرمانے کی شکل میں مقرر کی جائے یا قید کی صورت میں۔ بہرحال قانون اصلی سے ہے کیونکہ فوجداری طرز کی ذمہ داری کا وجود اور مقدار ان امور میں داخل ہیں جو سلطنت کی عدل گستری کے مقاصد و اغراض سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن اس سوال کا تعلق کہ فلاں جرم کی سرسری طور پر تحقیقات ہونی چاہیئے یا بذریعۂ انڈایٹمنٹ[۱] (الزام تحریری مصدقۂ گرانڈ جوری) وہ کامل تحقیقات کے قابل ہے ضابطے سے ہے۔ سب سے آخر میں یہ امر قابل غور ہے کہ اگر سزائے سنگین منسوخ کر دی جائے تو قانون اصلی میں تبدیلی واقع ہوگی لیکن قرض کے مقدمات میں مدیون ڈگری کو قید کرنے کے طریقے کی موقوفی سے قانون ضابطہ میں تغیر ہوا اس کی وجہ ظاہر ہے سلطنت کی عدل گستری کے مقاصد میں سے ایک مقصد جرائم کی سزا دہی ہے اور قرض کے نہ ادا کرنے کی صورت میں مدیون ڈگری کو جو قید کیا جاتا تھا اُسکی غرض محض مدیون کو ادائی کے لئے مجبور کرنا تھی۔

جس حد تک عدل گستری کا تعلق اُن چارۂ کار یا داد رسیوں کے عطا کرنے سے ہے جن کے ذریعے سے پامال شدہ حقوق حاصل کئے جاتے ہیں یہ کہنا بجا ہے کہ قانون اصلی کا کام اس چارۂ کار اور اُس حق کی تعریف کرنا ہے جس کے ذریعے

---

۱۔ ملاحظہ ہو تاریخ دستور انگلستان برائے انٹرمیڈیٹ تشریحات صفحۂ ۲۱ و ۲۲۔

وہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس قانون ضابطہ کے ذریعے سے وہ طریقے اور شرائط طے کئے جاتے ہیں جن کے زیر اثر حصول حق کے واسطے عدالتیں کوئی چارۂ کار صاحب حق کو عطا کرتی ہیں۔

اگرچہ قانون اصلی اور ضابطے میں از روئے نظریہ ایک بیّن فرق پایا جاتا ہے لیکن حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ ضابطے کے اکثر ایسے قواعد ہیں جو اصلاً نہیں تو عملاً قانون اصلی کے قواعد کے مساوی نظر آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایسی صورتوں میں قانون ملک کی ان دو شاخوں میں جو کچھ بھی فرق ہے وہ اصلی نہیں بلکہ ظاہری ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اکثر صورتوں میں ایک ہی قاعدہ جس کا بظاہر قانون ملک کی ان دو شاخوں میں سے ایک فرع سے تعلق پایا جاتا ہے اصل میں وہ دوسری فرع سے متعلق ہے لیکن تبدیل شکل کی وجہ سے اس کا شمار پہلی فرع میں کیا جانے لگا ہے۔ قانون کی تاریخ کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک فرع کے قواعد دوسری فرع میں تشکیل کی بنا پر داخل کر لئے گئے ہیں۔ مسئلۂ تشکیل نہ صرف تاریخ قانونی کی رو سے دلچسپ ہے بلکہ نظریۂ قانونی میں بھی اس کی دلچسپی اور اہمیت تسلیم کی گئی ہے۔

قانون اصلی اور ضابطے کے جن اصول یا قواعد میں یک رنگی اور مساوات پائی جاتی ہے ان کے تین اصناف ایسی اہمیت رکھتے ہیں کہ ان کا اس مقام پر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ جب کسی حق کے ثابت کرنے کے لئے قانون میں بلا شرکت غیرے ایک ہی واقعہ اس کی شہادت قرار دیا جائے تو از روئے عمل اس حق کے ماخذ کے اجزائے ترکیبی سے ایک جز وہی واقعہ سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ شہادت کے متعلق ضابطے کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ بعض معاہدات کو صرف بذریعۂ تحریر ثابت کرنا چاہئے اور یہ قاعدہ قانون اصلی کے اس قاعدے کے مساوی اور مشابہ ہے جس کی رو سے قرار دیا گیا ہے کہ معاہدہ جو ضبط تحریر میں نہ لایا جائے کالعدم ہے۔ پہلی صورت میں ماخذ حق کے ثبوت کے لئے تحریر ایک قسم کی مخصوص اور منفرد شہادت ہے اسکے بغیر دوسری قسم کی شہادت کا پیش کرنا قانوناً جائز نہیں ہے لیکن دوسری شکل میں تحریر ماخذ کا ایک عنصر یا جزو ہے۔ پہلی شکل میں حق تو موجود ہے لیکن اس کا وجود

نامکمل ہے کیونکہ بعض ثبوت کی وجہ سے صاحب حق کو اُس کا چارۂ کار نہیں مل سکتا اور دوسری شکل میں حق زیر بحث معرض وجود میں آہی نہیں سکتا ہے۔ اگرچہ ان دونوں قواعد میں اس قسم کا فرق ہے لیکن از روئے عمل اکثر صورتوں میں یہ اصلی نہیں بلکہ ظاہری فرق پایا جاتا ہے۔

۲۔ ضابطے میں جو واقعہ جس امر کا ثبوت قطعی قرار دیا گیا ہے وہ مساوی ہے اُس واقعے کے جو اُس کے ذریعے سے ثابت کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قانون میں جس قدر قیاسات قطعی ہیں بظاہر اُن کا تعلق ضابطے سے معلوم ہوتا ہے یعنی ظاہر میں وہ ضابطے کے قواعد نظر آتے ہیں لیکن اصل میں اور اثر کے لحاظ سے اُن کا تعلق قانون اصلی سے ہے۔ شہادت کا یہ ایک قاعدہ ہے کہ جس بچے کی عمر ، سال سے کم ہو اُس کی نیت مجرمانہ نہیں ہو سکتی لیکن اُس میں اور قانون اصلی کے اس قاعدے میں کہ اُس عمر کے کسی بچے کو کسی قسم کے جرم کے ارتکاب کے لئے سزا نہیں دی جا سکتی تبدیل شکل کا فرق ہے اصل میں دونوں قواعد ایک ہیں لیکن اُن کی ظاہری شکل میں اختلاف ہے۔ ایسا ہی مالک کے کاروبار کی انجام دہی میں جو افعال ملازم سے سرزد ہوتے ہیں اُن کے متعلق یہ ایک قانونی قیاس ہے کہ ملازم یا کارندہ اپنے مالک کی اجازت سے اُن کا ارتکاب کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قطعی قیاس کا تعلق ضابطے سے ہے لیکن اُس کو موجودہ زمانے کی ذمہ داری آجر کے قانون اصلی کا پیش خیمہ اور اُس کے مساوی سمجھنا چاہیئے۔ ابتدا میں تمسک (اقبال مقروض نسبت قرض اور جس پر مقروض کی مہر ثبت ہوتی تھی) اس قرض کی بابت جو اس طرح اُس کے ذریعے سے تسلیم کیا جاتا ثبوت قطعی خیال کیا جاتا تھا لیکن اب اُس کی وہ شان نہیں رہی بلکہ تمسک قرض کا ماخذ خیال کیا جاتا ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ تمسک کو ضابطے سے خارج کر کے قانون اصلی میں داخل کر لیا گیا ہے۔

۳۔ میعاد سماعت کا تعلق ضابطے سے ہے اور اُس کا مساوی قدامت حقوق یا حق قدامت ہے جو قانون اصلی سے متعلق ہے۔ پہلی شکل میں مرور زمانہ کی وجہ سے وہ بندھن جو حق اور اُس کے چارۂ کار میں واقع ہوتا ہے ٹوٹ جاتا ہے اور دوسری شکل میں مرور زمانہ حق زیر بحث کو زائل کر دیتا ہے۔ پہلی حالت میں ایک ناقص یا غیر مکمل حق

باقی رہ جاتا ہے اور دوسری حالت میں کوئی حق باقی رہنے نہیں پاتا۔ بہر حال اس امتیاز کے سوائے ان دونوں کا عملی اثر ایک ہے حالانکہ اُن کا ظاہر جداگانہ ہے یا انکی شکلیں مختلف ہیں۔ بالعموم عدالتی کارروائی یا ضابطۂ عدالت کے پانچ عناصر یا اجزائے ترکیبی ہیں یعنی طلب نامہ (سمنز) پلیڈنگ (فریقین کا دعویٰ اور جواب) ثبوت، فیصلہ اور تعمیل۔ ضابطے کے پہلے جزو کا منشا بخوبی ظاہر ہے۔ طلب نامے کے جاری کرنے سے عدالتوں کا مقصد اُن تمام اشخاص کو جن کو مقدمے سے تعلق ہو پیروی کرنے کا موقع دینا ہے۔ دعوے سے جن اشخاص کے اغراض وابستہ ہوتے ہیں اُنکو اپنی طرف سے عدالت میں جوابدہی کا موقع ملتا ہے۔ پلیڈنگ کے ذریعے سے مقدمے کے ایسے تمام امور واقعاتی اور قانونی ضبط تحریر میں لائے جاتے ہیں جو مابہ النزاع ہیں یعنی جن کے متعلق تنقیحات قائم کی جاتی ہیں اور جن پر عدالت اور فریقین کے عمل کرنے سے انفصال میں سہولت ہوتی ہے۔ ثبوت سے مراد ایسا طریقۂ کارروائی ہے جس کے ذریعے سے فریقین عدالت میں ایسے واقعات اور حالات پیش کرتے ہیں جن کی عدالت کو امور نزاعی کے فیصل کرنے میں ضرورت ہوتی ہے۔ فیصلے سے مراد مقدمے کا انفصال پانا ہے۔ عدالتی کارروائی کا سب سے آخری درجہ تعمیل ہے عدالت اپنے فیصلے کو بشرطیکہ مدیون ڈگری بطیب خاطر اُس کی تعمیل نہ کرے گویا اپنی جسمانی قوت یا زور طبعی سے منواتی ہے۔ ضابطۂ عدالت کے اُن پانچ عناصر میں سے ثبوت صرف ایسا عنصر ہے جس کی نسبت اس مقام پر بحث و غور کرنے سے ایک دقیق اور نظری مضمون جیساکہ اصول قانون ہے پُرلطف اور دلچسپ بن سکتا ہے۔ لہٰذا اس باب کے باقی حصے کو ہم قانون شہادت کی اصلی ماہیت کی تحلیل کے لئے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔

## فصل ۱۷۳۔ شہادت

اگر ایک واقعے کے ذریعے سے دوسرے واقعے کا وجود قرین قیاس ہو تو پہلا واقعہ دوسرے واقعے کی شہادت سمجھا جاتا ہے۔ ایک واقعے کی اُس صنعت کو جس کی وجہ سے اُس میں کسی دوسرے واقعے کو ثابت کرنے کی تاثیر ہوتی ہے قوت اثباتی

کہتے ہیں۔ لہذا شہادت کی اس طرح تعریف کی جاسکتی ہے کہ شہادت سے مراد ایسا واقعہ ہے جس میں قوت اثباتی موجود ہے۔ اثر کے لحاظ سے قوت اثباتی کے مختلف مدارج ہیں۔ اگر پیش کردہ شہادت کی قوت اثباتی اس درجہ بڑھی ہوئی نہ ہو جس سے عقل انسانی مشہود بہ کے وجود حقیقی کو مستنبط کرنے کے لئے آمادہ ہو جائے تو اس شہادت کو ثبوت کہتے ہیں۔

ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ ایک واقعہ دوسرے واقعے کی شہادت ہوا کرتا ہے لہذا ہم کو اس فرق سے واقف ہونا چاہئے جو ان دونوں میں ہے۔ واقعہ جس کے متعلق شہادت پیش کی جاتی ہے اس کو اصطلاح میں واقعۂ اصلی یا مشہود بہ کہتے ہیں اور وہ واقعہ جو دوسرے واقعے کی شہادت ہو واقعۂ مثبت یا مبرہن کہلاتا ہے۔ چنانچہ اکثر صورتوں میں شہادت واقعات کے سلسلے پر مبنی ہوتی ہے۔ مثلاً واقعۂ الف واقعۂ ب کی شہادت اور واقعۂ ب واقعۂ ج کی شہادت اور ج د کی شہادت اور اسی طرح ایک واقعہ دوسرے واقعے کی شہادت ہوا کرتا ہے۔ ان میں کا ہر ایک درمیانی واقعہ اُس واقعے کا مثبت سمجھا جاتا ہے جو اُس کے بعد آتا ہے اور اُس واقعے کا مشہود بہ یا واقعۂ اصلی قرار پاتا ہے جو اس سلسلے میں اُس کے پہلے واقع ہوتا ہے یعنی اس مثال میں مثلاً واقعۂ ج مثبت ہے واقعہ د کا اور مشہود بہ یا واقعۂ اصلی ہے واقعۂ ب کا۔

۱۔ شہادت کے مختلف اقسام ہیں۔ اس کی پہلی قسم شہادت عدالتی اور شہادت غیر عدالتی ہے۔ شہادت عدالتی سے مراد ایسی شہادت ہے جو عدالت میں پیش کی جاتی ہے۔ اس میں ہر ایک ایسی شہادت داخل ہے جس کے پیش کرنے سے فریق کا مدعا اپنے مقدمے کی نسبت عدالت کے علم اور مشاہدے میں اضافہ کرنا ہوتا ہے۔ شہادت غیر عدالتی سے مراد ایسی شہادت ہے جو عدالت میں نہ تو براہ راست پیش کی جاتی ہے اور نہ عدالت کو راست طور پر اس کا علم ہوتا ہے بلکہ یہ ایک درمیانی جوڑ یا کڑی ہے جس کے ذریعہ سے شہادت عدالتی اور واقعۂ ثبوت طلب میں ایک قسم کا ربط اور تسلسل رہتا ہے۔ عدالتی شہادت مشتمل ہے ان تمام بیانات پر جو گواہ عدالت میں لکھواتے ہیں۔ ایسی تمام دستاویزات پر جو عدالت میں پیش کی جاتی ہیں اور جن کو عدالتیں ملاحظہ کرتی ہیں۔ نیز

اس میں ایسی تمام چیزیں داخل ہیں جن کے ثابت کرنے کے لئے عدالت میں گواہوں کے اظہارات قلمبند کرائے جاتے ہیں۔ غیر عدالتی شہادت میں ایسے تمام واقعات مثبت داخل ہیں جن کا علم عدالت کو راست طور پر حاصل نہیں ہوتا بلکہ عدالتی شہادت کی کسی دوسری شکل یا قسم سے بطور نتیجہ ان کے متعلق عدالت علم حاصل کرتی ہے مثلاً اگر واقعۂ مشہودیہ کے وجود کا علم عدالت کو کسی گواہ کی سماعی شہادت سے کرو دیا جائے تو وہ غیر عدالتی شہادت ہے۔ ایسا ہی ملزم کا عدالت میں اقبال جرم کرنا عدالتی شہادت ہے لیکن اگر اقبال دوسرے شخص کے سامنے یا کسی اور مقام میں کیا جائے اور کسی عدالتی شہادت کے ذریعے سے ملزم کے مقابلے میں ثابت کیا جائے تو وہ شہادت غیر عدالتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اصل دستاویز کا پیش کرنا شہادت عدالتی ہے لیکن اُس کی نقل داخل کرنا یا اُس کو کسی ایسے گواہ کی زبانی ثابت کرنا جس نے اُس کو پڑھا ہو غیر عدالتی شہادت ہے۔ اسی طرح عدالت کا اُس مقام یا موقع کو اپنی ذات سے معائنہ کرنا جہاں کسی کام کا کیا جانا بیان کیا جائے یا اُس شے مادّی کو بچشم خود دیکھنا جو کسی مقدمے کا موضوع یعنی مدعا بہا ہو شہادت عدالتی ہے لیکن انھیں چیزوں کو گواہوں کے ذریعے سے ثابت کرانا شہادت غیر عدالتی ہے۔

اس امر کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ثبوت کے ہر ایک طریقے کا شہادت عدالتی کے کسی نہ کسی جزو پر مبنی ہونا لازم ہے لیکن غیر عدالتی شہادت کو اس قسم کی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ بعض صورتوں میں غیر عدالتی شہادت کے ذریعے سے واقعے کا ثابت کیا جانا جائز قرار دیا گیا ہے اور بعض صورتوں میں ناجائز۔ بہر حال جن صورتوں میں غیر عدالتی شہادت کے ذریعے سے واقعے کا ثابت کرنا ممکن ہے اُنمیں اس قسم کی شہادت گویا زنجیر یا سلسلۂ ثبوت کی درمیانی کڑیاں سمجھی جاتی ہے جنکے ذریعے سے واقعۂ اصلی جو زنجیر کے ایک سرے پر ہوتا ہے اور شہادت عدالتی میں جو اُسکے دوسرے سرے پر ہوتی ہے ربط پیدا کیا جاتا ہے۔ شہادت عدالتی کے لئے صرف تقدیم کی ضرورت ہے اور شہادت غیر عدالتی کو ثابت کرنے کی حاجت ہے۔ فریق مقدمہ کا فرض ہے کہ شہادت عدالتی کو وہ عدالت میں پیش کردے اُسے اس کے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے برعکس جو شخص غیر عدالتی شہادت کی تقدیم

کرتا ہے اُس کو عدالت میں ثابت کرنا اُس کا کام ہے۔

۲۔ شہادت کی دوسری قسم شہادت شخصی اور شہادت مادّی ہے۔ شہادت شخصی کے لئے ایک دوسری اصطلاح گواہی ہے۔ شہادت شخصی یا گواہی سے مراد گواہوں کے ایسے بیانات ہیں جن میں واقعات بینہ (واقعات بیان کردہ فریق) کو ثابت کرنے کی تاثیر ہو۔ شہادت کے اقسام میں سب سے زیادہ اہم یہی قسم ہے۔ ثبوت پیش کرنے کے طریقوں میں شاید ہی کوئی ایسا طریقہ ہوگا جس میں اس قسم کی شہادت سے کام نہ لیا جاتا ہو۔ شاذونادر ہی ایسے واقعات ہوں گے جن کو اُن اشخاص کی گواہی سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے جن اشخاص کو اُن کی بابت علم ہو۔ گواہی (معنی شہادت) کی دو قسمیں لسانی اور تحریری یا عدالتی اور غیر عدالتی ہیں۔ اگرچہ قانون کے نظریئے یا قیاس کا رجحان اس اصطلاح کو عدالتی شہادت کے اقسام تک محدود کرنے کا ہے لیکن اُس کو اس طرح محدود کرنے کے لئے عقل اجازت نہیں دیتی ہے۔ گواہی یا شہادت شخصی میں ایسے تمام بیانات کو داخل سمجھنا مناسب ہے جو لسانی یا تحریری اور عدالتی یا غیر عدالتی ہیں اور جن میں قوت اثباتی موجود ہو۔ بہرحال بیان چاہے کسی قسم کا لسانی یا تحریری وغیرہ کیوں نہ ہو اُس وقت تک عدالت کے نزدیک قلمبند کرنے کے قابل نہیں سمجھا جاتا جب تک اُس میں قوت اثباتی موجود نہ ہو۔ اس کے برعکس شہادت مادی سے مراد وہ واقعات ہیں جو شہادت سے واقعات مثبت کے منہا ہونے کے بعد باقی رہجاتے ہیں۔ واقعات کے باور کئے جانے کے دو طریقے یا وجوہ ہیں۔ بیان کرنے والے کا صدق مقال اور کسی مادّی شے کے دیکھنے سے مشاہد کو اُس شئ کے متعلق کسی واقعے کی نسبت اطمینان ہونا۔ لہذا کسی چیز کی نسبت کسی شخص کے بیان کو لینے کے بغیر عدالت کو اطمینان ہونا اور عدالت کا اُس چیز یا واقعے کے وجود کو شہادت لسانی یا تحریری لینے کے بغیر باور کرنا شہادت مادّی ہے۔ شہادت مادّی کی بھی دو قسمیں عدالتی اور غیر عدالتی ہیں اور نظریۂ قانونی کا رجحان اس قسم کو بھی شہادت عدالتی تک محدود کرنے کا ہے۔

۳۔ شہادت کی تیسری قسم اصلی اور منقولی ہے شہادت کے متعلق یہ ایک عام دستور ہے کہ جس قدر سلسلۂ شہادت طویل ہوتا ہے اُسی قدر اُس کے اثباتی اثر میں

کمی ہوتی ہے کیونکہ اس سلسلے کے واقعات میں سے مسلسل ہر ایک واقعۂ موخر کو واقعۂ مقدم کا نتیجہ قرار دینے میں شہادت کے غلط ہونے کا احتمال بڑھتا جاتا ہے لہذا شہادت کو صحیح اور قوی قرار دینے کے لئے سلسلۂ شہادت کا حتی المقدور کوتاہ کیا جانا ضرور ہے۔ بعض صورتوں میں اس امر کی ضرورت پیش آتی ہے کہ فریق مقدمہ جہاں تک اُس سے ممکن ہو اپنی شہادت کی درمیانی کڑیوں (یعنی درمیانی واقعات) کو جن کا تعلق غیر عدالتی شہادت سے ہے کم کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جو پہلا موقع اُسے شہادت کو شہادت عدالتی قرار دینے کا ملتا ہے وہ اُس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس لئے شہادت کی دو قسمیں اصلی اور منقولی قرار دی گئی ہیں اور ان میں جو فرق ہے اُس کی اہمیت بھی اسی پر مبنی ہے۔ ایک واقعہ دوسرے کے مقابلے میں اصلی یا منقولی شہادت ہوا کرتا ہے۔ شہادت اصلی سے مراد ایسی شہادت ہے جس کا ثبوت کے کسی ممکن الحصول اور کم بلا واسطہ ذریعے سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ شہادت منقولی اُس شہادت کو کہتے ہیں جس کو ثبوت کے کسی ممکن الحصول اور زیادہ بلا واسطہ طریقے یا ذریعے سے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی دستاویز کے مضمون کو ثابت کرنے کے لئے عدالت میں اُس دستاویز کا پیش کیا جانا اُس کی اصلی شہادت ہے لیکن عدالت میں نقل دستاویز کا داخل کرنا یا اصل دستاویز کے مضمون کو لسانی شہادت سے ثابت کرنا اُس دستاویز کی شہادت منقولی ہے۔ اگر الف ب پر حملہ کرے اور اُس کے متعلق شہادت اصلی پیش کرنا منظور ہو تو ج کا عدالت میں یہ بیان کرنا کہ اُس نے اس حملے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے شہادت اصلی ہے اور اگر اس کے متعلق د یہ بیان کرے کہ حملے کا واقعہ اُس نے ج سے سنا ہے تو وہ شہادت منقولی ہے۔ اس اُصول کو کہ جس صورت میں شہادت اصلی میسر ہوتی ہو اُس صورت میں شہادت منقولی کے پیش کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہیئے محض مشورۂ عقل سمجھنا چاہیئے اور یہ مشورہ عام ہے لیکن بعض مخصوص صورتوں میں خصوصاً اُن اشکال میں جن کو ہم نے ابھی بطور تمثیلات پیش کیا ہے اس مشورے پر اس سختی کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے کہ اُس کی ایک قانونی قاعدے کی شکل ہوگئی ہے اور اس وجہ سے اُس پر عمل کرنا لوگوں کا فرض ہے لہذا چند مستثنیٰ صورتوں کے سوائے کسی دستاویز کے ثابت کرنے کے لئے

بجز اُس دستاویز کو عدالت میں داخل کر دینے کے کسی اور قسم کی شہادت سماعی کا پیش کرنا جائز نہیں ہے۔

۴۔ شہادت کی چوتھی قسم بلاواسطہ اور بالواسطہ (یا واقعاتی) ہے۔ اس کو شہادت بدیہی اور شہادت قرائنی بھی کہتے ہیں۔ اگرچہ نظریۂ قانون شہادت کے اس فرق کی چنداں اہمیت نہیں ہے لیکن لوگوں کے ذہنوں میں اُس کی ایک ممتاز حیثیت ہے۔ شہادت بلاواسطہ سے مراد ایسی شہادت ہے جس کا تعلق واقعۂ اصلی سے ہوتا ہے اور اس کے علاوہ جس قدر شہادت ہے اُس کو شہادت بالواسطہ کہتے ہیں۔ پہلی شکل میں پیش کردہ شہادت سے صرف ایک نتیجہ اس کے صدق و کذب سے متعلق اخذ کیا جاسکتا ہے یعنی جو شہادت پیش کی جاتی ہے وہ عدالت کی رائے میں صحیح قرار پاتی ہے یا غلط۔ لیکن دوسری شکل میں نتیجے کی نوعیت جس کو عدالت شہادت سے استنباط کرتی ہے بدل جاتی ہے اور عموماً ایک ہی صغریٰ کبریٰ سے اس طرح کا نتیجہ نہیں اخذ کیا جاتا بلکہ اُس کے استخراج کرنے میں یکے بعد دیگرے چند صغریٰ اور کبریٰ سے کام لینا پڑتا ہے مثلاً (الف) کا اس امر کی شہادت دینا کہ اُس نے (ب) کو اس جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا جس کا (ب) پر الزام عائد کیا گیا ہے یا (ب) کا اپنے جرم کی نسبت اقبال کرنا شہادت بلاواسطہ ہے۔ اگر ہم (الف) کی شہادت یا (ب) کے اقبال کو صحیح باور کر لیں تو ہمیں الزام منسوبہ کی نسبت رائے قائم کرنے کے لئے کسی اور قسم کے ثبوت لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور نہ پیش کردہ شہادت سے کوئی دوسرا نتیجہ مستخرج ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس اگر (الف) اس امر کی شہادت ادا کرے کہ اُس نے (ب) کو اس مقام سے گزرتے ہوئے دیکھا جہاں (ب) نے الزام منسوبہ کا ارتکاب کیا ہے اور اس کے ہاتھ میں وہ ہتھیار یا حربہ تھا جس سے (ب) کا مرتکب جرم ہونا بیان کیا جاتا ہے تو ایسی شہادت محض شہادت بلاواسطہ ہے۔ اگر ہم اس شہادت کو صحیح مان بھی لیں تو ہمارا اس نتیجے پر پہنچنا کہ (ب) نے فی الحقیقت الزام منسوبہ کا ارتکاب کیا ہے ممکن اور صحیح نہیں ہے کیونکہ سلسلۂ شہادت میں مزید چند ایسے واقعات سے ثابت کرنے کی ضرورت ہے جن سے اس قسم کی شہادت میں تسلسل اور قوت پیدا ہو اور ایک واقعہ دوسرے سے منتج اور مستنبط ہوتا جائے لہٰذا جسقدر شہادت بالواسطہ

کا سلسلہ طویل ہو اسی قدر اس مثال میں (ب) کو ملزم قرار دینے کے لئے شبہ قوی ہوتا جاتا ہے۔ ہر چند کہ قوت اثباتی کے لحاظ سے عموماً شہادت بلا واسطہ کو شہادت بالواسطہ پر تفوق حاصل ہے۔ تاہم ہر ایک صورت میں پہلی قسم کی شہادت کو دوسری قسم کی شہادت پر فضیلت دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ شہادت بلا واسطہ کے ادا کرنے والے اکثر گواہ ہوتے ہیں اور گواہوں کی دروغ بیانی مشہور ہے۔ مگر واقعات کے ذریعے سے کذب کا اظہار کرانا ممکن نہیں ہے۔ شہادت بالواسطہ یا واقعاتی کی بنا واقعات سمجھے جاتے ہیں اس لئے بعض صورتوں میں اگر ملزم کی بے گناہی شہادت بالواسطہ یا واقعاتی سے ثابت ہو جائے تو اُس کو اس شہادت بلا واسطہ پر ترجیح دینا جائز ہے جس کے ذریعے سے الزام ثابت کیا جاتا ہے اور بعض صورتوں میں ایسی شہادت بالواسطہ جس کے ذریعے سے الزام ثابت کیا جاتا ہے اس شہادت بلا واسطہ سے بدرجہا وقیع اور معتبر ہوتی ہے جس کے ذریعے سے ملزم اپنی بیگناہی ثابت کرنا چاہتا ہے۔

## فصل ۱۲۔ موازنۂ شہادت

قانون شہادت دو اجزا پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا جزو ان قواعد پر مبنی ہے جنکے ذریعے سے شہادت کے اثر یا قوت اثباتی کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ ان قواعد سے شہادت کی قوت اثباتی کا تعین اور اُس کا معیار مقرر کیا جاتا ہے۔ یا اس کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ قانون مذکور کے دوسرے جزو میں ایسے تمام قواعد داخل ہیں جن سے تقدیم شہادت کے طریقوں اور شرائط کا تعین کیا جاتا ہے۔ اس قانون کے پہلے حصے کا کام شہادت پیش کردہ کے اثر کو بیان کرتا ہے اور اُس کے دوسرے حصے میں وہ طریقہ بتلایا گیا ہے جس کے مطابق ذیلی مقدمات کو شہادت کا پیش کرنا لازم ہے پہلے حصے کا تعلق شہادت کے تمام اقسام سے ہے اور اُس میں اس کی ہر ایک قسم جیساکہ عدالتی وغیرہ ہیں داخل ہے لیکن قانون مذکور کا دوسرا حصہ محض شہادت عدالتی سے متعلق ہے۔ بہرحال اس قانون کے یہ دونوں طبقات میں ایک دوسرے سے بہت مشابہ ہیں اور بظاہر ان دونوں میں فرق کرنا مشکل ہے۔ تقدیم شہادت کے متعلق اس طرح قواعد مرتب کرنا جن میں شہادت پیش کردہ کے اثر کا حوالہ یا ذکر تک نہ آئے

تقریباً ناممکن ہے۔ اس پر بھی ان قواعد کے دو طبقات یا قانون شہادت کے دو اجزا میں از روئے نظریہ و عمل بیّن فرق و امتیاز ہے جن کو ہم ذیل میں ترتیب وار بیان کرنا چاہتے ہیں۔

جس طرح دنیا کے دوسرے امور میں شہادت کے ذریعے سے واقعات کے صدق و کذب کا پتا چلتا ہے اسی طرح عدالتی کارروائیوں میں بھی شہادت کے ذریعے سے واقعات کی جانچ کی جاتی ہے اور شہادت ہی ایسی چیز ہے جو صحت اور سچائی کے دریافت کرنے کا ذریعہ قرار پا سکتی ہے۔ عدالتی امور یا ان معاملات کے سوائے جن کا تعلق سلطنت کی عدل گستری سے ہے دیگر تمام امور میں انسان اپنی عقل سلیم اور قوت امتیاز سے شہادت کا موازنہ کیا کرتا ہے اور موازنۂ شہادت کے متعلق جس قدر قواعد اصول اور قانونی اقوال ہیں اُن کو وہ اپنے لئے شمع ہدایت تصور کرتا ہے لیکن شہادت کی جانچ کرنے کی نسبت ان قانونی اصول اور اقوال کا ایک دوسرا اثر ہے جس طرح ضابطۂ عدالت کے دوسرے اصناف کے قانون میں تعمیم کی گئی ہے اسی طرح اُس کی اس صنف یعنی ثبوت و شہادت کے متعلق جس قدر قانون ہے اُس کو عام بنایا گیا ہے تاکہ اس کا اطلاق ہر ایک حالت اور صورت پر کیا جا سکے۔ اس لئے جہاں تک قانون کا تعلق ان قواعد و اصول سے ہے وہاں تک قانون نے اُن کو سخت اور غیر لچک دار یعنی ناقابل ترمیم بنا رکھا ہے جس کی وجہ سے عدالتیں شہادت کا موازنہ کرنے میں ان مقرر کردہ اصول و قواعد کے خلاف اپنی تمیز اور عقل سلیم پر عمل کرنے کی مجاز نہیں ہیں۔ قانون شہادت کا پہلا اور سب سے زیادہ مخصوص حصہ انھیں قواعد پر مبنی ہے۔ بنظر سہولت ان قواعد کی پانچ طبقات میں تقسیم کی جا سکتی ہے اور ہر ایک طبقے کے لحاظ سے شہادت و ثبوت کے بھی حسب ذیل پانچ اقسام قرار دئے گئے ہیں۔

۱۔ ثبوت قطعی۔ اس سے مراد ایسے شہادتی واقعات ہیں جن سے عدالت کو قیاس قطعی قائم کرنا پڑتا ہے۔

۲۔ ثبوت قیاسی۔ اس سے مراد ایسی شہادت ہے جس کی نسبت عدالت کو قیاس مشروط یا قابل تردید قیاس قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

۳۔ شہادت غیر مکتفی۔ اس سے مراد ایسی شہادت ہے جو ثبوت کی حد تک

نہ پہنچ سکتی ہو اور اس وجہ سے عدالت کو اُس کی نسبت کسی قیاس کے خواہ وہ قطعی ہو کہ مشروط قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۴۔ شہادت مخصوص ومنفردہ۔ اس سے مراد ایک ایسا مخصوص منفردہ واقعہ ہے کہ اُس کے سوا کسی دوسرے واقعے سے امر نزاعی کا ثابت کرنا ممکن نہ ہو اور اسی ایک مخصوص واقعے میں جو شہادت کی غرض سے پیش کیا جاتا ہے اس امر نزاعی کے ثابت کرنے کی تاثیر اور قوت ہو۔

۵۔ ثبوت (شہادت) غیر مثبتہ۔ اس سے مراد ایسی شہادت ہے جو اثر یا قوت اثباتی سے معرّا ہو۔

(۱)۔ قیاسات قطعی۔ قیاس قطعی سے مراد ثبوت قطعی ہے اور ثبوت قطعی ایسے واقعے کو کہتے ہیں جس کی تاثیر یا قوت اثباتی اس درجہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے جس کو کسی دوسرے واقعے کے ذریعے سے موثر طور پر ادا کرنا ممکن نہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ضرورت اور مصلحت سے قانون میں بعض قسم کے واقعات اور ثبوت کو قطعی قرار دیا گیا ہے۔ ایسی صورتوں میں اس امر کا لحاظ نہیں کیا جاتا کہ جس ثبوت یا جس واقعے کو قانون نے قطعی قرار دیدیا ہے اُس کے خلاف ایسا ثبوت یا واقعہ بھی ہے کہ جس سے اُس کی تردید ممکن ہے۔ بہرحال قیاس قطعی سے مطلب ایک ایسا واقعہ ہے جس کو جبر قانون ملک بطور ثبوت قطعی تسلیم کرے۔

اس کے برعکس قیاس یا مشروط ثبوت سے ایسا واقعہ مراد ہے جس کی جب تک تردید نہ کی جائے وہ صحیح سمجھا جاتا ہے اور جب تک تردیدی ثبوت کے ذریعے سے اس قسم کا کوئی ثبوت باطل نہ کیا جائے اُس کا اثر اثباتی زایل نہیں ہوتا۔ مختصر یہ کہ قیاس مشروط یا قیاس قابل تردید سے مراد ایسا واقعہ ہے جس کو قانون ملک بطور ثبوت مشروط تسلیم کرتا ہے[۱]

---

[۱] قیاس قطعی کو بعض وقت قیاس قانون من القانون (Presumptio juris et de jure) کہتے ہیں اور قیاس قابل تردید کا نام اس کے مقابل میں قیاس قانون (Presumptio facte) رکھا گیا ہے۔ معلوم نہیں ان دونوں اصطلاحات کی تمہید کی کیا بنا ہے۔ قیاسات کی تیسری قسم کا نام

قانون قدیم کی تاریخ سے ظاہر ہے کہ اگلے زمانے میں ضابطۂ عدالت کو قیاسات قطعیہ کا تابع کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ قدیم زمانے کے قانون شہادت کا مخصوص حصہ ایسے قوانین پر مبنی ہے جس کے ذریعے سے مختلف قسم کے دعووں میں مختلف قسم کے ثبوت کا تعین کیا جاتا تھا جس طریقے کا ثبوت جس قسم کے مقدمے کے لئے مقرر تھا اُسی قسم کے ثبوت سے اُس کا ثابت کیا جانا لازم تھا اور معینہ ثبوت سے جس فریق پر اس کا بار ڈالا جاتا اُس کو اپنی جانب کی معین شہادت کا پیش کرنا لازم تھا اور دوسرا فریق اس طرز ثبوت سے فائدہ اُٹھاتا تھا۔ جو شخص جس امر کا ادعا کرتا اُس کو اپنے دعوے کا ثابت کرنا لازم تھا۔ چنانچہ ثبوت دعویٰ میں اپنے فریق مقابل سے دو بدو عدالتی جنگ (Judicial combat) کرنی پڑتی تھی اور اگر وہ اپنے مقابل پر غالب آتا تو اُسکی کامیابی اُس کے دعوے کا ثبوت سمجھی جاتی تھی فتح و نصرت کی وجہ سے گویا غیب کی جانب سے اُس کے حق میں فیصلۂ الٰہی (Judicium dci) صادر ہوتا تھا۔ دوسری قسم کے ثبوت کا نام آزمائش غیبی (Ordcal) تھا اگر آزمائش غیبی میں مدعی کو یا اس فریق کو جس پر مقدمے کا بار ثبوت عاید کیا جاتا تھا کسی قسم کا گزند نہ پہنچتا تو وہ حق پر اور بے گناہ سمجھا جاتا تھا۔ اس آزمائش میں شخص ممتحن کے جسم کو کسی قسم کا زیان نہ پہنچنا اس کے صدق بیان کی دلیل خیال کیا جاتا تھا۔ ثبوت کی تیسری قسم کی رو سے مدعی کو ایسے بارہ اشخاص کا مہیا کرنا لازم تھا جو عدالت میں اس امر کا مجموعی حلف کرتے تھے کہ مدعی نے جو شہادت لسانی پیش کی ہے یعنی مدعی کے گواہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ صحیح ہے چوتھی قسم کا ثبوت اس امر پر مبنی تھا کہ فریق بذات خود اپنے دعوے یا بیان کے اثبات میں حلف کرتا تھا۔ اگر ثبوت پیش کرنے والا فریق اُن شرائط اور قیود کی بخوبی تکمیل کرتا جو اُس کے ثبوت کے متعلق عائد کئے جاتے تھے تو اُس کے حق میں فیصلہ کیا جاتا تھا اور اگر اُن قیود کی بجا آوری میں اُسے ناکامی ہوتی یا اِن شرائط و رسوم کے ادا کرنے میں

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ قیاس واقعاتی (Presumptio juris) قرار دیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ قانونی قیاس نہیں ہے بلکہ عدالتیں اپنے غیر محدود اختیار تمیزی کی بنا پر پیش کردہ شہادت سے اس قسم کا قیاس قائم کر لیتی ہیں۔

اس سے کسی قسم کی حتیٰ کہ ادنیٰ سے ادنیٰ لغزش ہو جاتی تو عدالت کا فیصلہ اس کے خلاف صادر ہوتا تھا۔ اس زمانے میں ثبوت سے مراد فریق کا ان ضرورتوں کو تکمیل کرنا یعنی ایسی قیود و شرائط کی پابندی اور تعمیل کرنا تھا جن کو قانون ملک نے طریقۂ ثبوت کے متعلق قائم کیا تھا۔ ثبوت کے پیش کرنے سے اُس زمانے میں یہ منشا نہیں تھا کہ عدالت پر اُس فریق کے ادعا یا بیان کی صداقت ظاہر ہو جو اُس کو پیش کرتا ہے بلکہ ثبوت پیش کرنے کا مفہوم ان ضرورتوں اور لوازمات کی تکمیل کرنا تھا جن کو قانون ملک نے معین کیا تھا۔ موجودہ زمانے میں ہر ایک امر نزاعی کا فیصلہ عدالت کی رائے پر مبنی ہوتا ہے لیکن قدیم زمانے میں عدالتوں کو امور نزاعی کے متعلق رائے قائم کرنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ اُس زمانے کے ضابطۂ عدالت نے عدالتوں کو اُن کی اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا تھا جس کی بنا پر وہ اس زمانے میں ثبوت کے ذریعے سے امور تصفیہ طلب کے متعلق صدق و کذب کو دریافت کرتی ہیں۔ اس کے برعکس اگلے زمانے میں مقدمات کی اصلیت و بے اصلیت کا دریافت کرنا انسان کی تقدیر اور فلک کج رفتار کے ذمے کیا گیا تھا۔ بالآخر بتدریج اور بادل ناخواستہ انگریزی قانون اس نتیجے پر پہنچا کہ عدل گستری کے متعلق کوئی معین شاہراہ قرار نہیں دی جا سکتی (یعنی عدالتی امور کے انفصال کے واسطے کسی ایک آئین کا مقرر کرنا جس پر کمزور اور قوی امیر اور غریب عمل کر سکیں نامناسب اور مضر ہے) اثبات دعویٰ کی نسبت فریق کا عالم غیب کی طرف رجوع کرنا بیسود ہے کیونکہ غیب سے فریق کے حق یا ناحق پر ہونے کے متعلق بظاہر فیصلے کا صادر کیا جانا ناممکن ہے۔ عدالتی جنگ میں فریق قوی اور تنومند مظفر و منصور ہوتا ہے حلف کو صدق و کذب کا معیار قرار دینا ایک مہمل بات ہے حلف کی بذات خود کوئی اصلیت نہیں ہے یا فریقین اور اُن کے گواہوں کے بیانات سے مقدمات کی سچائی کی نسبت تفتیش کی جاتی ہے وہ بیشک ایک قسم کی گنجلک اور تکلیف دہ طریقہ ہے لیکن اس کے عوض کسی دوسرے طریقے کا مقرر کرنا غیر ممکن ہے۔

اگرچہ اُس زمانے کو گزرے ہوئے سیکڑوں برس ہو گئے جبکہ انگریزی قانون میں قطعی قیاسات کا دور دورہ تھا اور ضابطۂ عدالت بالکل ان قیاسات کے محکوم ہو گیا تھا لیکن اس زمانے میں اُن کی اہمیت بالکل زائل نہیں ہوئی ہے بلکہ اس کا اثر اب تک

باقی ہے۔ اور یہ کہنا درست ہے کہ ان قیاسات کو ایک حد تک بے بنیاد سمجھنا چاہئے کیونکہ ضابطۂ عدالت میں کہیں ایسا عام اصول نہیں بتلایا گیا ہے کہ ایک واقعہ دوسرے واقعے کے وجوب کا قطعی ثبوت قرار دیا جاسکتا ہے پھر بھی اس قسم کے اصول یعنی ان قیاسات کا انصاف پر مبنی ہونا اور شہادت میں اُن کا مفید پایا جانا ممکن ہے حالانکہ اُن کی پوری صحت میں دنیا کو کلام ہی کیوں نہ ہو چنانچہ ہم نے بھی اس کے قبل اُن قیاسات کو قانون اصلی کے بعض ایسے قواعد کے مساوی ثابت کر دکھایا ہے جو بذات خود صحیح اور جائز مانے جاتے ہیں اور جو اپنی صحت و جواز کے واسطے دوسرے قانونی قواعد کے محتاج نہیں ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان قیاسات کے ذریعے سے قدیم زمانے میں مفروضات قانونی کا کام لیا گیا ہے اور اس طریقے سے برطانیہ کے قدیم قانون کے تنگ اور پیچیدہ اصول میں جو نہایت سخت اور ناقابل تغیر تھے بہت کچھ ترمیم اور ترقی ہوئی۔ موجودہ زمانے کے قانون میں بھی ان قیاسات پر عمل کیا جاتا ہے اور ہم قیاس مندرجۂ ذیل کو بطور نظیر پیش کرتے ہیں۔ امر فیصل شدہ صحیح سمجھا جاتا ہے (اور فریقین فیصلۂ مذکور کے پابند رہتے ہیں جب تک اُس کو عدالت بالادست منسوخ نہ کرے) فریقین کی حد تک فیصلۂ عدالت قطعی سمجھا جاتا ہے بعض وقت فریقین کے درمیان اُس کی شہادت قطعی کی سی حیثیت ہوتی ہے اور بعض وقت وہی فیصلہ تمام دنیا کے مقابلے میں ان امور کے متعلق جو اس فیصلے کے ذریعے سے طے کئے جاتے ہیں تمام دنیا کے مقابلے میں ثبوت قطعی کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے اس میں شک نہیں ہے کہ عدالتوں سے فیصلہ کرنے میں غلطی کا سرزد ہونا ممکن ہے اور نہ ہر ایک عدالتی فیصلہ غلطی سے مبرا ہوسکتا ہے تاہم جب فیصلہ قطعی ہوجاتا ہے تو لوگوں کو اُسے لامحالہ صحیح ماننا پڑتا ہے اور اگر فیصلے کی غلطی کا عذر کیا جائے تو اس عذر کی شنوائی ناممکن ہے کیونکہ فیصلے کے قطعی ہوجانے کے بعد اگر عدالتیں عذر غلطی کی سماعت کریں تو وہی مقدمہ جو ایک مرتبہ انھیں فریقین کے درمیان ختم ہوگیا تھا دوبارہ تازہ ہوجاتا ہے اور نزاعات کا سلسلہ منقطع نہیں ہوسکتا حالانکہ عدالتوں کا فرض نزاعات کا مٹانا اور مقدمہ بازی کا سدّ باب کرنا ہے۔ اسلئے ضابطے کی رو سے قرار دیا گیا ہے کہ فیصلہ جات عدالتی قطعی تصور کئے جائیں اور کسی کو اُن کی صحت کے متعلق شبہہ کرنے کا حق نہیں ہے۔

(۲) قیاسات مشروط۔ قوت اثباتی کے تعین کرنے کی نسبت جو قواعد ہیں اُن کا دوسرا طبقہ ایسے قواعد پر مشتمل ہے جن کو قیاسات قابل تردید کہتے ہیں مثلاً اگر کسی شخص کے ایسے عزیز اور احباب جن کا اُس سے واقف ہونا ضرور ہے یا جن سے اُس کا مراسلت کرنا لازمی ہو بیان کریں کہ انھوں نے اس شخص کو سات سال سے نہیں دیکھا ہے اور نہ اس کی انھیں کوئی خبر ملی ہے تو ایسے مفقود الخبر شخص کے متعلق قیاس کیا جائیگا کہ وہ مرگیا ہے ایسا ہی ہر ایک دستاویز قابل بیع وشریٰ کے متعلق قیاس کرنا لازمی ہے کہ اُس کے دینے والے نے قیمت کے عوض اس دستاویز کو دیا ہے اور ہر ایک ملزم کی نسبت اُس کی بے گناہی کا قیاس کیا جاتا ہے تاوقتیکہ اُس کی تردید نہ کی جائے۔

اس دوسری قسم کے قیاسات کی بنا فی الواقع کوئی احتمال یا قرینہ نہیں ہے۔ بلکہ قانون میں مصلحت اور ضرورت کے لحاظ سے اُن کا قیام ہوا ہے اور اُن کے ذریعے سے بار ثبوت اس فریق پر ڈالا جاتا ہے جو ثبوت کے پیش کرنے کے لئے ازروئے قانون دوسرے فریق سے زیادہ اہل سمجھا جائے یا جس فریق پر بار ثبوت کے عائد کرنے میں انصاف کا مقتضا ہو۔ اگرچہ ہر ایک ملزم کے متعلق یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اُس نے جرم منسوبہ کا ارتکاب کیا ہے لیکن چند مخصوص صورتوں میں یا ملزمین کے سوائے ہر ایک قسم کے الزام میں اور عموماً ہر ایک ملزم کے متعلق عدالت کو اُس کی بیگناہی کا قیاس کرنا لازم ہے۔ اس لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح ہے کہ جس طرح قیاس بے گناہی کسی احتمال پر مبنی نہیں ہے اسی طرح تمام قیاسات مشروط احتمالات اور قرائین پر مبنی نہیں ہیں بلکہ ضرورت اور مصلحت نے اُن کو قانون میں قائم کیا ہے۔

(۳) شہادت غیر مکتفی۔ اس تیسری قسم کے قواعد کے ذریعے سے قانون میں طے کیا گیا ہے کہ فلاں قسم کی شہادت ناکافی اور غیر مکتفی ہے یا ثبوت کے لئے جو قوت اثباتی درکار ہے وہ فلاں قسم کی شہادت میں نہیں پایا جاتا ہے اور اس لئے عدالتوں کو اس طرح کی غیر کافی شہادت پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ مثلاً بغاوت کی بعض اقسام کے ثابت کرنے میں منفرد گواہ کی شہادت ناکافی متصور ہوتی ہے۔ اصل میں یہ کوئی مخصوص قاعدہ نہیں ہے لیکن اس سے ایک امر کا انکشاف ہوتا ہے وہ یہ کہ انگریزی قانون میں اس عام اصول کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ عموماً دو گواہوں کے بیانات سے

واقعات کا ثابت کیا جانا ضرور ہے۔

(۴) شہادت مخصوص و منفردہ۔ قواعد شہادت کے اس چوتھے طبقے میں ایسے قواعد داخل ہیں جن کی رو سے بعض قسم کی شہادت مخصوص اور منفردہ قرار دی گئی ہے یعنی بعض مخصوص صورتوں میں کسی امر کے ثابت کرنے کے لئے قانون میں جس قسم اور جس طریقے کی شہادت مخصوص کی گئی ہے اُسی شہادت کو اُس فریق کو پیش کرنا لازم ہے جس پہ بار ثبوت عائد کیا جاتا ہے فریق مذکور اس معینہ اور مقررہ شہادت کے سوا کسی دوسری شہادت کے پیش کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ مثلاً کسی ایسی دستاویز کی تکمیل کے ثابت کرنے کے لئے جس پر گواہوں کی تصدیق کا ثبت کیا جانا لازم ہے ضرور ہے کہ وہ اُس کے گواہان حاشیہ کی شہادت کے ذریعے سے ثابت کیجائے بشرطیکہ گواہان مذکور کی موت یا کسی دوسری وجہ سے ثبوت پیش کرنے والا فریق اُن کو حاضر نہ کر سکے۔ ایسا ہی کسی تحریری معاہدے کے ثابت کرنے کے لئے اس معاہدۂ تحریری کا بذات خود پیش کیا جانا لازم ہے بشرطیکہ وہ تحریر جس کے ذریعے سے معاہدہ کیا گیا ہے بہمدست ہو سکتی ہو۔ بعض قسم کے معاہدات کو جیسا کہ بیع اراضی وغیرہ کے معاہدے ہیں بذریعۂ تحریر ثابت کرنا لازم ہے ان کے متعلق لسانی شہادت ناکافی اور غیر مقبول سمجھی جاتی ہے۔

ہر چند بعض خاص قسم کے معاہدات کو شہادت تحریری کے ذریعے سے ثابت کرنا قانون میں قرار دیا گیا ہے لیکن یہ امر واضعان قانون کی دانشمندی پر دلالت کرتا ہے کہ انھوں نے دوسری اقسام کے معاہدات خصوصاً تجارتی اقرارات کے ثبوت کے متعلق اس طرح کی دشواریاں نہیں پیدا کی ہیں۔ اگر معاہدات تجارت کے متعلق اس طرح کا دشوار اور تکلیف دہ ثبوت قرار دیا جاتا تو تجارت ملک کو کبھی فروغ نہ ہو سکتا۔ بہر حال اس امر کو اہل ملک کی خوش بختی سمجھنا چاہیئے کہ قانون ملک میں ایک شخص کا قول یا اقرار ایسا ہی مستند اور معتبر سمجھا جاتا ہے جیسا کہ اُس کے دستخطی تمسک کی وقعت اور توقیر کی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اُس مشہور اور قدیم قانون انسداد فریب (The statute of Frauds) کے ذریعے سے عموماً اُس قسم کے قواعد کی ترتیب عمل میں لائی گئی جس کے وضع ہونے سے فریب دہی کا انسداد تو نہیں ہوا بلکہ فریب دینے کا

ایک نیا ذریعہ دنیا کے ہاتھ آگیا۔ معلوم نہیں کہ کتنی مدت تک اور اس قانون موضوعہ کی وجہ سے قانون انگریزی گم کردہ راہ بنا رہیگا اور کب تک اُس کے طفیل لوگ ایکدوسرے کو فریب اور دھوکا دیتے رہیں گے۔ اگر یہ قانون منسوخ کر دیا جائے تو قلم کی ایک کشش سے وہ تمام مہمل اور بے معنی اصطلاحات اور ثبوت کے پیچیدہ طریقے جو اس بُرے اور مضر قانون کے نفاذ کی وجہ سے جس کو سیکڑوں برس گزر گئے ہیں خود بخود ناپید ہو جائیں گے۔

(۵) واقعات خارج از شہادت۔ سب سے آخر اور اس پانچویں قسم کے قواعد میں ایسے قواعد داخل ہیں جن کی رو سے بعض واقعات کا شہادت میں نہیں شمار کیا جاتا ہے یعنی ان واقعات میں تاثیر ثبوت یا قوت اثباتی معدوم سمجھی جاتی ہے اس قسم کے واقعات بطور شہادت عدالت میں نہیں پیش کئے جا سکتے اور اگر پیش بھی کئے جائیں تو عدالت انھیں ناقابل توجہ تصور کرتی ہے۔ ان کی ایک مثال شہادت سماعی ہے سُنی سنائی ہوئی بات کا شہادت میں پیش کرنا بے سود ہے کیونکہ اصلی واقعہ اور اس کی شہادت میں جس کو گواہ دوسروں سے سُن کر بیان کرتا ہے ایسا کمزور ربط اور تعلق پیدا ہوتا ہے جس کو قانون میں غیر معتبر خیال کیا گیا ہے اور انصاف کا بھی یہی مقتضا ہے کہ اس قسم کی شہادت کو نظر وقعت سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ ان قواعد کی ایک دوسری مثال ملزم کی عام بدچلنی ہے ملزم کی عام بداطواری ثابت کرنے سے الزام منسوبہ کا ثبوت نہیں مل سکتا البتہ ملزم کی نیک چلنی اُس کی بیگناہی کا ثبوت متصور ہوتی ہے۔

موجودہ زمانے میں قواعد مذکورہ کی بنا پر شہادت یا تو خارج کی جاتی ہے یا غیر متعلق قرار پاتی ہے لیکن زمانۂ قدیم میں ان قواعد کا جو اثر تھا اُس کی رو سے اب ان قواعد کی شکل بدل گئی ہے۔ ان قواعد کے ذریعے سے قانون ملک کی ترقی کا سراغ ملتا ہے۔ اس زمانے میں ان قواعد کا تعلق محض اخراج شہادت سے ہے اور اگلے زمانے میں اُن کے ذریعے سے گواہ مردود الشہادت قرار پاتا تھا۔ اس زمانے میں بعض اقسام کے گواہ شہادت ادا کرنے کے پہلے سے ازروئے قانون غیر معتبر خیال کئے جاتے تھے مثلاً فریق مقدمہ یا ایسا شخص جس کو مقدمے میں کوئی مالی غرض ہوتی تھی اُس مقدمے میں گواہی دینے کے قابل نہیں سمجھا جاتا تھا ایسا ہی مجرم جسکے مقابلے میں

کوئی سنگین جرم ثابت کیا گیا ہو یا جس کی ارتکاب جرائم میں شہرت ہو مقبول الشہادت نہیں خیال کیا جاتا تھا چونکہ اس قسم کے شہود کے بیانات کی نیت غرض پر مبنی ہونیکا احتمال ہو سکتا تھا اور مجرم یا بدچلن گواہ کی شہادت کا مشتبہ ہونا ایک قدرتی امر تھا اسلئے قدیم زمانے میں اس طرز کی شہادت قانون کے ذریعے سے مسدود کی گئی تھی لیکن اب زمانے کے ساتھ قانون بھی بدل گیا ہے۔ قانون میں اس امر کی تحقیق ہو گئی ہے کہ صدق کے دریافت کرنے کا وہ طریقہ نہیں ہے جن طریقوں سے اگلے زمانے میں سچائی کی جانچ کی جاتی تھی۔ اس زمانے میں شخص منفرد کی رائے اور فیصلہ جس کو وہ کسی امر کے متعلق اپنی قوت امتیازہ سے کرتا ہے ان عام قواعد سے زیادہ جن کا ان فقرات میں ذکر کیا گیا ہے قانون میں نظر وقعت سے دیکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس بنا پر موجودہ زمانے میں کسی گواہ کی نسبت اس کا بیان لینے سے پہلے غیر اعتمادی کا اظہار نہیں کیا جاتا ہے گواہ کے بیان کا عدالتیں موازنہ کرتی ہیں اور اس موازنے کے مطابق گواہ معتبر یا غیر معتبر قرار پاتا ہے اور شہادت لینے کے بغیر گواہ کے معتبر یا غیر معتبر ہونیکا تصفیہ نہیں کیا جاتا ہے اور نہ محض اس شبہہ پر کہ جو شہادت گواہ دیگا وہ اس کے یا کسی فریق کے حق میں طرفدارانہ ہوگی یا مجرم اور بدچلن ہونے کی وجہ سے اس کا بیان پایۂ اعتبار سے ہٹا رہیگا گواہ کی شہادت خارج کی جاتی ہے پھر بھی ان قواعد کا اثر زائل نہیں ہوا بلکہ ایک دوسری شکل میں بدل گیا ہے یعنی جو شہادت ان قواعد کے خلاف پیش کی جاتی ہے وہ خارج نہیں ہوتی بلکہ مشتبہ سمجھی جاتی ہے۔ اس کے بعد کی فصل میں ہم اس امر پر غور کرنا چاہتے ہیں کہ جو اعتراضات قواعد متعلق اخراج شہود پر وارد ہوتے ہیں کیا انھیں کا اطلاق ان قواعد پر بھی کیا جا سکتا ہے جن کی رو سے گواہوں کے بیانات مشتبہ قرار پاتے ہیں۔

## فصل ۱۷۵ تقدیم شہادت

قانون شہادت کے جزو ثانی میں ایسے قواعد داخل ہیں جن کا تعلق شہادت کی پیش سازی سے ہے۔ قانون مذکور کے اس حصے میں اس طریقے کو بیان کیا گیا ہے جسکے ذریعے سے عدالت میں شہادت پیش کی جاتی ہے اور اس جزو کا ان قواعد سے تعلق نہیں ہے جن کے ذریعے سے پیش کردہ شہادت کے اثر کو جانچا جاتا ہے۔ اس جزو میں ہر ایک

ایسا قاعدہ داخل ہے جس کا تعلق اثر ثبوت یا شہادت کی قوت اثباتی کے تعین کرنے سے نہیں ہے۔ مثلاً قانون شہادت کے اُس جزو میں گواہوں پر سوالات ابتدائی اور سوالات جرحی کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے لیکن اُن کی شہادت کے موازنہ کرنے کا بیان اُس کے دوسرے حصے میں درج کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ قانون مذکور کا یہ حصہ ایسے چند اہم اور مفید قواعد پر مشتمل ہے جن کی رو سے بعض قسم کی شہادت بلالحاظ اعتماد و غیر اعتماد خارج قرار دیجاتی ہے شہادت کو خارج یا غیر متعلق قرار دینے کے متعدد وجوہ ہیں اور منجملہ اُن کے صرفۂ فریقین اور تاخیر جو فراہمئ شہادت کی وجہ سے انفصال مقدمہ میں ہوتی ہے یعنی دوران مقدمہ کا بڑھنا پریشانی اور تکالیف فریقین اور اغراض سرکاری کے لحاظ سے اکثر ایسی شہادت کا پیش کیا جانا از روئے قانون خارج اور غیر متعلق قرار دیا گیا ہے جو بنفسہٖ نہایت قوی اور موثر ہے۔ بعض صورتوں میں ایسے گواہوں کو فریق نہیں پیش کر سکتا یا قانون کے ذریعے سے شہادت ادا کرنے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا جو مقدمے کے امور نزاعی سے بخوبی واقف رہتے ہیں اور بہت کچھ صحیح اور متعلق حالات بیان کر سکتے ہیں اور جن کا بیان موثر اور باوقعت ثبوت کی حد تک پہنچ سکتا ہے۔ مثلاً کوئی سرکاری ملازم بحیثیت گواہ امور سرکاری کو بیان کرنے کے لئے قانوناً مجبور نہیں کیا جا سکتا ایسا ہی کوئی مشیر قانونی بحیثیت گواہ اُس مراسلت یا گفتگو کو جو اُس کے اور اُس کے موکل کے درمیان واقع ہوئی ہو ظاہر کرنے کے لئے از روئے قانون مجبور کیا جا سکتا ہے اور نہ اُن امور کے متعلق اُس پر سوال کرنے کی اجازت ہے۔

اُن قواعد میں جن کی رو سے بعض قسم کی شہادت خارج قرار دی گئی ہے سب سے زیادہ تعجب خیز اور دلچسپ یہ مقولہ ہے کہ کوئی شخص ایسی بات کے کہنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا جس سے وہ ملزم قرار پائے۔ کوئی شخص یعنی ملزم تک کسی ایسے سوال کے جواب دینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا جس سے اُس پر کسی جرم کا الزام عائد ہو سکے۔ اس مقولے کی رو سے انسان اپنے خلاف مرضی کسی امر کے ظاہر کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے۔ ہاں یہ ایک دوسری بات ہے کہ کوئی شخص اپنی خوشی سے اپنے الزام منسوبہ کا اقبال کرے اور جب ملزم اپنی رضامندی سے اقبال جرم کرتا ہے تو اُس کا اقبال اُس کے خلاف شہادت میں پیش کیا جا سکتا ہے لیکن اگر اس اقبال میں کسی جسمانی یا اخلاقی جبر کا شائبہ تک

پایا جائے تو از روئے قانون ویسا اقبال ناقابل ادخال شہادت سمجھا جاتا ہے۔ انگریزی قانون میں اس مقولے کا جو اس قدر لحاظ کیا جاتا ہے اُس کا سبب انگریزی قوم کا اُس وحشیانہ اور ظالمانہ طریقۂ دریافت وتحقیقات جرائم کو سیکڑوں برس پہلے نظر حقارت سے دیکھنا ہے جو قدیم زمانے میں سال ہا سال تک اقلیم یورپ کے دوسرے ملکوں اور اقوام کے یہاں رائج رہا ہے اور جس کے ذریعے سے ملزمین کو خواہ وہ ناکردہ گناہ ہوں کہ گناہگار طرح طرح کی جسمانی اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں۔ انگریزی قانون میں بہت ہی جلد اس قسم کا طریقۂ دریافت اور تحقیقات ناجائز قرار پا گیا تھا۔ موجودہ زمانے میں بھی انگلستان اور دوسرے یورپی ملکوں کے ضابطۂ عدالت میں فرق ہے نیز عدالتی تحقیقات ملزم کا طریقہ جداگانہ ہے۔ انگریزی ضابطے کی رو سے ملزم سے کوئی ایسا سوال نہیں کیا جا سکتا جس کے جواب دینے میں وہ اپنے خلاف مرضی اپنے کو ملزم قرار دلوائے اور نہ ملزم پر جرح کرنے کی اجازت ہے لیکن اس کے برخلاف یورپ کے دوسرے ملکوں میں ملزم کا باقاعدہ اظہار لیا جاتا ہے اور انگریز اس طریقے کو ملزم کے حق میں کمال درجے کی سختی اور دشمنی خیال کرتے ہیں اگرچہ انگریزی قانون کا مقولۂ زیر بحث بظاہر ملزم کی طرفداری پر مبنی معلوم ہوتا ہے اور اس سے ملزم کے حق میں نرمی اور رعایت پائی جاتی ہے لیکن یہ قاعدہ چند فوائد اور خوبیوں سے خالی نہیں ہے۔ اس قاعدے کی وجہ سے تحقیقات جرائم کی شان بڑھ گئی ہے فوجداری عدالتوں کی عظمت میں اضافہ ہوا ہے اور اس پر عمل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عدالتیں مستغیث اور مستغاث علیہ کی طرفدار نہیں ہیں بلکہ اپنے ترحم اور انصاف کی بنا پر الزام ملزم کی تحقیقات کرتی ہیں لیکن یہ اوصاف اُن عدالتوں میں کہاں نظر آتے ہیں جن میں یورپ کے دوسرے ملکوں کے ضابطۂ عدالت پر عمل کیا جاتا ہے۔ پھر بھی قاعدۂ زیر بحث پر بینتھم نے جو اعتراض کیا ہے وہ بے اصل نہیں ہے۔ اس مصنف کی رائے میں یہ قاعدہ عقل وفہم پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس ضابطۂ فوجداری کو عقل وتجربہ پر مشتمل سمجھنا چاہیئے جس میں ملزم کا جبراً اظہار لیا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس قاعدے کے مؤیدین کا بھی خیال ہے کہ اس مقولے کی بدولت ملزم کے حق میں حد درجے کی رعایت کی جاتی ہے ہماری رائے میں قاعدۂ مذکور کے مؤیدین کا یہ خیال اس کو مذموم اور ناقص ٹھہرانے کے لئے کافی ہے کیونکہ اس مقولے کی غرض ملزم کو بری قرار دینا

نہیں بلکہ مجرم ثابت کرتا ہے۔ اُس کے معترضین کی حجت ہے کہ ملزم کا بجبر اظہار لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس طریقے سے اظہار لیتے ہیں ناکردہ گناہ کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچ سکتا بلکہ اُس کا اس میں سراسر فائدہ ہے البتہ اظہار جبری سے اُس شخص کو خوف کرنا چاہیئے جس نے حقیقت میں کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے اور جس پر کوئی صحیح الزام قائم کیا گیا ہے اظہار جبری سے حقیقی ملزم کو کسی طرح کا نفع نہیں پہنچ سکتا ورنہ اصل اس قسم کے اظہار دینے میں اُس کا نقصان ہی نقصان ہے کسی الزام کی عدالتی تحقیقات کو بالکل ایک ایسی جنگ نہ سمجھنی چاہیئے جس کو ملزم اور الزام قائم کرنے والا آپس میں لڑ کر الزام منسوبہ کا فیصلہ کر لیتے ہیں اور نہ اس قسم کی عدالتی تحقیقات میں ان اقوال قانونی پر عمل کرنا لازم ہے جن کے وضع اور قائم کرنے کی غرض عدالتوں کا متخاصمین (فریقین مقدمۂ فوجداری) کے ساتھ یہ رفق و مدارات پیش آتی تھی۔ اگر صرف ایک امر کا لحاظ رکھا جائے تو طریقۂ اظہار جبری سے فائدے کے سوا ملزم کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچ سکتا ہے۔ ضابطے میں اگر اسکو مشروط کر دینا چاہیئے کہ جب تک مدعی اور مستغیث شہادت تائید الزام کے ذریعے سے بادی النظر میں الزام منسوبہ کو ثابت نہ کرے اُس وقت تک ملزم اظہار دینے کے لئے مجبور نہ کیا جائے اور بادی النظری ثبوت پہنچنے کے بعد عدالت کو لازم ہے کہ وہ مجرم کو الزام منسوبہ کی اپنی زبان سے آپ تردید کرنے کے لئے مجبور کرے[1]۔

اس سلسلے میں ہم اپنے ناظرین کو قانون شہادت کے ایک اور جزو کی طرف

---

[1] ملاحظہ ہو تصنیفات بنتھم جلد ۷۔ از صفحہ ۴۴۵ تا صفحہ ۴۶۳۔ اور ڈیومانٹ کی کتاب عدالتی شہادت کے متعلق جلد ۷۔ باب ۱۱ "اگر دنیا کے تمام مجرمین یا ہر ایک طبقے کے مجرمین اکھٹے ہو کر اپنی متحدہ آرا کے ذریعے سے اور اپنے حسب خواہش الزام منسوبہ کی جواب دہی کا کوئی طریقہ تجویز کریں یا اس کی نسبت کوئی ضابطہ مرتب کریں تو عجب نہیں کہ اس ضابطے میں اس قاعدۂ زیر بحث کو اپنے بچاؤ کے لئے سب سے پہلے مرقوم کریں گے ......... اس میں شک نہیں کہ اس مقولے پر غور کرنے سے اس امر کا پتا چلتا ہے کہ اس قسم کے خیالات انگریزی ضابطۂ عدالت میں ان قوانین نام ونہنگ سے لئے گئے ہیں اور جن کے ذریعے سے خانگی دو بدو لڑائیوں کی (Prinate combats) تقسیم عمل میں آتی ہے"۔

متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس زمانے میں بھی حلف لینے کی رسم کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے منجملہ ان دشواریوں کے جو ثبوت کے جانچنے میں مشکل آتی ہیں ایک بڑی دشواری سچی اور جھوٹی شہادت میں تمیز کرنا ہے۔ جھوٹے گواہ کی آزمائش کے لئے کیا شئے معیار قرار دی جا سکتی ہے اور کس طرح جھوٹی گواہی کا انسداد کیا جا سکتا ہے متقدمین انگلستان کی فہم و فراست نے اس آزمائش کے متعلق تین طریقے وضع کئے تھے جن کے نام عدالتی جنگ (Judicial cobat) آزمائش غیبی اور حلف ہیں۔ اگرچہ انیس کے پہلے دو طریقے متروک ہو گئے ہیں اور ان کو منسوخ ہوکر سیکڑوں برس گزر گئے لیکن ان میں کا تیسرا طریقہ ابھی تک رائج ہے بلکہ اُس کا ضابطہ عدالت کی خصوصیات میں شمار کیا جاتا ہے۔ ترقی زمانہ کے ساتھ اس امر کی قوی امید ہے کہ عنقریب یہ تیسرا طریقہ بھی اسی طرح سے بے اثر اور متروک ہو جائیگا جس طرح پہلے دو طریقوں کی تنسیخ ہوئی ہے۔ نیز یہ کہ حلف کے طریقے کو منسوخ کرنے سے صدق اور انصاف کے حق میں کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا ہے۔

تحقیقات بذریعۂ جنگ کی بابت کسی نظریئے کے قائم کئے جانے کی دیر تھی کہ اس کا شمار آزمائش غیبی میں کیا جانے لگا اور لوگ اُس کو آزمائش غیبی کی ایک قسم خیال کرنے لگے۔ آزمائش غیبی اور تحقیقات بذریعۂ جنگ دونوں کے لئے ایک مشترک اصطلاح فیصلۂ الہی وضع ہوئی گویا ان دونوں کارروائیوں کے ذریعے سے فریقین اپنے حق پر ہونے کے متعلق جنگ و جدل کے دیوتا سے رجوع کرتے تھے اور جو فریق اس جنگ یا آزمائش غیبی میں دوسرے فریق پر غالب آتا وہ حق پر سمجھا جاتا تھا اور اسکی پیش کردہ شہادت منجانب غیب ثابت قرار پاتی تھی یعنی قوی اور تنومند فریق کی کامیابی جنگ اُس کے حق پر ہونے کی آسمانی دلیل خیال کی جاتی تھی۔ اسی طرح سے آزمائش غیبی میں وہ فریق یا گواہ جس کی شہادت غیر معتبر سمجھی جاتی اپنے کو آگ وغیرہ میں ڈال کر صحیح و سالم نکال لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔ اگر آگ وغیرہ سے اُس کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچتا اور وہ اپنے کو اُس میں سے جان بچا کر نکال لے جاتا تو گویا خدا کی جانب سے اس کی شہادت کے سچ ہونے کی تصدیق کی جاتی تھی۔ حلف لینے کے متعلق بھی یہی قیاس ہے اور شہادت کے ان تینوں طریقوں کا یہی عام نظریہ ہے چنانچہ ہابز لکھتا ہے کہ حلف ایک ایسی

صنعت زبان ہے جس کو مقر اپنے اقرار میں شامل کرتا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر مقر اپنے وعدے کا ایفا نہ کرے یعنی سچ کہنے کے عوض جس کا وہ وعدہ کرتا ہے جھوٹ کہے تو وہ لائق ہے کہ خدا کی رحمت اُس سے سلب کر لی جائے اور وہ خدا کو اس امر کا گواہ قرار دیتا ہے کہ بصورت خلاف ورزی معاہدہ خدا اس سے اُس کے جھوٹ کہنے کا انتقام لے۔ مشرکین کے حلف لینے کا بھی ایسا ہی طریقہ تھا کہ اگر مقر جھوٹ کہتا ہے تو اسکو ستارہ مشتری اسی طرح ہلاک کرے جس طرح وہ اُس حیوان کو ہلاک کرتا ہے (جو حلف کی غرض سے مشتری کے نام پر قربانی چڑھایا جاتا تھا)۔ انگریزوں کا حلف بھی اسی کے مماثل ہے میں فلاں فلاں کام کرنا یا بات کہنا چاہتا ہوں لہذا خدا میری مدد کرے[۱]۔ ہماری رائے میں آسٹن نے حلف کی جو تعریف کی ہے وہ صحیح تو ہے لیکن جامع نہیں ہے کیونکہ اس کا تعلق اُن اقسام حلف سے ہے جو وعدے کے بطور کئے جاتے ہیں لیکن اس میں ایسے حلف داخل نہیں ہیں جو کسی امر یا واقعے کے سچ ہونے کے متعلق لئے جاتے ہیں۔ حلف کی دو قسمیں ہیں ایک کا تعلق حلف کرنے والے کے صدق مقال سے ہے اور دوسری کا تعلق کسی بیان یا واقعے کی صحت و سچائی سے ہے جس کی نسبت گواہ حلف لیتا ہے۔ انسان اس امر کی بابت قسم کھا سکتا ہے کہ جو کچھ میں بیان کروں گا صحیح کہوں گا۔ اور وہ اس امر کے متعلق بھی عہد کر سکتا ہے کہ امر یا واقعۂ زیر بحث صحیح اور سچا ہے۔ یا دوسروں نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے۔ پہلے طرز کی قسم کو عہد یا حلف معہود اور دوسری قسم کو حلف استقراری کہتے ہیں۔

بہر حال طریقۂ حلف پر عمل کرنے کے متعلق جو خیال ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص بصورت دروغ بیانی اپنے کو لعنت خدا کا مستوجب قرار دیتا ہے اُس کی گواہی صحت پر مبنی سمجھی جاتی ہے۔ پھر بھی عدالتوں کے نزدیک اُن کے دیرینہ تجربے سے اس امر کی بخوبی تحقیق ہو گئی ہے کہ گواہ کثرت سے جھوٹ کہتے ہیں اور جھوٹی قسم کھانے کا خوف اُنھیں اس سے باز نہیں رکھ سکتا بلکہ غلط بیانی میں نہ تو اُنھیں مذہب کا پاس ہوتا ہے اور نہ داب عدالت اُنھیں اس امر سے روک سکتا ہے۔ لہذا جھوٹی شہادت کے انسداد کا

---

[۱] ڈی وسیئے لمعتیان باب ۱۴- انگریزی تصنیفات جلد ۳ صفحہ ۱۲۹ -

سب سے بہتر طریقہ وہ قانون ہے جس کے ذریعے سے جھوٹی قسم کا کھانا جرم قرار دیا گیا ہے اور جو شخص اس کا ارتکاب کرتا ہے اُسے سزا دی جاتی ہے لیکن موجودہ قانون دروغ حلفی کا ضابطہ کچھ ایسا پیچیدہ اور ناموزوں ہے کہ مرتکب کو آسانی سے دروغ حلفی کا موقع مل سکتا ہے اور اُس کے خلاف الزام قائم کرنے میں مستغیث کو دشواری سے کامیابی حاصل ہوتی ہے اس لئے اگر قانون دروغ حلفی کی اصلاح ہو جائے تو گواہوں کی دروغ بیانی کے دفع کا اس سے بہتر کوئی دوسرا علاج نہیں ہو سکتا۔ حلف کی حقیقت ظاہر ہے۔ گواہ خواہ دنیا بھر کی قسمیں کیوں نہ کھائے لیکن قانون مذکور کے اثر کے سوائے دروغ بیانی سے اُس کو دنیا میں کوئی قوت باز نہیں رکھ سکتی[۱]

## فصل ۱۷۶ تنقید قانون شہادت

ہم نے اس سے پہلے کسی باب میں ان معینہ اور مقررہ اصول کے فوائد اور نقصانات کو بیان کیا ہے جن کو انفصال مقدمات میں عدالتیں ملحوظ رکھتی ہیں اور جنکے مقابلے میں اپنی قوت امتیاز پر عمل کرنے کی مجاز نہیں ہیں۔ اور اسی طرز عمل پر عدل گستری سلطنت کی خصوصیت اور شان منحصر ہے۔ انگریزی قانون یا انگلستان کے نظام قانونی کے کسی جزو میں اس مسئلے کی اس قدر اہمیت نہیں ہے جس قدر اُس کی اہمیت اور خصوصیت قانون شہادت میں پائی جاتی ہے۔ لہذا قانون شہادت میں ہی دوسرے کسی قانون کی بہ نسبت زیادہ قانونی برائیاں پائی جاتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ عام قواعد جن کے ذریعے سے شہادت کا اثر ثبوت جانچا جاتا ہے اور جو قواعد شہادت کے داخل ہونے کے پہلے سے معین و مقرر ہیں کم و بیش غلط اور مہمل ہیں۔ شہادت کے

---

[۱] اقسام حلف کی تاریخ کے لئے ملاحظہ ہو ضعیف الاعتقادی اور قوت مصنفہ لی (Leas superstition & force) حصۂ اول از باب دوم تا باب ہفتم انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا متعلق لفظ حلف۔ قانون حلف مصنفہ ہوزل طبع ۱۹۰۲ء (Herzel Der Eid) قواعد حلف کے متعلق ملاحظہ ہو تصنیفات بینتھم جلد ۶۔ از صفحۂ ۳۰۸ تا ۳۲۵۔

لینے کے پہلے ہی صحیح طور پر یہ کہنا کہ فلاں قسم کی شہادت ثبوت کے لئے کافی اور فلاں قسم کی ناکافی ہے غیر ممکن ہے ۔ شہادت سماعی کو بالکل معرا از اثر ثبوت خیال کر لینا غلط اور لغو ہے ۔ ایسا ہی یہ قاعدہ بھی صحیح نہیں ہے کہ بیع زمین کا معاہدہ شہادت لسانی کے ذریعے سے اطمینان بخش طریقے پر ثابت نہیں کیا جا سکتا ۔ علیٰ ہذ القیاس یہ اصول کہ مضمون دستاویز کے ثبوت کے واسطے اُس کی نقل کا پیش کرنا غیر مکتفی ہے صحیح نہیں ہے ۔ قانون میں اس قسم کے قواعد کی مخصوص شان عدالتوں کے لئے ان کو شمع ہدایت قرار دیا گیا ہے عدالتیں اُن کو اسی طرح مانتی ہیں جس طرح قواعد یا احکام تعبدی کی پابندی اُن پر لازم ہے ۔ لیکن ہمارے نزدیک ان قواعد کی اس قدر منزلت اور اہمیت قرار دینے میں واضعان قانون کو دھوکہ ہوا اور اُن سے غلطی سرزد ہوئی ہے جس طرح تمام عام اصول طریقۂ استخراج کے ذریعے سے واقعات سے اُن کے مخصوص عناصر کے استخراج اور تفریق کے بعد اخذ کئے جاتے ہیں اسی طرح اصول زیر بحث بھی مستنبط کیے گئے ہیں ۔ اور اس طریقے کی خرابی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ ہر ایک واقعے اور حالات کے چند اجزائے ترکیبی ایسے ہوتے ہیں جنکی اس واقعے میں درجۂ اول کی اہمیت ہوتی ہے اور انکے بغیر اس واقعے کی شان اور اہمیت باقی نہیں رہ سکتی لہٰذا ایسے اصول کا جو مخصوص واقعات سے بطریق تعمیم اخذ کئے گئے ہوں مخصوص واقعات پر اطلاق کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ۔ اس قسم کے مجرد اور ذہنی اصول کا حالات خاص کے بلالحاظ عین اور خارجی واقعات (یعنی مقدمات) پر اطلاق کرنا اسی طرح صحیح ہو سکتا ہے جسطرح کسی شخص کا رگڑ اور رکاوٹ کے اثر کا لحاظ نہ کر کے کسی حرکت کرنے والی شئے کی رفتار پر قوانین حرکت کا اطلاق کرنا صحیح ہو سکتا ہے ۔

اُن نقادان فن کے سوا جو تقلید کورانہ کے عادی ہیں دوسرے کسی منصف مزاج ماہر قانون کو اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ضابطۂ عدالت میں ضرورت سے بہت زیادہ اہمیت قانون شہادت کے جزئیات کو دی گئی ہے اور اس پر بے انتہا اعتماد کیا جاتا ہے ۔ قانون ملک کی ظاہر پرستی اور ظاہرداری کا ثبوت ان قواعد سے بڑھ کر دوسرے قواعد سے نہیں مل سکتا ہے ۔ انگریزی نظام قانون میں قانون شہادت کے اس جزو کے سوائے جو قواعد زیر بحث پر مشتمل ہے کسی دوسرے قانون میں ضابطے اور رسوم و دستور کی

اس قدر پابندی نہیں کی جاتی ہے۔ قانون ملک کی خود اعتمادی حکام عدالت کی عقل وفہم کی جانب سے اُس کی بے اعتمادی کا ان قواعد سے زیادہ کسی دوسری شے سے اظہار نہیں ہوتا ہے۔ بہرحال قواعد زیر بحث کی وجہ سے ضابطۂ عدالت میں جو خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں وہ لاعلاج نہیں ہیں اور اُن کا علاج اُن تمام قواعد کو منسوخ کرنا ہے جن کے ذریعے سے شہادت کا موازنہ اور قوت اثباتی کا تعین کیا جاتا ہے بلکہ اُن قواعد کی شان اور اُنکے اثر کو کم کرنے سے اُن کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ موجودہ حالت کے لحاظ سے یہ قواعد نہایت سخت اور تعبدی ہیں لہٰذا اگر ان کو قابل تعبیر اور مشروط قرار دیا جائے تو اُن کی موجودہ خرابیاں رفع ہوسکتی ہیں[1]۔ چونکہ ان میں سے اکثر قواعد عقل سلیم اور عملی تجربے پر مبنی ہیں اس لئے جب ان میں عدالتوں کو تاویل اور ترمیم کرنیکا موقع ملیگا تو ان سے عدالتیں اپنی شخصی رائے اور قوت امتیاز کے متعلق کچھ ہدایت پاسکتی ہیں اور جب تک عدالتیں اپنے اختیار تمیزی کے بجائے ان اصول پر عمل کرتی رہینگی ضابطہ عدالت کی بیان کردہ خرابیوں کا رفع کرنا ممکن ہے۔ اسکے ساتھ ہی ہم کو اس امر کا بھی اعتراف کرنا لازم ہے کہ شاذ ونادر ایسی شکلیں ہیں جن میں قواعد زیر بحث پر بلاکم وکاست عمل کرنے کی ضرورت ہے اور اس لئے ان کی وہی شان وحیثیت ہونی چاہیئے جو قدیم سے چلی آرہی ہے۔ عام قاعدہ اس امر کا مقتضی ہے کہ عدالت کو اس امر میں کامل آزادی حاصل ہونا چاہیئے جس شہادت کو وہ اپنی دانست میں غیر متعلق غیر ضروری اور تکلیف دہ سمجھتی ہے اسکو خارج کرے اور جس شہادت کے متعلق جس قسم کا اثر ثبوت قرار دینا چاہیں اُسکا اپنی خواہش کے موافق تعین کرے اور جسطرح سے چاہے اسکا موازنہ کرسکے۔ ایسا ہی عدالت کی رائے میں جس قسم کی شہادت کا لیا جانا مناسب معلوم ہو اُس کے ادخال کی نسبت حکم دینا عدالت کے اختیار میں ہونا چاہیئے۔ انگریزی قوم کو اس عادت کا ترک کرنا لازم ہے جسکی وجہ سے وہ قانون ملک کو عدالتوں کی بہ نسبت جنکا کام اُس کو نافذ اور اسکا اطلاق کرنا ہے زیادہ عاقل ودانشمند خیال کرتی ہے اور اس قوم کی نظروں میں جو عزت وتوقیر قانون ملک کی ہے وہ عدالتوں کی نہیں ہے اور نہ حکام عدالت پر اس کو اسقدر اعتماد ہے جسقدر اپنے قانون پر اُسکو بھروسا ہے۔ بہرحال ہمکو اس امر کا وثوق کامل ہے کہ دریاستبازی اور انصاف میں ترقی دینے کے خیال سے قانون ملک کے اس جزو میں آئندہ ضرور کچھ نہ کچھ تبدیل کی جائیگی۔

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب ہذا فصل ۱۰۔

# خلاصہ

قانون { (اصلی) متعلق بہ شئے متنازعہ فیہ
(اضافی (ضابطہ) متعلق بہ طریقۂ نزاع عدالت۔

بعض صورتوں میں قانون اصلی اور قانون ضابطہ کے قواعد کا ایک دوسرے کے مساوی ہونا۔ ضابطہ (عدالت)۔ اس کے عناصر یا اجزائے ترکیبی، سمنز (طلبنامہ) پلیڈنگ (عرضی دعوی) وغیرہ۔

ثبوت فیصلہ اور تعمیل۔

قانون شہادت۔

شہادت اور ثبوت کی تعریف

اقسام شہادت { عدالتی اور غیر عدالتی۔
شخصی اور مادّی۔
اصلی اور منقولی۔
بلاواسطہ اور بالواسطہ

قانون شہادت کے اقسام

۱۔ قواعد جن کا تعلق قوت اثباتی یا اثر ثبوت سے ہے۔

(۱) ثبوت قطعی۔

(۲) ثبوت مشروط۔

(۳) شہادت غیر مکتفی۔

(۴) شہادت مخصوصہ ومنفردہ۔

(۵) شہادت غیر مثبتہ۔

۲۔ قواعد جن کا تعلق تقدیم شہادت سے ہے۔

کوئی شخص ایسی بات کے کہنے کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا جس سے وہ ملزم قرار پائے۔

اقسام حلف۔

تنقید قانون شہادت۔

ختم

JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY LIBRARY No.............. Date..............
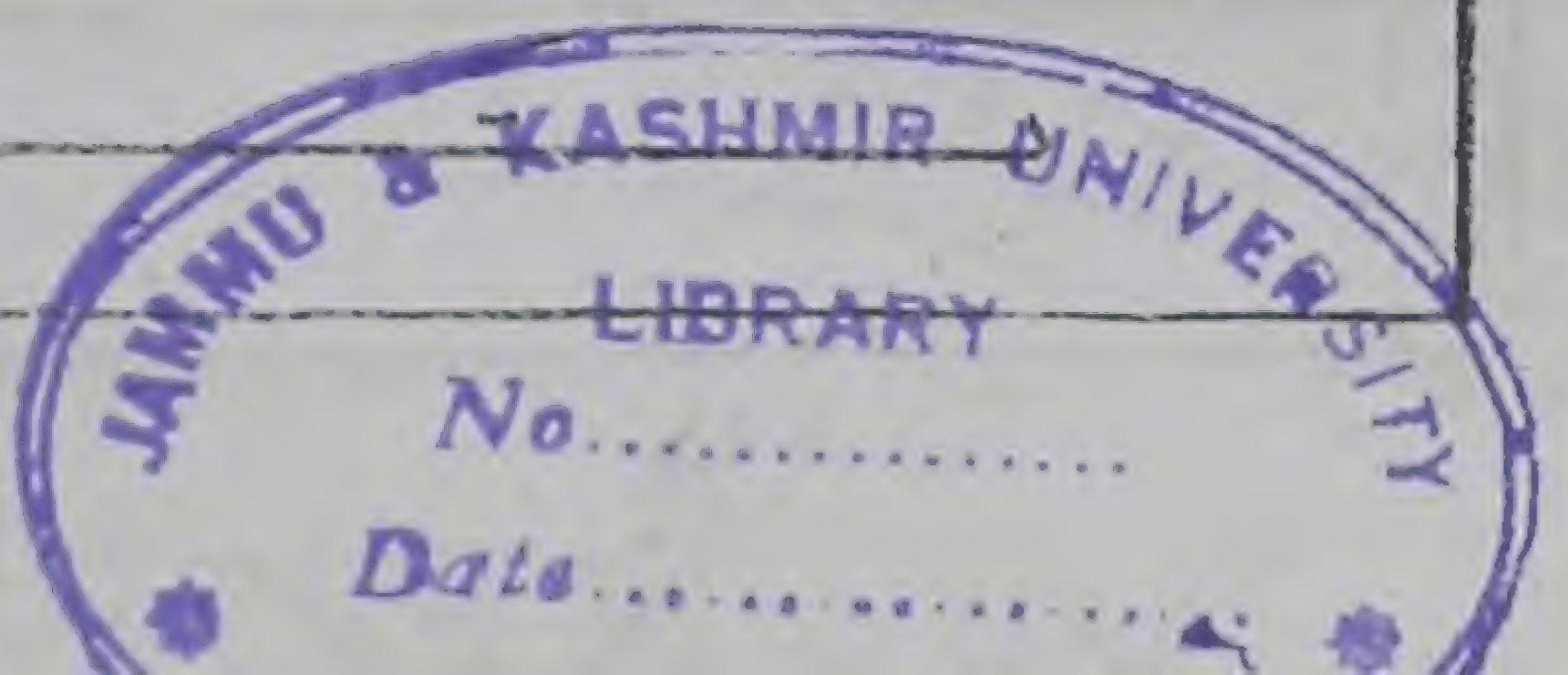
# دوسرا ضمیمہ

## نظریۂ فرماں روائی

نظریۂ سلطنت کی بحث میں ہم فرماں روا اور ماتحت ارباب اختیار[1] کے فرق و امتیاز پر نظر ڈال چکے ہیں۔ اول الذکر وہ ہے جو اپنے حلقۂ اثر کے اندر آزاد و مطلق اور بلا کسی قسم کی قید کے ہے، ثانی الذکر وہ ہے جو اپنے سے کسی بالاتر و خارجی طاقت کے زیر اثر ہے۔ اس امتیاز کے سلسلے میں ہمیں اب ایک مشہور و ممتاز اصول مسلمہ پر غور کرنا ہے جسے ہم ہابس کا نظریۂ فرماں روائی کہہ سکتے ہیں۔ درحقیقت یہ انگریز فلسفی اس اصول کا بانی اول نہیں ہے بلکہ اس کی ایجاد کا سہرا ممتاز فرانسیسی اہل قلم باڈن کے سر ہے کیونکہ سب سے پہلے اسی کی وجہ سے یہ اصول مسلمات سیاسیہ کے مرکزی عنصر کی حیثیت سے مشتبہ طور پر تسلیم کیا گیا لیکن ہابس کی تحریرات سے اسے زیادہ نمو حاصل ہوئی اور زیادہ پرزور و واضح طور پر اس کا اظہار ہوا۔ انگلستان میں اس اصول کو جو قبولیت نصیب ہوئی وہ زیادہ تر ہابس اور اس کے زمانہ جدید کے متبعین کی وجہ سے حاصل ہوئی۔

اس نظریۂ زیر بحث کو تین بنیادی مسائل میں منقسم و منحصر کر سکتے ہیں:۔

۱۔ قوت فرماں روا کا ہر سلطنت میں موجود ہونا لازمی و لابدی ہے۔

۲۔ قوت فرماں روا ناقابل تقسیم ہے۔

۳۔ قوت فرماں روا غیر محدود اور ناقابل تحصیر ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب ہذا حصہ سابق فصل ۴۱۔

دوسرا ضمیمہ

ان مسائل میں سے اول الذکر کو صحیح تسلیم کر لینا ضرور ہے لیکن دوسرے اور تیسرے مسئلے کے لئے کوئی مستحکم بنیاد نہیں ہے۔ یہ معاملہ بے انتہا مبہم اور پیچیدہ ہے اور نہایت توجہ سے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۔ فرماں روائی کا لازمی ولابدی ہونا۔ یہ بات صاف ہے کہ ہر ایک اجتماع سیاسی (پولیٹیکل سوسائٹی) میں فرماں روائی (اقتدار اعلیٰ) کی موجودگی مضمر ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو تمام اقتدارات زیردست ہو جائیں گے اور اس کے فرض کرنے سے بالادستوں اور زیردستوں کے ایک نامتناہی سلسلے کا تسلیم کرنا لازم آئیگا جو فی نفسہ محال ہے۔ لیکن باوجود اس کے اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ یہ فرماں روائی جو اس طرح لازمی ولابدی سمجھی گئی ہے جزاً یا کلاً سلطنت سے خارج میں واقع ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جن سلطنتوں کو آزادی اور کامل فرماں روائی حاصل ہے انھیں میں ایسا ہوتا ہے کہ فرماں روائی بالکلیہ ان کے اندر ہی واقع ہو اور اس کا کوئی جزو خارجاً کسی دوسری قوت کے قبضہ و عمل میں نہو۔ لیکن جب کوئی سلطنت ماتحت کسی بڑی جماعت سیاسیہ کا ایک جداگانہ منظم حصہ ہوتی ہے تو اس صورت میں فرماں روا قوت کلاً یا جزاً اس وسیع تر اتحاد میں بطور مرکز واقع ہوتی ہے اور تابع سلطنت کے اندر نہیں ہوتی علیٰ ہذا اس سلطنت کے اختیار خود انتظامی میں جو آزاد تو ہے لیکن جس کی فرماں روائی مکمل نہیں ہے اس لئے خلل واقع ہوتا ہے کہ اسکی فرماں روائی کا ایک جزو اس کی بالادست سلطنت کے قبضہ و تصرف میں رہتا ہے۔ پس ان تمام صورتوں میں فرماں روا قوت ضرور کہیں نہ کہیں موجود ہوتی ہے مگر یہ لازم نہیں کہ تمام صورتوں میں وہ خود سلطنت کے حدود کے اندر ہی کلیتہً پائی جاتی ہو۔

۲۔ ناقابل تقسیم فرماں روائی۔ یہ کہا گیا ہے کہ ہر سلطنت کے لئے لازم ہے کہ اس میں نہ صرف فرماں روائی موجود ہو بلکہ کسی فرماں روا کا موجود ہونا بھی ضرور ہے یعنی اس میں ایک شخص یا چند اشخاص کی ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو جملہ فرماں روائی کی مرکز بن سکتی ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس قسم کا اختیار دو یا زائد اشخاص کے درمیان منقسم نہیں ہو سکتا البتہ اس سے انکار نہیں کیا جاتا کہ یہ واحد جماعت اعلیٰ مرکب ہو جیسا کہ انگریزی پارلیمنٹ ہے۔ لیکن دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ جب کبھی چند اشخاص کی دو یا زائد جماعتیں

دوسرا ضمیمہ

اس طرح قائم ہوتی ہیں کہ فرماں روایانہ اختیار اُن میں مرکوز ہوتا ہے تو یہ لازمی ہے کہ یہ اختیار کلیتہً اُن میں مشترک ہو اور وہ اس طرح اُس پر قابض نہیں ہو سکتیں کہ مختلف جماعتوں کو مختلف اختیارات تفویض ہوں۔ مثلاً جملہ اختیار اعلیٰ پر الف کا منفرداً یا ب کا منفرداً یا الف اور ب کا مشترکاً قابض ہونا ممکن ہے لیکن اس اقتدار اعلیٰ کے ایک جزو کا الف کے قبضے میں اور دوسرے جزو کا ب کے قبضے میں ہونا غیر ممکن ہے۔

ہم برطانوی دستور پر اس اصول مسلمہ کا اطلاق کر کے اُس کی جانچ کر سکتے ہیں جس کی وجہ سے ہم کو معلوم ہوگا کہ اس دستور سے ہابس کے اصول کی کلیتہً مطابقت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے برعکس یہ دستور منقسمہ فرماں روائی کی ایک صاف اور صریح مثال ہے۔ فرماں روائی متعلق وضع قانون بادشاہ اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کے ہاتھ میں ہے مگر عاملانہ فرماں روائی بذات خاص بادشاہ کے ہاتھ میں ہے اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کا اُس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہاں ہم کلیتہً برطانوی دستور کے قانون یا اُس دستور کے قانونی نظریئے سے بحث کر رہے ہیں، عمل در آمد بلاشبہہ اس سے مختلف ہے کیونکہ عمل در آمد کے لحاظ سے دار العوام نے حکومتِ عاملانہ پر کامل اقتدار حاصل کر لیا ہے۔ عمل کے لحاظ سے وزرا مجلس وضع قانون کے خادم اور اُسی کے پاس ذمہ دار ہیں مگر قانون کی رو سے وہ بادشاہ کے خادم ہیں اور بادشاہ اُن کے ذریعے سے اپنی اُسی عاملانہ فرماں روائی کو عمل میں لاتا ہے جو بلا شرکت پارلیمنٹ اُس کو از روئے قانون حاصل ہے۔

پس از روئے قانون سرتاج انگلستان کا عاملانہ اختیار سلطنت برطانیہ کا فرماں روا ہے کیونکہ وہ اپنے حد اختیار کے اندر آزاد مطلق اور بے قید ہے۔ یہ ضرور ہے کہ یہ حد اختیار خود غیر محدود نہیں ہے۔ بہت سے امور ایسے ہیں جنھیں بادشاہ عمل میں نہیں لا سکتا مثلاً وہ اپنی ذات سے نہ تو قوانین کی منظوری دے سکتا ہے اور نہ رعایا پر محصول عائد کر سکتا ہے مگر جو کچھ وہ کر سکتا ہے اُسے وہ فرماں روایانہ اختیار سے کر سکتا ہے۔ سلطنت کے اندر کوئی دوسرا شخص ایسا ذی اختیار نہیں ہے جو اُس کے اختیارات پر قید لگا سکے، نہ اُس کے اختیارات کا نفاذ کسی طرح سے روکا جا سکتا ہے اور نہ اُن کے عملدر آمد کو منسوخ کرنا ممکن ہے۔ نظریۂ زیر بحث کے مؤیدین کی طرف سے

دوسرا ضمیمہ

یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ مجلس انتظامی اور حکام عاملانہ مجلس وضع قوانین کے زیر نگرانی ہیں اور اس لئے کُل فرماں روایانہ اختیارات کا مجموعہ موخر الذکر مجلس میں بطور مرکز واقع ہے اور اس مجلس اور حکام عاملانہ میں منقسم نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بادشاہ مجلس وضع قوانین کا محض ایک جزو نہیں ہے بلکہ وہ ایسا جزو ہے جس کی منظوری کے بغیر مجلس وضع قوانین خود اپنے اختیار کا کوئی شمہ عمل میں نہیں لا سکتی۔ کوئی قانون جو پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں سے منظور ہوا ہو اُس وقت تک نافذ نہیں ہو سکتا جب تک بادشاہ اُس کی منظوری نہ دیدے۔ پس مجلس وضع قوانین کیونکر حکام عاملانہ پر نگرانی رکھ سکتی ہے کیا کوئی شخص خود اپنا ماتحت ہو سکتا ہے؟ کسی شخص پر کوئی ایسا اختیار جو اُس شخص کی منظوری کے بغیر عمل میں نہ لایا جا سکے کوئی اختیار ہی نہیں ہے، کوئی شخص کسی جماعت کا جس کا وہ خود ایک رکن ہے تابع اُسی وقت ہوگا جب اُس جماعت کو یہ اختیار ہو کہ اُس شخص کے اختلاف رائے یا نارضامندی کے باوجود وہ جماعت اپنی رائے پر عمل کر سکتی ہے مثلاً ایک مجلس کے چند ارکان کی ایک قلیل جماعت اُس کے ماتحت سمجھی جاتی ہے جس صورت میں کہ اُس قلیل جماعت کو اپنی مجلس کے اکثر ارکان کی رائے سے کسی امر میں اختلاف ہو۔ لیکن بادشاہ برطانیہ کی یہ حیثیت نہیں ہے۔ پس انگریزی دستور جس طرح ایک فرماں روا مجلس وضع قوانین کو تسلیم کرتا ہے اُسی طرح وہ ایک فرماں روا جماعتِ عاملانہ کو مانتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے حلقۂ اثر میں اعلیٰ و برتر ہے اور ان دونوں ذی اختیار جماعتوں میں تصادم اس طرح رُکا رہتا ہے کہ جماعت عاملانہ مرکب مجلس وضع قوانین کی ایک رکن ہے۔ وضع قوانین کا اعلیٰ اختیار مشترکاً بادشاہ اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کے قبضے میں ہے مگر عاملانہ اختیار کا بادشاہ انگلستان منفرداً قابض ہے۔ مثلاً جب پارلیمنٹ موجود نہیں ہوتی یعنی ایک پارلیمنٹ کی برخواست اور دوسری پارلیمنٹ کے انتخاب کے زمانے میں جو وقفہ گزرتا ہے اُس مدت میں وضع قوانین کا اعلیٰ اختیار ناپدید اور ناپید ہو جاتا ہے مگر اعلیٰ عاملانہ اختیار بلا کسی نقص کے سرتاج انگلستان کی ذات سے قائم رہتا ہے۔[1]

[1] برطانوی دستور میں عاملانہ اور وضع قانون کی فرماں روائی کے متعلق اینسن کی تصنیف "انگریزی دستور کا قانون و رواج" حصۂ اول صفحۂ ۳۹ تا ۴۱ طبع سوم دیکھنا چاہیئے۔

دوسرا ضمیمہ

لیکن صرف اتنا ہی نہیں ہے بلکہ ۱۹۱۱ء کے پارلیمنٹ ایکٹ (قانون جسکے ذریعے سے برطانیہ کی شہنشاہی پارلیمنٹ کی ازسرنو تنظیم کی گئی ہے) کے منظور ہونے کے وقت تک برطانوی دستور حکومت میں اعلیٰ مجلس وضع قوانین اور اعلیٰ مجلس انتظامی کے ساتھ ایک اعلیٰ مجلس عدالت یا محکمۂ عدالت بھی تسلیم کیا جاتا تھا اور یہ تینوں مجلسیں اپنے اپنے صیغے کے لحاظ سے فرماں روا سمجھی جاتی تھیں۔ دارالامرا اپنی عدالتی حیثیت میں آخری عدالت مرافعہ کے طور پر فرماں روا تھا۔ اُس کے فیصلوں کا نہ تو مزید مرافعہ کیا جاسکتا تھا اور نہ اُس کی کارروائیوں پر کسی دوسرے محکمے یا قوت کی نگرانی تھی۔ قانون کے متعلق جو کچھ وہ اپنے فیصلوں کے ذریعے سے طے کردیتا تھا اُس کو برطانوی دستور حکومت میں کوئی دوسرا ذی اختیار شخص ایسا نہیں تھا کہ رد کرسکتا تھا۔ خود اُس کی رضامندی کے بغیر اُسکے عدالتی اختیارات میں نہ کسی قسم کی کمی ہوسکتی تھی نہ اُس پر کسی کی نگرانی کا قائم کرنا ممکن تھا۔ وضع قوانین کے لئے اس فرماں روا عدالت کی منظوری اُس سے کم لازمی اور ضروری نہ تھی جتنی کہ فرماں روا جماعت عاملانہ (مجلس انتظامی) کی منظوری ضروری تھی۔ پس دارالامرا جداگانہ طور پر اعلیٰ عدالتی اختیار پر فائز تھا اور اُس کے ساتھ ہی وہ وضع قوانین کے اعلیٰ اختیار میں بھی بادشاہ اور دارالعوام کا شریک تھا[1]۔

---

[1] فرماں روا قوت کے قابل تقسیم ہونے کے متعلق ذیل کی کتاب دیکھنی چاہیئے : Bryce's studies in history & Jurisprudence, II. p. 70

صفحۂ مذکور میں لکھا ہے کہ "قانونی فرماں روائی جو قانون کی رو سے قائم ہوئی ہو قابل تقسیم ہے۔ یعنی اس قسم کی فرماں روائی کے مختلف اجزا ایک وقت میں مختلف اشخاص یا مختلف جماعتوں کے تفویض کئے جاسکتے ہیں، ان اشخاص یا جماعتوں کا مساوی الحیثیت ہونا اور نہ ہونا دونوں ممکن ہے حالانکہ ان کے عمل کے دائرے اور حدود جداگانہ ہی کیوں نہ ہوں" دوسروں نے اس رائے سے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ

دوسرا ضمیمہ

۴۳ - ناقابل تحصیر فرماں روائی - نظریۂ زیر بحث کی رو سے فرماں روایانہ قوت کے لیئے نہ صرف لابدی و ناقابل تقسیم ہونے کا اظہار کیا جاتا ہے بلکہ اُسے ناقابل تحصیر بھی قرار دیا گیا ہے - یہ فرماں روائی نہ صرف اپنی حد میں بغیر کسی نگرانی اور قید کے ہے بلکہ خود اُس کی حد یا دائرۂ عمل غیر متناہی ہے - ہابس[1] کہتا ہے کہ "عقل و انجیل دونوں کے لحاظ سے میری سمجھ میں تو صاف یہ آتا ہے کہ فرماں روایانہ قوت خواہ ایک شخص کے ہاتھ میں ہو جیسا کہ بادشاہی میں ہوتا ہے یا ایک جماعت کے ہاتھ میں ہو جیسا کہ جمہوری و اعیانی دولت ہائے عامہ میں ہوتا ہے، دونوں حالتوں میں اُس کی وسعت اُتنی ہی ہے جتنی کہ انسان کے تصور میں آنا ممکن ہے اور جو شخص فرماں روایانہ قوت کو حد سے بڑھی ہوئی سمجھ کر کم کرنے کی کوشش کرے گا اُسے لازم ہے کہ وہ اپنے کو اُس قوت کے تابع کرے جو اس فرماں روایانہ قوت کو محدود کر سکتی ہے یعنی اُس سے بھی کسی بڑی قوت کا مطیع ہے" اسی طرح آسٹن[2] نے بھی یہ لکھا ہے کہ مثبت قانون کے حقیقی فرق اور فرماں روا و خود مختار سیاسی نظم معاشرت کی نوعیت سے یہ بات پیدا ہوئی ہے کہ صحیح معنوں میں بادشاہ یا مجموعی فرماں روایانہ حیثیت میں متعدد فرماں رواؤں کا اختیار قانوناً تحصیر و تحدید کے ناقابل ہے ........ اعلیٰ اختیار کا کسی مثبت قانون کے ذریعے سے محدود ہونا گویا الفاظ میں صریحی تضاد پیدا کر دینا ہے -

یہ حجت اختیار کے محدود کرنے اور اختیار کے ماتحت کرنے میں خلط مبحث پیدا کر دیتی ہے - یہ کہ فرماں روائی خود اپنی حد کے اندر کسی نگرانی کے تابع نہیں ہو سکتی فی نفسہ ایک بدیہی امر ہے اس اختیار کی تعریف سے بطور خود یہ نتیجہ نکل آتا ہے مگر یہ کہ یہ حد بالضرور ہمہ گیر ہے یہ ایک بالکل ہی دوسری بحث ہے اور اُس کی تائید نہیں ہو سکتی - اگر کوئی شخص اپنے سے کسی قوی تر شخص کے دباؤ یا حکم سے آزاد ہو تو اِس سے

---

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اس کے متعلق کتاب مندرجۂ ذیل دیکھنی چاہیئے Brown's austinian theory of law. p. 174.

[1] Leviathan, ch. 20, Eng. works, III. 194

[2] I. 263

دوسرا ضمیمہ

یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اُس کی جسمانی طاقت کی کوئی حد و غایت نہیں ہے۔
اس مسئلے پر غور کرتے وقت ہمیں اختیار واقعی اور اختیار قانونی میں فرق کرنا چاہیئے کیونکہ اور جگہوں کی طرح یہاں بھی یہ ہو سکتا ہے کہ جو امر ازروئے قانون صحیح ہو وہ ازروئے واقعہ صحیح نہو، یا اُس کے برعکس ہو۔ فرماں روایانہ اختیار کے واقعۃً محدود ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ قانوناً بھی محدود ہو اور اُس کے برعکس برطانوی دستور کا قانونی نظریہ ایسی قیود اور حصرات کو تسلیم کرسکتا ہے جو فی الواقع موجود نہوں[۱]۔
یہ امر کافی طور پر واضح ہے کہ فرماں روایانہ قوت واقعۃً محدود ہو سکتی ہے اور در اصل ضرورتاً وہ محدود ہے۔ جدید و متمدن سلطنت کی حکومت کی طاقت اگرچہ بہت بڑھی ہوئی ہے مگر پھر بھی بہت سے امور ایسے ہیں جنھیں نہ صرف کرنا نہ چاہیئے بلکہ وہ کر نہیں سکتی ہے، فرماں روا کی قدرت اور قابلیت کے اصلی مفہوم کے لحاظ سے یہ امور اُس کے دائرۂ اقتدار سے خارج ہیں، وجہ یہ ہے کہ ہر ایک فرماں روا کا اختیار دو امور پر منحصر ہوتا ہے اور اُن سے اس کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ اوّلاً وہ مادّی قوت ہے جو اُس کے قبضہ و قدرت میں ہے اور جو اسکی حکومت کا لازمی آلۂ کار ہے اور ثانیاً یہ کہ اُس فرماں روا کے ماتحت جو جماعت سیاسیہ ہے اُس کے افراد اِس قوت مادّی کی اطاعت کرنے کے عادی ہیں جو اُن کے خلاف عمل میں لائی جاتی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی شئے بھی اپنی وسعت میں غیر محدود نہیں ہے، اس لئے واقعی فرماں روائی جس کی بنا انھیں دونوں امور پر ہے غیر محدود نہیں ہے۔ بنتھم نے اِسے صاف طور پر تسلیم کیا ہے[۲]۔ وہ کہتا ہے کہ "اس طریقۂ تحصیر میں مجھے کوئی شئے ایسی نہیں نظر آتی جس سے ہمیں حیرت واستعجاب کی

---

[۱] فرماں روائی کے قانونی اور واقعی فرق یا فرماں روائی ازروئے قانون اور فرماں روائی ازروئے عمل کو برائس نے اپنی ممتاز تصنیف مطالعات تاریخ و اصول قانون جلد ۲ صفحات از ۴۹ تا ۷۳ میں نہایت کمال و خوبی سے ظاہر کیا ہے۔

[۲] Fragment on government, ch. 4, sects, 35, 36.

دوسرا ضمیمہ

ضرورت ہو۔ وہ کونسی شئے ہے جس کے ذریعے سے کسی درجے کا اختیار (یعنی سیاسی اختیار) قائم ہوتا ہے؟ جواب، یہ شئے بس اطاعت کی عادت اور میلان ہے، اور کچھ نہیں ہے۔ اگر میں سخت غلطی میں نہیں ہوں تو (یہ کہہ سکتا ہوں کہ) اس میلان کی نسبت یہ خیال کرنا بہت آسان ہے کہ جس طرح یہ ایک قسم کے افعال کے متعلق موجود ہے ویسا ہی یہ دوسری قسم کے افعال کی نسبت مفقود ہے پس کسی ایسی جماعت کی نسبت جو ہر اعتبار سے اعلیٰ و فائق ہو یہ خیال کرنا کہ ایک خاص قسم کے افعال کی جانب اُس کے اختیارات محدود ہیں گویا ان مخصوص افعال کو دوسرے افعال سے ممتاز سمجھنا ہے...... بہرحال زیر بحث اعلیٰ جماعت نے اپنے اختیار کے متعلق اس طرح حدود قائم کر لئے ہیں۔ پس اس قسم کی حدبندی کا کیا اثر ہے؟۔ جواب، یا تو کوئی اثر نہیں ہے یا ہے تو یہ ہے کہ اطاعت کا میلان انھیں حدود کے اندر محدود رہتا ہے اور ان حدود سے یہ میلان متجاوز نہیں ہو سکتا۔ رعایا اپنی سلطنت کی اس سے زیادہ اطاعت نہیں کر سکتی اس حد کے بعد رعایا حکمران جماعت کے حکم کی اسی طرح خلاف ورزی کرتی ہے جس طرح وہ حکومت غیر کے احکام کو بے وقعتی سے دیکھتی ہے۔ میرے خیال میں سلطنت کے سب سے اعلیٰ اقتدار کو محدود ماننے اور نہ ماننے سے کوئی دشواری پیدا نہیں ہوتی۔ انسان اپنے ذہن میں اقتدار اعلےٰ کے محدود اور غیر محدود ہونے کی دونوں تصویریں کھینچ سکتا ہے اور اس طرح کے تصور کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے لیکن یہ ایک دوسرا سوال ہے کہ آیا اس قسم کی دو سلطنتوں میں رعایا کے حق میں کونسی سلطنت زیادہ نفع بخش ہو سکتی ہے اور رعایا کی خوشحالی کے لئے ان میں سے کونسی سلطنت بہتر ہے اور کون زیادہ خوبی سے کارفرما ہو سکتی ہے۔"

پیروان ہابس کو فرماں روایانہ اقتدار کی واقعی تحدید کے تسلیم کرنے میں کوئی انکار نہیں ہو سکتا لیکن اُس کی قانونی تحدید کے ماننے میں اُنھیں عذر کرنے کا موقع ہے۔ وہ یہ حجت پیش کر سکتے ہیں کہ گو واقعۃً بہت سے امور ایسے ہیں جن کے کرنے کا فرماں روا کو اختیار نہ ہو لیکن قانوناً کسی کام کے کرنے کی اُس کو ممانعت نہیں ہے کیونکہ جس فرماں روایانہ اختیار سے قانون بنتا ہے اُس پر کسی قسم کی قید لگانے کو قانون نہیں

دوسرا ضمیمہ

تسلیم کر سکتا۔

اس کے جواب میں یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ قانون ملک اشیا کا محض وہ نظریہ ہے جو عدالت کے اندر مقبول و نفاذ پذیر ہوتا ہے۔ یہ قانون بیرونی دُنیا کا وہی عکس و نقشہ ہے جسے سلطنت کی عدالتیں دیکھتی اور مستند قرار دیتی ہیں پس جب ایسا ہے تو جو کچھ واقعے میں ممکن ہے وہ قانون میں بھی ممکن ہے اور اس سے کچھ زیادہ بھی ہو سکتا ہے فرماں روایانہ اقتدار کی جو کچھ تحصیر واقعے میں موجود ہے وہ قانون کے ذریعے سے بھی خیال میں آ سکتی اور تسلیم کی جا سکتی ہے۔ یہ روا رکھنا کہ از روئے واقعہ تحصیرات کا امکان ہے، اس روا رکھنے کے مرادف ہے کہ از روئے قانون بھی اُس قسم کی تحصیرات کا امکان ہے۔ اگر عدالتیں عادتاً اس اصول پر عمل کرتی ہیں کہ برطانوی دستور حکومت کے موافق عملدرآمد کے بعض فرائض و اشکال سلطنت یا جماعت سیاسیہ (body politic) کے کسی عضو یا عنصر خاص سے موافقت نہیں رکھتے اور اس لئے فرماں روایانہ اقتدار کی اُس حد سے خارج نہیں جسے دستور مذکور تسلیم کرتا ہے تو پھر یہ اصول اپنے عدالتی نفاذ کی وجہ سے قانون کا ایک صحیح اصول ہے اور اس طرح فرماں روایانہ اختیار از روئے قانون اُس سے کم محدود نہیں ہوتا جتنا کہ از روئے واقعہ محدود ہوتا ہے۔

مخالف رائے کی بنا نوعیت قانون کی اُس بیجا تنگ نظری پر ہے جو قانون کو اُس حکم کے مرادف قرار دیتا ہے جسے فرماں روا اپنی رعایا کے نام شائع کرتا ہے۔ اس نظر سے قانون اور قانونی ذمہ داری دونوں ہم وسعت ہیں اور اس صورت میں اعلیٰ اختیار کی قانونی تحصیر و تحدید کے معنی بظاہر یہ ہوں گے کہ اس اختیار کا قابض اُس کے عمل درآمد کے متعلق قانون کی ذمہ داریوں کے تابع ہے۔ یہ خیال لامحالہ فرماں روایانہ اقتدار کی تعریف کے مخالف پڑ جاتا ہے اور وہ صریحاً ناممکن ہے۔[1]

---

[1] یہ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ سلطنت کے ذمے اپنی رعایا کے کچھ قانونی فرائض ہوتے ہیں اور اسطرح کے فرائض کا موجود ہونا ممکن ہے لیکن ان فرائض کا ناکمل اور بزور ناقابل اجرا ہونا لازم ہے۔ کتاب ہذا حصۂ سابق فصل ۷۹۔

دوسرا منہیہ

یہ کہ فرماں روایانہ اختیار خود اپنی حد کے اندر قانوناً زیر نگرانی رکھا جا سکتا ہے ایک جامع الاجتہاد مسئلہ ہے۔ لیکن یہ کہ اُس کے حد عمل کے لئے از روئے قانون حدود کا مقرر کرنا ایک صاف و صحیح اصول ہے۔

ناقابل تحدید فرماں روائی کے اصول مسلمہ کا ایک مفہوم یا اطلاق ایسا ہے جس میں اتنی کافی اہمیت موجود ہے کہ وہ خاص طور سے لحاظ کرنے کے قابل ہے۔ فرماں روایانہ اختیار کے خاص فرائض میں سے ایک فرض وضع قانون ہے۔ نظریۂ زیر بحث سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ ہر ایک سیاسی نظم معاشرت میں لازماً کوئی ایک ذی اقتدار ایسا موجود ہوتا ہے جسے وضع قانون کا غیر محدود اختیار حاصل رہتا ہے۔ درحقیقت اس قوت کی نسبت یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ فرماں روائی کے ناقابل خطا جانچ ہے ایسے فرماں روا کی جستجو میں جس کا اس کے اصول مسلمہ کے موافق ہر ایک جماعت سیاسیہ کے اندر کہیں نہ کہیں پایا جانا ضرور ہے ضرورت جو کچھ ہے صرف اتنی ہے کہ اُس شخص کا پتا چلایا جائے جسے بلا استثنا جملہ قوانین کے بنانے اور ترمیم کرنے کا اختیار حاصل ہو۔ وہی اور صرف وہی سلطنت کا فرماں روا ہوتا ہے کیونکہ اُسے لازماً سب پر اور سب معاملات کے متعلق اختیار حاصل رہتا ہے اور وہ کسی کے تابع نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق یہ ملحوظ رکھنا ہے کہ وضع قانون کے اختیار کا انحصار اس امر پر ہے اور اسکا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ سلطنت کی عدالتیں اُسے کس حد تک تسلیم کرتی ہیں۔ اگر کسی قانون کو تسلیم کرنے اور اُس کے نافذ کرنے سے عدالتیں انکار کریں تو محض اُن کے انکار سے وہ قانون نہیں رہتا اور اُس جماعت کی قانونی اہلیت اور قابلیت باقی نہیں رہتی جس نے اُس قانون کو وضع کیا ہو۔ ایسے قانون کو ملک کی کسی مجلس بلدی نے بنایا ہو یا اعلیٰ مجلس وضع قوانین نے وضع کیا ہو دونوں برابر ہے۔ انگلستان کے قانون کی موجودہ حیثیت سے اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ شہنشاہی پارلیمنٹ کے وضع قوانین کے اختیارات نہایت وسیع اور غیر محدود ہیں اور اُن پر کسی قسم کی قانونی قید نہیں ہے اُس کا جاری کیا ہوا کوئی قانون کسی عدالت سے اس بنا پر نامنظور نہیں ہو سکتا کہ وہ پارلیمنٹ کے حد اختیار سے خارج ہے۔ اس مقام پر ہمیں اس امر سے بحث نہیں ہے کہ وضع قانون کی مقدرت مطلقہ

کی نسبت جو یہ قانونی قاعدہ بیان کیا گیا ہے وہ مبنی بر دانش ہے کہ نہیں لیکن اس امر کا پتا چلانا مشکل ہے کہ کوئی مقنن یا عالم قانون کیونکر ثابت کر سکتا ہے کہ نظریئے کی رُو سے بھی اس قاعدے کا موجود ہونا ضرور ہے۔

اس حالت کو گزر کر زیادہ زمانہ نہیں ہوا کہ اگر پارلیمنٹ کوئی ایسا قانون بناتی جو عقل اور قانون خدا کے خلاف ہوتا تو وہ کالعدم سمجھا جاتا تھا اور اُس کو کالعدم قرار دینا ہی قانون انگلستان تھا[1]۔ اگرچہ برطانوی عدالتوں میں اب اس قاعدے پر عمل نہیں ہوتا ہے مگر اس قاعدے کو تسلیم کرنے سے نہ تو کوئی قیاسی خرابی پیدا ہوتی ہے اور نہ کسی ناممکن کام کے امکان کا احتمال ہے حالانکہ اس قاعدے کا تسلیم کرنا کتنا ہی غیر ضروری اور ناموزوں کیوں نہ ہو تاہم اس سے صاف طور پر یہ لازم آتا ہے کہ ایک قانونی قاعدے کے ذریعے سے مجلس وضع قانون کے اختیار کی تحدید ہوتی ہے، ایک دوسری مثال لیجیے، انگریزی پارلیمنٹ کے وضع قانون کی قدرت مطلقہ کی ایک نہایت ہی نمایاں تمثیل اُس کا یہ مسلمہ اختیار ہے کہ اگر دارالعوام کو منظور ہو تو وہ اپنی اُس مدت میں جس کے لئے اُس کا انتخاب کیا جاتا ہے اضافہ کر سکتا ہے۔ اُنھیں نمائندوں کو جنھیں اہل ملک ایک معینہ مدت کے لئے انتخاب کرتے ہیں قانونی اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے اختیار مفوضہ کے زمانے میں اپنی معینہ مدت کی توسیع کریں۔ اگر اس قاعدے کے مغائر کوئی دوسرا قاعدہ ہو تو اُس پر از روئے نظریہ اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ اس قسم کا اعتراض مانا جا سکتا ہے۔ انگریزی عدالتوں کو اس اصول کے تسلیم کرنے میں کیا قباحت ہے کہ برطانیہ میں جو پارلیمنٹ جس مدت کیلئے مقرر ہوتی ہے وہ اُس مدت کے لئے فرماں روا ہے اور اُس کو اپنی مدت معینہ میں اضافہ کرنے کا اختیار نہیں ہے؟ اور کیا ایسی صورت میں مجلس اعلیٰ مجلس وضع قانون کا اقتدار قانون کے ایک قاعدے کی رو سے محدود نہ ہو جائیگا؟۔

وضع قانون کو عمل میں لانے کا اختیار مسلمہ طور پر قانونی شرائط کے تابع ہے، اچھا تو اُسے قانونی حدود کے تابع قرار دینے میں کیا قباحت ہے؟ اگر قانون کے

[1] اسناد اور نظائر کے متعلق فصل ۷، ۵ دیکھنی چاہیئے۔

دوسرا ضمیمہ

ذریعے سے وضع قوانین کے اختیار پر عمل کرنے کے طریقے کی تنظیم ہوسکتی ہے تو قانون اُس کے نفس مضمون کو کیوں منضبط نہیں کرسکتا یعنی قانون کے ذریعے سے کیوں وضع قوانین کے اختیار کی تنظیم نہیں کی جاسکتی؟ موجودہ قانون انگلستان کے لحاظ سے پارلیمنٹ کسی ایک قانون کو ایک ہی سیشن میں اور اُسی طریقے سے منسوخ کرسکتی ہے جس سیشن میں اور جس طریقے سے کہ وہ منظور کیا گیا ہو۔ پس کسی ایسے قانون کا کیا اثر ہوگا جس میں یہ قرار دیا جائے کہ کسی قانون کی پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کی قطعی کثرت رائے کے بغیر ترمیم نہیں ہوسکتی؟ کیا یہ قاعدہ ایک اچھا قانون نہ ہوگا؟ بیشک یہ ایک نہایت مفید قانون ہوگا کیونکہ اس کے ذریعے سے خود یہ قانون اور دوسرے قوانین اس معینہ طریقے کے سوائے کسی دوسری نہج سے منسوخ نہ ہوسکیں گے۔ اگر یہ مزید شرط بھی لگادی جائے تو کیا ہوگا کہ کسی قانون کی اُس کی تاریخ توضیع سے دس برس کے اندر تنسیخ نہ ہوگی؟ کیا اس قسم کی شرط جو بذریعۂ قانون قرار دی جائے باطل اور کالعدم ہوگی؟ اور اگر یہ مشروطی قانون جائز سمجھا جائے تو کیا عدالتیں اُس پر عمل نہیں کریں گی اور اگر اس قانون یا دوسرے قوانین جنھیں نافذ ہوکر دس برس نہ گزرے ہوں توڑنے کی کوشش کی جائے تو عدالتیں اس عذر کی بنا پر کہ پارلیمنٹ اپنے حدِّ اختیار سے متجاوز ہوگئی ہے اُس کی کارروائی کو منسوخ نہیں کریں گی؟ بیشک ایسی صورت میں عدالتیں پارلیمنٹ کی تجویزِ تنسیخ قوانین کا لحاظ نہیں کریں گی اور اُس کی کارروائی کو کالعدم قرار دیں گی۔ اگر کسی قانون (موضوعہ) کو دس سال کے لئے ناقابل تنسیخ قرار دینا ممکن ہے تو اُسی قانون کو از روئے قانون ہمیشہ کے لئے ناقابل تنسیخ قرار دینا کیوں ناممکن ہے؟ ظاہر ہے کہ اس قسم کا قاعدہ دانشمندی پر مبنی نہیں ہوسکتا تاہم اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کہ اس قاعدے میں کوئی محال منطقی لاحق ہوتا ہے کسی دلیل کا پیش کرنا ممکن نہیں۔

قدرت اور اختیار وضع قوانین کے نظر کرتے زمانۂ جدید میں انگریزی پارلیمنٹ اپنی آپ نظیر ہے۔ زمانۂ جدید کے اکثر دستورات حکومت کے ذریعے سے مجلس وضع قوانین کے اختیارات پر کم و بیش قیود عائد کئے جاتے ہیں۔ ممالک متحدۂ امریکہ میں نہ تو کانگریس ہو اور نہ اُس کی کسی ریاست کی مجلس وضع قوانین کو غیر محدود اختیارات حاصل ہیں۔

جن دستورات حکومت کے ذریعے سے ریاستیں قائم ہوئی ہیں اُن کو وہ بدل نہیں سکتیں اور یہی دستورات بعض معاملات کو صریح طور پر اُن کے حد اختیار سے خارج کرتے ہیں تو پھر فرماں روائی کا مرکز کہاں ہے؟ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان دستوروں میں ایسی دفعات موجود ہیں جن کے بموجب معمولی مجلس وضع قوانین کی بجائے ایک دوسری قوت کے ذریعے سے ان دستوروں میں تغیر و تبدل کیا جاسکتا ہے۔ اور اس لئے وضع قوانین کا یہ مفقود اختیار اُس جماعت کو حاصل ہے جسے دستور میں تغیر کرنے کا اختیار تفویض کیا گیا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ممالک متحدۂ امریکہ میں فرماں روائی کا مرکز کانگریس نہیں ہے بلکہ وہ فرماں روائی ریاستوں کی مجالس وضع قوانین کی تین چوتھائی کی کثرت میں مرکوز ہے۔ اس مخلوط جماعت کو دستور میں تغیر کرنے کا قطعی اختیار حاصل ہے اور اس لئے وہ اس دستور کی کسی دفعہ کی رو سے مقید نہیں ہے اور اس طرح اسے وضع قوانین کا غیر محدود اختیار حاصل ہے۔

پس جبکہ اس طرح پر دستور کی ترمیم کے اختیارات مطلق، معمولی مجلس وضع قوانین کے علاوہ کسی اور صاحب اقتدار کو تفویض کر دئے جائیں تو یہ ایک بالکل ہی صحیح جواب ہے لیکن ہم اس دستور کے متعلق کیا کہہ سکتے ہیں جو معمولی مجلس وضع قوانین کو (دستور حکومت میں) تغیر کرنے سے ممنوع قرار دیتا ہے اور ان تغیرات کے عمل میں لانے کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں بتلاتا۔ ایسے دستور میں کوئی منطقی محال نہیں ہے تاہم از روئے قانون اسی قسم کا دستور (جیسا کہ برطانوی دستور حکومت ہے) صریحاً ناقابل تغیر ہو سکتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ قانون کی خلاف ورزی اور عدول حکمی کرنے سے اس طرح کے دستور میں تغیرات کئے جاسکتے ہیں کیونکہ جس دستور میں خمیدہ ہونے کا مادہ نہو (مطلب یہ کہ جو دستور حکومت ناقابل تغیر و ترمیم قرار دیا جائے) وہ جلد یا بدیر ٹوٹ کر رہیگا، لیکن جن امور کا سول (ملکی)، اور اقتدار اعلیٰ سے تعلق ہے اُن کا وجود پذیر ہونا اُسی وقت ممکن ہے جب وہ دستور حکومت کے حدود کے اندر نہ کہ اُن سے باہر واقع ہوتے ہیں اگر کسی دستور حکومت میں ان امور کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اُس کے ذریعے سے کسی جماعت سیاسی یعنی

دوسرا ضمیمہ

سلطنت کا قائم کرنا ممکن نہیں ہے اور سیاسی حکومت کے نظریئے کا موضوع لا باقی نہیں رہتا - ان تمام مسائل میں جن کا تعلق فرماں روائی سے ہے اس امر کو فرض کر لینا لازم ہے کہ منتظم حکومت اور اس کی کار فرمائی کے متعلق ایک معینہ اور مقررہ اسکیم پہلے سے موجود رہتی ہے اور عمل کرنے میں اس اسکیم یا طریقے کا لحاظ کیا جاتا ہے اور اس فرض یا مفروضے کے ساتھ ہم کو وضع قوانین کے اختیار کے مسئلے کی وسعت کے متعلق بحث کرنا چاہیئے۔

جس سلطنت کا دستور کلیتہً ناقابل ترمیم قرار دیا جاتا ہے وہ تمام کا تمام ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے بعض اجزا از روئے قانون ناقابل تبدیل یا ترمیم ثابت ہوتے ہیں - قیام دستور کے وقت ہی اس کے بعض اجزا مستقل اور بنیادی قرار دیئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مقتدر جماعت بھی ان میں کسی قسم کا رد و بدل نہیں کر سکتی جس کے تفویض دستور میں ترمیم کرنے کا اختیار ہوتا ہے چنانچہ ممالک متحدۂ امریکہ کے دستور کی پانچویں دفعہ میں یہ قاعدہ بتلایا گیا ہے کہ امریکہ کی کوئی ریاست اپنی رضامندی کے بغیر سینٹ (Senate) میں اپنے مساوی حق رائے دہی سے محروم نہیں کی جائیگی - اس قاعدے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس دفعہ میں یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ دستور کے بعض حصص ۱۸۰۸ء تک ناقابل ترمیم سمجھے جائیں گے - پس اس دوران میں فرمانروایانہ اختیار کس کو حاصل رہا[1]

---

[1] جن قانونی قیود کا فرماں روایانہ قوت یا اختیار پر قائم کرنا ممکن ہے ان کے متعلق کتب مندرجہ ذیل دیکھنا چاہیئے:-

Jellinck, das Recht des modornen staates, I. pp 432-441; Pollock, Jurisprudence, pp. 270-273, and. ed., sidgwick, Elements of politics pp. 23-29, 623—638; Bryce, studies in history and Jurisprudence, II,71.

چنانچہ لارڈ برائس کا قول ہے کہ "قانونی فرماں روائی محدود ہو سکتی ہے یعنی کسی سلطنت کے قانون کا اس سلطنت میں کسی ایک شخص کو یا کسی ایک جماعت کو یا اس سلطنت کے جملہ باشندوں کو یا اس کی تمام جماعتوں کو جس کے یا جن کے ہاتھ میں

# تیسرا ضمیمہ

## مقولات قانونی

مقولات قانونی سے مراد ایسے ضرب الامثال ہیں جو قانون ملک میں رائج ہیں۔ جس طرح دوسری قسم کے ضرب الامثال کے محاسن اور معائب ہیں اسی طرح ان قانونی اقوال میں بھی خوبیاں اور بُرائیاں ہیں، یہ مقولات بھی ضرب الامثال کی مانند مختصر موثر اور پُر معنی جملے ہیں اور ان میں ایک حد تک صدق و صحت پائی جاتی ہے۔ اگرچہ ان اقوال کے ذریعے سے قانون کے عام اصول کا اظہار تو ہوتا ہے لیکن اختصار عبارت کی وجہ سے ان کے ذریعے سے اُن مستثنیات اور ترمیمات کا جن پر یہ مقولات مبنی ہیں ممکن نہیں ہے لہذا محض مقولات قانونی کے ذریعے سے قانون ملک کا تحصیل کرنا مناسب نہیں ہے محض ان اقوال کی واقفیت سے کوئی شخص صحیح طور پر قانون مجرد کا اکتساب نہیں کر سکتا۔ پھر بھی ان مقولات کے فوائد سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ گو بظاہر پڑھنے والے کو ان کی عبارت سے دھوکا ہوتا ہے اور اگر اُن کے لفظی معنی لئے جائیں تو اُن کی صحت میں ضرور شبہہ ہوتا ہے لیکن یہ ایسے فقرات اور جملے ہیں جن کے ذریعے سے اُن مسائل قانونی کا اظہار کیا جاتا ہے جنکے تابع قانون مجرد یا قانون ملک ہے اور لطف یہ کہ مقولات مذکور مختصر و مفید اور عام فہم ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ وضع قانون یا حکومت عاملانہ کا اعلیٰ اقتدار ہو ہر ایک امر کے متعلق قانون بنانے یا مخصوص احکام اجرا کرنے کا حق نہ عطا کرنا ممکن ہے۔" Brown, Austinian Theory of Law pp. 158-164.

تیسرا ضمیمہ

وکلا یا قانون پیشہ لوگوں کے لئے ان کو گویا شارٹ ہینڈ یعنی اختصار نویسی سمجھنا چاہیئے لیکن جو لوگ قانون سے ناواقف ہیں وہ اُن سے فائدہ اُٹھانے کے عوض نقصان پاتے ہیں کیونکہ اُن کے پورے مفہوم سے وہی شخص مستفید ہو سکتا ہے جو قانون میں مہارت کامل رکھتا ہے ورنہ اس قسم کے جملوں سے جس کی عبارت مختصر اور محذوف ہے عوام کو غلط فہمی کے سوائے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

عموماً تمام مقولات قانونی زبان لاطینی میں تحریر ہوئے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں کے اکثر اقوال قانون روما سے اخذ کئے گئے ہیں یا اُس کے تتبع میں ان کو لاطینی زبان میں لکھا گیا ہے۔ بعض مقولات قانونی ایسے بھی ہیں جن کا ماخذ نہ تو قانون روما ہے اور نہ وہ اُس قانون کے مقننین کے ذہن وفکر کا نتیجہ ہیں لہذا اس دوسری قسم کے اقوال قانونی کے بانی ازمنۂ وسطی کے مقننین کی قوت دماغی سمجھنا چاہیئے۔ ہم ذیل میں ایک فہرست اُن اقوال قانونی کی پیش کرتے ہیں جو سب سے زیادہ مشہور اور اہم ہیں اس کے ساتھ ہی مختصر طور پر اُن کی تشریح و تفسیر مع اسناد کتب کر دی گئی ہے۔

1. ACTUS NON FACITREUM NISI MENS SIT REA.

## ۱۔ (محض فعل جرم نہیں ہے جبتک کہ فاعل کی نیت مجرمانہ نہو)

قوانین ہنری اول جلد ۵ صفحہ ۲۸ (قوانین و ادارات قدیم انگلستان مرتبۂ تھارپ جلد ۱ صفحۂ ۵۱۱) ادارۂ سوم کوک۔ فٹ نوٹ ۶۔

فعل کی وجہ سے مرتکب فعل مجرم نہیں قرار پا سکتا بشرطیکہ ارتکاب فعل کی نسبت اس کی نیت مجرمانہ نہ ہو۔ جب تک کوئی فعل نیت مجرمانہ کے ساتھ نہ کیا جائے جُرم نہیں قرار پا سکتا جرم کی ذمہ داری فعل کی واقعیت پر منحصر نہیں ہے بلکہ فعل کے جُرم متصور ہونے کیلئے لازم ہے کہ وہ ایک خاص حالت یا صفت کے ساتھ کیا جائے اور جب تک مجرم کی ناجائز نیت یا غفلت مستلزم سزا کا وجود نہ پایا جائے وہ اپنے فعل کا ذمہ دار نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا فصول ۱۲۷، ۱۳۲، ۱۴۵۔

تیسرا ضمیمہ

2. ADVERSUS EXTRANEOS VITIOSA POSSESSSIO PRODESSE SOLET.

ڈائیجسٹ ۴۱-۲-۳-۵-

قبضۂ مقدم اُن تمام اشخاص کے مقابلے میں جو اُس سے دیرینہ قبضہ نہ بتلا سکیں ایک عمدہ حق ملکیت متصور ہوتا ہے - ایک شئے یا جائداد کے دعویداروں میں اُس شخص کا قبضہ جو شئے متنازعہ فیہ پر دوسروں سے پہلے قابض ہوگیا ہو دوسروں کے مقابلے میں بمنزلۂ ملکیت سمجھا جاتا ہے - لیکن قانون روما میں جس سے یہ مقولہ اخذ کیا گیا ہے قبضۂ اوّلیں یا قبضۂ مقدم کا ایک مخصوص مفہوم ہے اور اُس کا خاص طور پر اطلاق کیا جاتا ہے یعنی اس مقولے کا تعلق اُن چارہ کاروں سے ہے جو حصول قبضہ یا دخل اراضی کی بابت وضع کئے گئے ہیں - ملاحظہ ہو کتاب ہذا فصل ۱۲۱-

3. APICES JURIS NON SUNT JURA.

## ۳- (قانونی موشگافیاں اور باریکیاں صحیح قوانین نہیں ہیں)

قانونی اصول اور قواعد پر بلا لحاظ نصفت و عقل سلیم نہ تو عمل کرنا چاہیئے اور نہ اُن سے انتہائی درجے کے نتائج اخذ کرنا لازم ہے - مثلاً قانون کا ایک اصول بعض قیود اور شرائط کے ساتھ جائز اور صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن اگر ان قیود کے باہر عدالت اُس کا اطلاق کرنا چاہے تو وہی اصول غلط ثابت ہوتا ہے - لہذا قانون ملک میں اس امر کا لحاظ کرنا پڑتا ہے کہ نرے قانون پر عمل کرنے سے جو غلطیاں پیدا ہوتی ہیں اور موجودہ قانون غلط ثابت ہوتا ہے اُس کو رفع کیا جائے - ملاحظہ ہو فصل ۱۰-

CESSANTE, RATIONE LEGIS CESSAT LEX IPSA

## ۴- (اُس ضرورت کے باقی نہ رہنے سے وہ قانون بھی جو اُس کو پورا کرنے کے لئے بنایا گیا ہے نافذ نہیں رہتا)

اس مقولے کا اطلاق قانون غیر موضوعہ (قانون عُرفی) اور قانون موضوعہ پر

تیسرا ضمیمہ

جداگانہ طریقے سے کیا جاتا ہے۔

(۱) قانون غیر موضوعہ۔ اس قسم کے قانون کے ہر ایک اصول یا قاعدہ کو اطلاق کرتے وقت عدالتوں کو اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ جس ضرورت یا غرض سے قاعدۂ زیربحث بنایا گیا تھا وہ باقی ہے کہ نہیں۔ اگر غرض مذکور باقی ہے تو قانون غیر موضوعہ میں قاعدۂ زیرغور پر عمل کرنا مناسب ہے ورنہ اُس قاعدہ کو متروک العمل یا منسوخ سمجھنا چاہیئے۔ اگر غرض یا ضرورت قانون مفقود ہو گئی ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ قانون بھی باقی نہیں رہا ہے۔

(۲) قانون موضوعہ۔ چونکہ قانون غیر موضوعہ کا اثر اُس کے اُن الفاظ اور عبارت پر منحصر ہے جس کے ذریعے سے وہ وضع کیا جاتا ہے اس لئے اس مقولے کا قانون مذکور پر پوری طرح سے نہیں بلکہ کسی حد تک اطلاق کیا جاتا ہے۔ قانون موضوعہ کی تعبیر عموماً الفاظ یا عبارت قانون پر منحصر ہوتی ہے لہذا جس صورت میں اس قانون کے الفاظ سے عدالتوں کو اُس کے اطلاق کرنے میں کافی مدد نہیں ملتی ہے تو وہ غرض قانون زیربحث کی متلاشی ہوتی ہیں۔ قانون موضوعہ کی نسبت یہ مقولہ اُسی وقت تک صحیح سمجھا جاتا ہے جب تک محدود طور پر اُس قانون کی تاویل کی جاتی ہے اور جب زیادہ وسعت سے اُس میں تاویل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو ایک دوسرے مقولے سے جو اُس مقولے کا تتمہ ہے کام لیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے (Ubi eadem ratio ibi idem jus) (جہاں ضرورت یا غرض ایک ہی قسم کی ہے تو وہاں اُس قانون کا اطلاق کیا جاتا ہے جو اُسی قسم کی ضرورت یا غرض کو پورا کرنے کے لئے بنایا گیا ہے) ملاحظہ ہو فان جیرو (Vangero) جلد ا فصل ۲۵۔

5. Cogitationis poenam nemo patitur.

## ۵۔ (کوئی شخص محض خیال کیلئے مستوجب سزا نہیں ہے)

ڈائجسٹ ۴۸-۱۹-۱۸-

انسان محض اپنے خیال یا نیت کی بنا پر لائق تعزیر نہیں قرار پا سکتا جب تک انسان سے کوئی فعل ظاہر میں سرزد نہ ہو اُس فعل کا قانون میں لحاظ نہیں کیا جاتا۔ قانوناً میں صرف ایسے افعال کی گرفت کی جاتی ہے جو انسان سے وقوع پذیر ہوتے ہیں

اس پر بھی بعض مخصوص صورتوں میں عدالتیں اس مقولے کے عکس پر عمل کرتی ہیں اور وہ مقولہ یہ ہے (Voluntas reputatur profacto) (نیت کو فعل سمجھنا چاہیئے) ملاحظہ ہو فصل ۱۳۷-

6. Communis error facit jus.

## ۶- (عام غلطی قانون بن جاتی ہے)

ادارۂ چہارم کوک صفحۂ ۴۲ فٹ نوٹ- اس کا مقابلہ کیا جائے ڈائی جسٹ جسٹی نی ان ۳۳-۱۰-۳-۵ سے جس میں لکھا ہے کہ (Error jus facit) (غلطی قانون بن جاتی ہے)-

بعض وقت ایک غلط فیصلہ یا نظیر عدالت جائز اور صحیح قانون بن جاتا ہے بشرطیکہ اغراض معدلت کی بنا پر اس کا منسوخ کرنا نامناسب سمجھا جائے اور اس نظیر پر ایک عرصے تک ملک کی اکثر عدالتیں وثوق سے عمل کرتی رہی ہوں- ملاحظہ ہو فصل ۶۵-

7. Cuius est solum eius est usque ad coelm.

## ۷- (مالک قطعۂ زمین اپنی زمین کا آسمان تک مالک ہے)

شرح کوک بر تصنیفات لٹل ٹن جلد ۴- رپورٹس مرتبۂ کوک جلد ۹ صفحۂ ۵۴- ملاحظہ ہو کتاب ہذا فصل ۱۵۵-

8. De minimis non curat lex.

## ۸- (قانون میں خفیف امور یا ادنیٰ باتوں کا لحاظ نہیں کیا جاتا)

فیصلہ جات مقدمات جالانی عہد الزبتھ صفحۂ ۳۵-اس کا مقابلہ کیا جائے ازمنۂ وسطیٰ کے مفسرین قانون روما کے مندرجۂ ذیل مقولے سے :- "پری ٹر کی توجہ خفیف امور کی طرف نہیں مبذول ہوتی ہے یا پری ٹر چھوٹی چھوٹی باتوں کا لحاظ نہیں کرتا ہے- ڈرن برگ پینڈیکٹن جلد ۱ فصل ۱۴۰ نوٹ نشان ۵-

تیسرا ضمیمہ

قانون ملک میں خفیف امور کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اس مقولے کا تعلق ملک کے موجودہ اور واقعی قانون سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق قانون ذہنی سے ہے یعنی ایسے قانون سے ہے جس کا انسان تصور کر سکتا ہے اور جو بالفعل موجود نہ ہو۔ اس نا تے کے مختلف نظامات قانونی کا رجحان ضابطے اور طرز عمل کی چھوٹی چھوٹی فروگذاشتوں پر گرفت کرنے کی جانب ہے اور اس کی وجہ سے معمولی اور سنگین غلطیوں میں مناسب اور موزوں طریقے سے فرق نہیں کیا جاتا ہے اور اس کو اُن نظامات قانونی کے نقص کی دلیل سمجھنا چاہیئے۔ ملاحظہ ہو فصل ۱۰۔

9. Ex nudo pacto non oritur actio.

## ۹۔(خالی عہد سے دعویٰ کرنے کا حق نہیں پیدا ہوتا ہے)

اس کا مقابلہ کیا جائے ڈائجسٹ ۲-۱۴-۷-۴ سے "خالی عہد سے کسی قسم کی ذمہ داری نہیں پیدا ہوتی" ملاحظہ ہو سیسرو، ۴-۶۵-۲۷، اس میں لکھا ہے کہ خالی عہد سے ......... عدالت میں نالش کرنے کا حق نہیں پیدا ہو سکتا۔

انگریزی قانون میں اس مقولے کی رو سے کوئی معاہدہ جائز اور قابل نفاذ نہیں ہو سکتا جب تک عہد کے لئے کوئی بدل قانونی نہ قرار دیا جائے (Nudum pactum) یعنی عہد خالی سے مراد عہد بلا بدل ہے اور عہد بلا بدل ایسے وعدے کو کہتے ہیں جس کے کرنے کی نسبت کوئی معاوضہ یا بدل نہ قرار دیا گیا ہو۔ لیکن قانون روما میں اس مقولے کا ایک دوسرا مفہوم اور اثر ہے اور اس لحاظ سے کوئی اقرار نہ تو قابل نفاذ قرار پاتا ہے اور نہ اُس کی پابندی فریقین پر لازم آتی ہے جب تک کہ اُس کا شمار اُس قسم کے معاہدات میں نہ کیا جائے جو از روئے قانون جائز سمجھے جاتے ہیں قانون مذکور میں اس قسم کا کوئی اصول طے نہیں پایا تھا کہ وہی اقرار از روئے قانون قابل تعمیل و نفاذ قرار پا سکتا ہے جس کے لئے کسی قسم کا بدل طے پایا ہو۔ ملاحظہ ہو فصل ۱۲۴۔

10. Ex turpi causa non oritur actio.

## ۱۰۔(خلاف تہذیب یا خلاف قانون معاہدے یا معاملے سے حق نالش نہیں پیدا ہوتا)

اس کا مقابلہ کیا جائے ڈائجسٹ ۴۷-۲-۱۲-۱ سے جس میں لکھا ہے کہ

تیسرا ضمیمہ

کسی شخص کو خلاف تہذیب معاہدے یا ایسے معاملے سے جو اخلاقی برائی یا معصیت پر مبنی ہو حق نالش نہیں پیدا ہو سکتا۔ اس مقولے کا مطلب صاف ہے، فریقین سے کوئی ایک فریق بشرطیکہ اقرار خلاف قانون یا خلاف اخلاق ہو۔ اس اقرار کو نہ تو نافذ کرا سکتا ہے اور نہ اُس جائداد کو بذریعۂ عدالت واپس پا سکتا ہے جو اُس اقرار کے ذریعے سے اُس سے منتقل ہو کر دوسرے فریق کے قبضے میں آئی ہو۔ ذیل کا مقولہ اس مقولے کے ہم مضمون ہے (In pari delicto potior est conditio defendentis) جس کے معنی ہیں کہ اگر فریقین دعوی فعل ناجائز میں برابر کے شریک ہوں تو مدعی علیہ کی حالت بہتر ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو فصل ۱۲۴۔

11. IGNORANTIA FACTI EXCUSAT, IGNORANTIA JURIS NON EXCUSAT.

## ۱۱۔ (لاعلمی واقعہ کا عذر ہو سکتا ہے لیکن ناواقفیت قانون کا عذر نہیں کیا جا سکتا)

ڈائجسٹ ۲۲-۶-۹ کی تمہید میں اسی کے ہم مضمون ذیل کا مقولہ درج ہے:۔
قانون کا یہ ایک اصول یا قاعدہ ہے کہ ہر ایک شخص کو ناواقفیت قانون (کے عذر) سے نقصان پہنچتا ہے لیکن ناواقفیت واقعات (کے عذر) سے کوئی مضرت نہیں پہنچ سکتی۔ ملاحظہ ہو فصول ۱۴۶-۱۴۷۔

12. IMPOSSIBILIUM NULIA OBLIGATIO EST.

## ۱۲۔ (غیر ممکن چیزوں کے کرنے کی ذمہ داری کسی شخص پر عائد نہیں کی جا سکتی)

اسی کے ہم مضمون ایک قاعدہ ڈائجسٹ ۵۰۔۱۷۔۱۸۵ میں درج ہے۔ علی ہذا القیاس:۔
قانون کسی شخص کو غیر ممکن کام کی انجام دہی کیلئے مجبور نہیں کر سکتا۔ ہر ایک شخص جو کسی کام کے کرنے کا ذمہ دار ہو اُس کے غیر ممکن ہونے کے عذر سے اُس کی تعمیل سے اپنے کو بچا سکتا ہے لیکن اس قاعدے کا اثر اور اطلاق محدود ہے۔

13. IN JURE NON REMOTA CAUSA SED PROXIMA SPECTATUR

## ۱۳۔ (قانون میں کسی امر یا واقعے کے سبب قریب کا نہ کہ سبب بعید پر لحاظ کیا جاتا ہے)

(Bacon's maxims of the Law, 1.) مقولات قانون ملک مصنفہ بیکن جلد ۱

ضمیمہ

ہر ایک شخص اپنے فعل کے تمام نتائج کے واسطے ذمہ دار نہیں ہے بلکہ اُس فعل کے اُنھیں نتیجوں کی ذمہ داری اُس پر عائد کی جاتی ہے جو اُس کے فعل سے قدرتًا پیدا ہو سکتی ہوں یا جن کے پیدا ہونے کا احتمال اور قرینہ موجود ہو یعنی انسان اپنے افعال کے اُنھیں نتائج کا ذمہ دار ہو سکتا ہے جن کا وقوع فعل کے قبل اُس نے اندازہ کیا ہو یا جنکا اندازہ وہ کر سکتا تھا لیکن غفلت سے نہ کیا ہو۔

14. IN PARI CAUSA POTIOR EST CONDITO POSSIDENTIS.

## ۱۴۔ (جب فریقین مقدمہ کے حقوق برابر ہوں تو اُس فریق کا حق بہتر ہے جس کو شئے متنازعہ کا قبضہ حاصل ہو)

ڈائجسٹ ۵۰-۱۷-۱۲۸ کی تمہید میں اُس کے ہم مضمون ذیل کا فقرہ درج ہے (In pari causa possessor potior haberi debet) جس کا مفہوم ہے کہ حقوق فریقین کی مساوات کی صورت میں فریق قابض کا حق زیادہ قوی سمجھا جاتا ہے۔ اسی کے ہم معنی فقرات ڈائجسٹ کے دوسرے مقامات میں بھی درج ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو ڈائجسٹ ۲۰-۱-۱۰- اور ڈائجسٹ ۶-۲-۹-۴-

قانون ملک یا قانون مجرد میں قبضہ اور ملکیت، واقعہ اور حق، تمتع یا تصرف اور حقیت ایک دوسرے کے مساوی اور مشابہ متصور ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہر ایک شخص اُس شئے کو جو اُسے حاصل ہوگئی ہے اُس وقت اپنے پاس رکھنے کا مجاز ہے جبتک کوئی دوسرا شخص اپنے حق کو قابض کے حق سے بہتر حق نہ ثابت کرے۔ ملاحظہ ہو فصل ۱۰۷-

15. IN PARI DELICTO POTIOR EST CONDITIO DEFENTIS.

## ۱۵۔ (جب فریقین فعل ناجائز میں برابر ہیں تو مدعی کی حالت بہتر سمجھی جاتی ہے)

ڈائجسٹ ۵۰-۱۷-۱۵۴ میں یہ فقرہ اس مقولے کے ہم مضمون مرقوم ہے جس کا ترجمہ ہے کہ اگر قصور میں دونوں فریق برابر ہیں تو قانون کی رو سے اس فریق کا لحاظ

تیسرا ضمیمہ

کیا جائیگا جو فی الواقع شئے متنازعہ پر قابض ہے۔

اس مقولے کا بھی تقریباً وہی اثر ہے جو دسویں مقولے کا ہے۔

16. Inter arma leges silent.

## ۱۶-(ہتھیاروں کی جھنکار یعنی آوازۂ جنگ میں قانون خاموش رہتا ہے)

(Cicero, pro milone, IV, 10.) سیسرو، پرومیلون، جلد ۴، صفحہ ۱۰

اس مقولے کے دو مفہوم ہیں یا اس کا دو طرح سے اطلاق کیا جاتا ہے:-

(۱) کسی ایک سلطنت اور اُس کے بیرونی دشمنوں کے درمیان سلطنت مذکور کے قوانین بالکل ساکت وصامت رہتے ہیں۔ جنگ کے زمانے میں کسی اجنبی دشمن یعنی ایسے شخص کو جو سلطنت دشمن کی رعیت یا شہری ہو دوسری سلطنت کی عدالتوں کے ذریعے سے جس سے اُس کی سلطنت برسرِ پرخاش ہو حمایت قانون کے طلب کرنیکا حق حاصل نہیں ہے سلطنت غیر کے قانون میں اجنبی دشمن کی کوئی قانونی شان نہیں سمجھی جا سکتی ہے اور حکومت غیر اُس کے مال کے ساتھ جس طرح چاہے پیش آسکتی ہے (۲) خانہ جنگی کے زمانے میں بربنائے ضرورت قانون ملک ساکت اور صامت کیا جاتا ہے اور رعایا نیز شہریوں کے حقوق نظر انداز کئے جاتے ہیں (Necessitas non habet legem) (ضرورت کے لئے کوئی قانون نہیں ہے یعنی ضرورت نہ تو کسی قانون کی تابع ہے اور نہ کوئی قانون اُس سے واقف ہے) جب ملک میں بغاوت برپا یا فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہو تو تحفظ سلطنت اور امن عامہ کے قائم کرنیکی غرض سے غیر عدالتی قوت سے کام لیا جا سکتا ہے امن کے زمانے میں عدالتوں کی اُن معمولی کارروائیوں کے ذریعے سے جو قانون ملک کی مقرر کردہ ہیں رعایا کی سرکشی کا انسداد کیا جاتا ہے لیکن ناجائز اور عام شورش کے زمانے میں سلطنت قانون ملک کو ملتوی اور عدالتوں کو معطل قرار دیکر غیر عدالتی قوت یعنی بزور شمشیر اندرونی فتنہ و فساد کو فرو کرتی ہے۔ ملاحظہ ہو فصل ۳۶۔

17. Invito beneficium non datur.

## ۱۷-(بلا طلب کسی کو فائدہ نہیں پہنچایا جا سکتا)

مقابلہ طلب ڈائجسٹ ۵۰-۱۷-۶۹-

تیسرا ضمیمہ

کسی شخص کو اُس کی خواہش کے بغیر منجانب قانون حقوق یا فوائد نہیں عطا کئے جاتے۔ جو شخص اپنے حق سے بے پروائی یا دست برداری کرتا ہے یا جو اپنے حق کا ادعا نہ کرے اُس کا حق زائل ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو فصل ۱۲۲۔

18. JURIS PRAECEPTA SUNT HAEC : HONESTE VIVERE, ALTERUM NON LAEDERE, SUUM CUIQUE TRIBUERE.

۱۸۔(قانون کے اوامر یا احکام محکم حسب ذیل ہیں:۔ ایمانداری سے پیش آنا یعنی تقوے کا اختیار کرنا دوسرے کو اذیت و ضرر نہ پہنچانا ہر شخص کو جو اسکا ہے دیدینا یعنی حق الناس کا لحاظ کرنا)

مقابلہ طلب ڈائیجسٹ ۱-۱-۱۰-۱، جسٹی نی آن انسٹی ٹیوٹس ۱-۱-۳۔

"قانون مجرد یا قانون ملک کے یہ احکام محکم ہیں:۔ ایمان داری سے پیش آنا، دوسرے کو ضرر نہ پہنچانا اور ہر ایک شخص کو اُس چیز کا دینا جو اُس کی ہے۔" بعض مصنفین نے ان اوامر قانونی کو اُسی منطقی تقسیم کی بنا پر جس کی رو سے قانونی فرائض کی تین قسمیں قرار دی گئی ہیں تین انواع میں منقسم کیا ہے لیکن حقیقت حال اسکے برعکس ہے۔ اگرچہ اس مقولے کے ذریعے سے تین قسم کے فرائض قانونی کا تعین کیا گیا ہے اور اُن کے جداگانہ نام رکھے گئے ہیں لیکن اصل میں یہ تین فرائض مختلف نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ہیں البتہ اُن کا مختلف طور پر اظہار کیا گیا ہے۔ ان تینوں میں کا ہر ایک کا فرض بذات خود ایسا وسیع ہے کہ جس قدر قانونی فرائض ہیں وہ سب اس میں داخل سمجھے جا سکتے ہیں۔ قانون روما میں انصاف کی جو تعریف کی گئی ہے اُسی کو کسی قدر تبدیل کے ساتھ اس مقولے کا تیسرا فرض قرار دیا گیا ہے۔ انصاف سے مراد ایسی دائمی اور مسلسل خواہش ہے جس کی بنا پر جو شخص جس چیز کا مستحق ہے اس کو وہ دی جاتی ہے۔ مقابلہ طلب ڈائی جسٹ ۱-۱-۱۰ تمہید، انسٹی ٹیوٹس جسٹی نی ان ۱-۱-۱۔

تیسرا ضمیمہ

19. JUS PUBLICUM PRIVATORUM PACTIS MUTARI NON POTEST.

## ۱۹-(فریقین اپنے خانگی معاہدے کے ذریعے سے عام قانون کو نہیں بدل سکتے ہیں)

ملاحظہ طلب ڈائیجسٹ ۲-۱۴-۳۸-نیز ڈائیجسٹ ۵۰-۱۷-۴۵-۱-

جس پبلی کم (Jus publicum) سے مراد قانون ملک کا وہ جزو ہے جو عامۃ الناس کے حقوق اور فوائد سے متعلق ہوتا ہے اور اُس کا اثر مطلق سمجھا جاتا ہے لہذا قانون مذکور کے اس حصے کا اُس قانون معاہدہ کے ذریعے سے بدلنا یا منسوخ کرنا ممکن نہیں ہے جس کو خانگی اشخاص اپنے اقرار کے ذریعے سے بناتے ہیں۔ اس مقولے کا ہم مضمون مقولۂ ذیل ہے:-

(Modus et conventio vincunt legem)

(رسم اور اقرار کے ذریعے سے قانون باطل یا منسوخ قرار پاتا ہے) ملاحظہ ہو فصل ۱۲۴)

20. MODUS ET CONVENTIO VINCUNT LEGEM.

## ۲۰-(رسم اور اقرار قانون کو باطل کرتے ہیں)

رپورٹ کوک جلد ۲-صفحہ ۷۳-

خانگی معاہدے کے قانون کے ذریعے سے انگلستان کے قانون غیر موضوعہ کے اکثر و بیشتر حصے کا خارج کیا جانا ممکن ہے چنانچہ فریقین کے درمیان قانون کا ماخذ اُن کا اقرار سمجھا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو فصول ۱۱-اور ۱۲۲-

21. NECESSITAS NON HABET LEGEM.

## ۲۱-(ضرورت کیلئے کوئی قانون نہیں ہے)

ملاحظہ طلب مقولات قانونی بیکن، ۵ (Necessitas inducit privilegium) (ضرورت سے رعایت کی جاتی ہے) اس مقولے کے ذریعے سے قانون ضرورت (Jus necessitas) کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو فصل ۱۳۹-

تیسرا ضمیمہ

22. NEMINEM OPORTET LEGIBUS ESSE SAPIENTIOREM.

## ۲۲-(کسی شخص کو قانون ملک سے زیادہ عاقل و دانا ہونیکی ضرورت نہیں ہے)

بیکن، ڈی آگسمینٹس کتاب ۸ مقولہ ۵۸- ملاحظہ طلب صنائع و بدائع ارسطو-
جلد ا فصل ۱۵ فقرۂ ۱۲-

قوانین ملک سے زیادہ عقلمند ہونے کی اجازت نہیں دی گئی ہے- ہابز نے اپنی کتاب لی وی تھین کے انیسویں باب میں لکھا ہے کہ "قانون ملک سے مراد عوام کی یا سرکاری ایمان داری ہے" اور ہر ایک شہری پر اُس ایمان داری کیساتھ وفاداری کرنا فرض ہے، ہر ایک شہری کی ایسی وفاشعاری اور وابستگی کو کوئی شئے منقسم نہیں کر سکتی اور نہ اُس ایمان داری میں لوگوں کے ذاتی خیالات اور انصاف و ضرورت کو دخل ہے- ملاحظہ ہو فصل ۹-

23. NEMO PLUS JURIS AD ALIUM TRANSFERRE POTEST, QUAM IPSE HABERET.

## ۲۳-(کوئی شخص اپنے حق سے بہتر جسکو وہ دوسرے کو منتقل کرتا ہے نہیں دیسکتا)

ملاحظہ طلب ڈائیجسٹ- ۵۰- ۱۷- ۵۴-

منتقل الیہ کا حق منتقل کنندہ کے حق سے بہتر نہیں ہو سکتا- اس مقولے کا ہم مضمون مقولۂ ذیل ہے:- (Nemo dat quod non habet.) (جس شخص کے پاس جو چیز نہ ہو وہ اُس کو دوسرے کو دے نہیں سکتا) ملاحظہ ہو فصل ۱۶۳-

24. NEMO TENETUR SE IPSUM ACCUSARE.

## ۲۴-(کوئی شخص اپنے پر الزام قائم کرنے کیلئے مجبور نہیں ہے)

قانون نے کسی شخص کو اپنے پر آپ الزام لگانے کے لئے مجبور نہیں کیا ہے- اور نہ کوئی شخص از روئے قانون اپنے خلاف آپ شہادت دینے کے لئے مجبور کیا جا سکتا ہے- اس مقولے کا تعلق اب قانون فوجداری سے مخصوص ہو گیا ہے-

ملاحظہ ہو فصل ۱۷۵-

25. NEMO DAT QUOD NON HABET.

۲۵-(کوئی شخص اُس حق سے بہتر حق جو اُس کو حاصل ہے نہیں دیسکتا)

ملاحظہ ہو فصل ۱۶۳-

26. NON OMNE QUOD LICET HONESTUM EST.

۲۶-(ہر ایک بات جو از روئے قانون جائز ہو مطابق ایمان نہیں ہے)

ملاحظہ طلب ڈائیجسٹ ۵۰-۱۷-۱۴۴-۱ تمہید-

ایسی تمام چیزیں جن کو قانون نے جائز قرار دیا ہے-مطابق ایمان نہیں ہیں-ضابطہ اور دیگر طرز کے ناقص لیکن ضروری کارروائیوں کی بنا پر قانون ملک کیجانب سے لوگوں کو بعض ایسے حقوق اور آزادیاں حاصل ہو جاتی ہیں جن کے طلب کرنے کے لئے کسی انصاف پسند اور باایمان شخص کو جرأت نہیں ہوسکتی اور نہ اُن پر وہ عمل کرسکتا ہے-

27. NULLUS VIDTUR DOLO FACERE, QUI SUO JURE UTITUR.

۲۷-(جو شخص اپنے حق کو استعمال میں لاتا ہے اُس کا وہ عمل فعل ناجائز نہیں تصور ہوسکتا)

ملاحظہ طلب ڈائیجسٹ ۵۰-۱۷-۵۵-

کوئی ایسا فعل جو بنفسہ جائز ہو محض کسی مخاصمانہ یا ناجائز تحریک کی وجہ سے قانون میں ناجائز متصور نہیں ہوسکتا-بریں ہم یہ مقولہ چند اہم شرائط او رقیود سے خالی نہیں ہے ملاحظہ ہو فصل ۱۳۶-

28. QUI FACIT PER ALIUM, FACIT PER SE.

۲۸-(جو شخص کسی دوسرے کے ذریعے کوئی کام کراتا ہے گویا اُس کام کو وہ خود کرتا ہے)

ملاحظہ طلب شرح کوک پر تصنیفات لٹل ٹن صفحہ ۲۵۸-الف (Co. Litt 258 a)

تیسرا ضمیمہ

جو شخص کسی دوسرے شخص کی معرفت یا توسط سے کوئی کام کرتا ہے اُس کی نسبت تصور کیا جاتا ہے کہ اُس نے اُس کام کو اپنی ذات سے کیا ہے۔

29. QUI PRIOR EST TEMPORE POTIOR EST JURE.

## ۲۹-(جو شخص بلحاظ وقت پہلا ہے اُسی کا حق بہتر اور زیادہ اہم ہے)

ملاحظہ طلب مجموعۂ قوانین شہنشاہ جسٹی نی آن ۸-۱۷-۳ : "اُسی شخص کا حق یا دعویٰ جو وقت کے لحاظ سے پہلا ہے دوسرے دعویداروں کے حق سے بہتر اور قوی ہے" ایسی صورتوں میں جہاں دو دعویداروں کے حقوق تقریباً مساوی پائے جائیں، تو اُس شخص کے حق کو ترجیح دی جاتی ہے جس نے اُسے دوسرے شخص کی بہ نسبت پہلے حاصل کیا ہے بشرطیکہ شخص مُؤخر حق کو کسی اور وجہ سے مقدم سمجھنے کی ضرورت نہ ہو۔ ملاحظہ ہو فصل ۸۵۔

30. QUOD FIERI NON DEBET, PACTUM VALET.

## ۳۰ (اگر وہ امر جسکو نہ ہونا چاہئے تھا ہوجائے تو اسکو قانون میں بالکل جائز سمجھا جاتا ہے)

ملاحظہ طلب رپورٹ کوک جلد ۵ صفحہ ۳۸۔

ہر ایک قسم کا خلاف قانون کام ہمیشہ کالعدم نہیں ہو سکتا مثلاً رسوم شادی کے ادا کرنے میں یا عقدِ نکاح میں کسی قسم کی بے ضابطگی ہوجانے سے نکاح کالعدم نہیں ہوتا بلکہ جائز سمجھا جاتا ہے حالانکہ ضابطے کی پابندی کرنا مستحسن اور مطابق قانون ہے ایسا ہی جو فیصلہ خلاف قانون صادر کیا جاتا ہے اگر قطعی ہوجائے تو جب تک وہ منسوخ نہ ہو آئندہ کے لئے نظیر قرار پاتا ہے۔ ملاحظہ ہو فصل ۶۶۔

31. RES JUDICATA PRO VERITATE ACCIPITUR.

## ۳۱-(فیصلہ جو کسی امر کی نسبت صادر ہو صحیح تصور کیا جاتا ہے)

ملاحظہ طلب ڈائیجسٹ ۱-۵-۲۵۔

اُس امر کی بابت جس کا فیصلہ کسی عدالت سے کیا گیا ہو اُس عدالت کا فیصلہ

تبلہ ضمیمہ

فریقین کے درمیان شہادت قطعی ہے - اسی اصول کو امر تجویز یا فیصل شدہ کہتے ہیں ملاحظہ ہو فصل ۶۷-

32. RESPONDEAT SUPERIOR.

## ۳۲-(مالک کو جوابدہی کرنی چاہئے)

ملاحظہ طلب ادارۂ چہارم کوک (Coke,s fourth inst.) صفحہ ۱۱۴-

ہر ایک مالک کو اپنے ملازم کے قصور کے متعلق اسیطرح سے جوابدہی کرنا چاہئیے جس طرح اُس کو اپنے ناجائز افعال کے لئے جواب دہی کرنا لازم ہے - ملاحظہ ہو فصل ۱۲۹-

33. SIC UTERE TUO UT ALIENUM NON LAEDAS.

## ۳۳-(اپنی جائداد کو اسطرح استعمال کرنا چاہئیے کہ دوسرے کی جائداد کو نقصان نہ پہنچے)

ملاحظہ طلب رپورٹ کوک جلد ۹ صفحہ ۱۵۹-

ہر ایک شخص کو اپنی جائداد اس طرح استعمال کرنا چاہئیے کہ اُس سے دوسرے شخص کو نقصان نہ پہنچنے پائے - ظاہر ہے کہ یہ مقولہ ایک دوسرے مقولے کا ضروری استثنا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص کو اپنی شئے کے ساتھ جس طرح چاہے پیش آنے کا اختیار ہے یعنی ہر ایک شخص اپنی جائداد کو جس طرح چاہے استعمال کرسکتا ہے - ملاحظہ ہو فصل ۱۵۴-

34. SUMMUM JUS SUMMA IN JURIA.

## ۳۴-(سختی قانون شدت ضرر)

ملاحظہ طلب سیسرو تذکرۂ افعال ناجائز (Cicero, de off.1, 10. 33.)

اگر نصفت کی آمیزش سے قانون کی سختی کم نہ کی جائے اور قانون اُسی طرح غیر معتدل حالت پر چھوڑ دیا جائے تو اہل ملک کے حق میں عدل و انصاف کے بجائے منجانب حکومت ظلم و تعدی کی اشاعت ہوگی - ملاحظہ ہو فصول ۱۰ - اور ۱۳-

ضمیمہ نمبر ۱

35. Superficies solo cedite.

۳۵-(سطح زمین سے جو شئے ملحق ہو وہ اُس کا جزو بنجاتی ہے)

ملاحظہ طلب گائیس ۲-۳-۷-

جو شئے زمین سے ملحق ہو وہ اُس کا جزو ہو جاتی ہے یعنی زمین کے مثل اُس کی ملحقہ اشیا جائداد غیر منقولہ متصور ہوتی ہیں - ملاحظہ طلب انسٹی ٹیوٹس جسٹی نی آن ۲-۱-۲۹ (Omne quod inaedificatur solo cedit) (ہر ایک شئے جو کسی قطعۂ زمین پر بنائی جاتی ہے وہ اُس میں داخل ہو جاتی ہے) ملاحظہ ہو فصل ۱۵۵-

36. Ubi eadem ratio, ibi idem jus.

۳۶-(یکسانیت وجہ یکسانیت قانون ہے- جہاں وجہ یکساں ہے قانون بھی یکساں ہے)

یہ مقولہ چوتھے مقولے کا تتمہ ہے - انگریزی قانون غیر موضوعہ یا قانون عرفی کے کسی ایک قاعدے میں ایسے تمام مقدمات کو داخل سمجھنا چاہیئے جن پر قاعدۂ مذکور کے اطلاق کرنے کی ایک ہی وجہ پائی جاتی ہو لیکن ناقص اور نامکمل قانون موضوعہ کی شکل میں وجہ یا ضرورت قانون کے لحاظ سے قانون مذکور کے تعبیر کرنے میں جس قدر وسعت دی جائے جائز ہے - ملاحظہ ہو فیا نجرو جلد ۱- فصل ۲۵-

37. Ubi jus ibi remedium.

۳۷-(جہاں حق ہے وہاں اُس کا چارہ کار بھی ہے)

ملاحظہ طلب مقولۂ مقننین یا مفسرین قانون روما (Nec actio deese debet)

{بکٹا جلد ۲ فصل Ubi jus non deest Puchta H. sect, 208. n.b.

۲۰۸ نوٹ (ب)}

اگر کسی حق کا وجود ہو تو اُس کے حاصل کرنے کے لئے کسی چارۂ کار یعنی عدالت میں رجوع کرنے کے طریقے کا موجود ہونا لازم ہے یعنی قانون اصلی کے

تیسرا ضمیمہ

ذریعے سے قانون ضابطہ کے حدود معین کئے جاتے ہیں اور اُس کا عکس یا ضد صحیح نہیں ہے۔ ضابطے میں حصول حقوق کے جو چارۂ کار مقرر کئے جاتے ہیں اُنکی بنا قانون اصلی ہے، قانون اصلی میں جن حقوق کو تسلیم کیا جاتا ہے اُن کی رو سے اُن کے حاصل کرنے کے طریقوں کا ضابطہ تعین کیا جانا چاہیئے لہذا ضابطہ اس قدر جامع ہونا چاہیئے اور اُس میں اس طرح کشادگی اور تنگی کا مادہ ہونا چاہیئے کہ جو حقوق قانون اصلی کی رو سے قائم کئے جاتے ہیں اُن تمام کے حاصل کرنے کے چارۂ کار یا ذرائع اُس میں داخل سمجھے جائیں لیکن قدیم زمانے کے دساتیر قانونی میں ضابطۂ عدالت کا یہ اُصول نہ تھا بلکہ اقسام دعویٰ اور چارۂ کار کے ذریعے سے حقوق کا تعین کیا جاتا تھا اور زمانۂ موجودہ میں اُس کے عکس پر عمل کیا جاتا ہے یعنی حقوق کے ذریعے سے اُن کے چارۂ کار یا اُن کے حاصل کرنے کے طریقے اور دعوے معین کئے جاتے ہیں بالفاظ دیگر اس زمانے میں اقسام دعویٰ یا چارۂ کار کے ماخذ حقوق ہیں اور قدیم زمانے میں حقوق کے ماخذ اقسام دعویٰ اور چارۂ کار سمجھے جاتے تھے اس لئے قدیم زمانے کے قانون کے لحاظ سے مقولۂ زیر بحث کی وہ شکل نہ تھی جو اس فقرے کے عنوان میں تحریر ہوئی ہے بلکہ وہ اس کا عکس تھا یعنی (Vbi remiedum ibi jus) جہاں چارۂ کار ہے وہاں حق ہے۔

38. VIGILANTIBUS NON DORMIENTIBUS JURA SUBVENIUNT.

## ۳۸۔(قوانین بیدار کی نہ کہ خفتہ کی مدد کرتے ہیں قانون غافل کی مدد نہیں کرتا)

(Jus civile vigilantibus ملاحظہ طلب ڈائیجسٹ ۴۲-۸-۲۴: seriptum est) (شخص بیدار کے لئے قانون ملک یعنی قانون رو ما قانون مکتوبی یعنی قانون موضوعہ ہے)۔

قانونِ ملک اُن لوگوں کے لئے بنا ہے جو بیدار رہیں نہ اُن لوگوں کیواسطے جو خواب غفلت کے متوالے ہیں۔ جو شخص اپنے حقوق سے غفلت کرے وہ اُن کو کھو بیٹھتا ہے۔ یہی اصول قانون قدامت کی بنیاد ہے۔ ملاحظہ ہو فصل ۱۶۲۔

تیسرا ضمیمہ

## 39. VOLENTI NON FIT IN JURIA.

۳۹-(جو شخص جس امر کے متعلق اپنی خواہشمندی ظاہر کرے وہ اسکے حق میں ضرر نہیں سمجھا جاتا)

Nulla injuria est, quae in volentum fiat.. ملاحظہ طلب ڈائجیسٹ ۵۰-۱۷-۱۴۵

(جس ضرر کے متعلق انسان رضامند ہو وہ اس کے لئے ضرر نہیں ہو سکتا)۔
جو شخص کسی کام کے کئے جانے کی نسبت رضامند ہو تو اس کام کے ہونے کے بعد اس امر کی شکایت نہیں کر سکتا کہ اس سے اس کو ضرر پہنچا۔ کوئی شخص اپنے حق سے دست بردار ہونے کے بعد اس کے پامال یا زائل ہونے کی نسبت دادخواہی نہیں کر سکتا۔

# چوتھا ضمیمہ

# تقسیم قانون ملک

## اقسام قانون مجرد

انگریزی قانون کی تقسیم کسی باقاعدہ اور موزوں طریقے پر نہیں کی گئی ہے۔ جن لوگوں نے اس نظام قانون کو ترتیب دیا اور اس کی تفسیر و توضیح کی ہے اُن لوگوں نے اس ترتیب کی بنا کسی مخصوص اور اصولی طریقۂ تقسیم کو نہیں قرار دیا بلکہ قانون مذکور کے مختلف طبقات اور اصناف کا آپس میں خلط ملط ہوگیا ہے۔ بہرحال مسئلۂ تقسیم کے متعلق مقننین کی دو جداگانہ رائیں ہیں۔ جن علمائے قانون نے اصول اور نظریات قانون کی طرف زیادہ توجہ کی ہے وہ قانون کی حالت ظاہری کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اُن کی رائے میں نفس قانون سے زیادہ صورت قانون یعنی قانون کے اقسام و اصناف اہم ہیں اور اس لئے وہ تقسیم کے ذریعے سے قانون ملک کے مختلف اقسام و طبقات قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کی رائے میں جس طرح دیگر دنیوی امور میں خاص منطقی اصول کی بناپر ترقی ہوئی ہے اُسی طرح قانون نے بھی انھیں اصول کی رو سے نشو و نما پائی ہے اور جب دوسرے ہر ایک علم کے منطقی اصول پر تقسیم کی گئی ہے تو قانون مجرد کی بھی انھیں اصول کے مطابق تقسیم ہونی چاہئے چنانچہ تمام انسانی ادارات کے متعلق کسی فلسفی نے کیا خوب کہا ہے کہ یہ ادارات انسان کے فائدے اور استعمال کی غرض سے ایجاد کئے گئے ہیں نہ اس غرض سے اُن کا وجود ہوا ہے کہ فرشتے آسمانوں میں بیٹھے ہوئے

چوتھا ضمیمہ

اُن ادارات کی کمال خوبی اور بے عیبی کا تصور کر کے لطف اُٹھاتے رہیں چونکہ قانون ملک ہی ایک انسانی ادارہ ہے اس لئے ہماری رائے میں اس مقولے کا اس پر بھی مصداق ہو سکتا ہے۔ کسی انسانی ادارے کی خوبی اس امر پر منحصر نہیں ہے کہ جس قدر مثالی خوبیاں اور محاسن ہیں اُن سب کا وہ مجموعہ بن جائے یا جہاں تک انسان کا تصور رسائی کر سکتا ہے وہاں تک اُس ادارے کو کامل اور بے نقص بنایا جائے۔ بلکہ انسانی ادارے کی خوبی اور کمال کی آزمائش اس امر پر موقوف ہے کہ عملی طور پر انسانوں کو اُس ادارے سے کہاں تک فائدہ پہنچنا ممکن ہے لہذا علمائے قانون کا دوسرا گروہ پہلے خیال کے خلاف ہے اور اُس کی رائے میں قانون کی شکل ظاہری یعنی تقسیم قانون اُس قدر مفید اور ضروری نہیں ہے جس قدر کہ اصل یا نفس قانون اہم ہے۔ لیکن ہماری رائے میں ان دو متضاد گروہ کے انتہائی خیالات پر عمل کرنیکی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمکو ان دونوں کے بین بین تقسیم قانون کا ایک تیسرا طریقہ اختیار کرنا چاہئیے جس کے ذریعے سے قانون کی عملی ضرورتیں بھی تکمیل پا سکیں اور تقسیم قانون کے جو فوائد ہیں ہم اُنسے بھی مستفید ہو سکیں۔ اگر غیر منقسم قانون کے استعمال کرنے میں سہولت ہے تو اُس کا غیر منقسمہ حالت میں رکھا جانا مناسب ہے اور غیر منقسمہ قانون کو منقسمہ قانون پر ترجیح دینی چاہئیے۔ انگریزی قانون کے مختلف اجزا کے لئے جو تسمیہ قرار پا گیا ہے یعنی اُس کے مختلف حصص کے جو نام مقرر ہو گئے ہیں اور جن سے لوگوں کے کان آشنا ہیں انہیں منطقی اصول یا منطقی تقسیم کی بنا پر ردو بدل کرنے میں لوگوں کی پریشانی کے سوائے اور کوئی فائدہ نہیں ہے انگریزی قانون کی بنیاد اور اُس کی ترقی کا ذریعہ واقعات اور حادثات تاریخ ہیں لہذا اُسکو ایسے قواعد میں منتقل اور مبدل نہ کرنا چاہئیے جن کی منطقی اور علمی طریقے پر تقسیم کی گئی ہو۔ قانون مجرد کی تقسیم چند مطمحات نظر پر مبنی ہے اور اُس کے اکثر اجزا ایسے ہیں جن کا تقسیم کیا جانا جائز اور ضروری ہے تاہم قانون مذکور کے ہر ایک منقسمہ طبقے کا اُسی ایک اصول پر قائم رکھا جانا جس پر اُس کی تقسیم منحصر کی جاتی ہے مناسب ہے لیکن تقسیم کے متعلق جو چند اصول علی سبیل البدل پیش کئے جاتے ہیں ہم کو اُن کے اختیار کرنے میں مصلحت اور مقتضائے وقت کا لحاظ کرنا چاہئیے۔ لہذا تقسیم کے ان دو متضاد اصول میں سے ہم کو کسی ایک اصول کی پابندی کرنا لازم نہیں ہے بلکہ تقسیم کے دونوں طریقوں سے

چو تقاضیمہ

فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ انگریزی قانون کی موجودہ تقسیم کے لحاظ سے اُس کے چند طبقات
ایسے ہیں جن میں جدید اصول کی بنا پر بظاہر دوبارہ تقسیم کرنے کی ضرورت پائی جاتی ہے
کیونکہ ایک طبقے کے قواعد دوسرے طبقے کے قواعد میں داخل اور خارج
ہونے کے قابل ہیں لیکن مصلحت اس امر کی مقتضی نہیں ہے کہ قانون مذکور کے
ان طبقات کی از سرِ نو تقسیم کی جائے بلکہ موجودہ تقسیم کا بحال رکھنا مناسب ہے۔
بہرحال ہماری رائے میں انگریزی قانون کو تقسیم کرانے کا وہی ایک طریقہ اطمینان بخش
ہو سکتا ہے جس کے اختیار کرنے سے موجودہ تسمیۂ قانون میں جو قوم کے زبان زد
ہو گیا ہے مغائرت نہ پیدا ہو اور قانون کا ہر ایک منقسمہ حصہ اس طرح جامع اور
موزوں ہو کہ اس کے نہایت اہم خصوصیات اور تعلقات کا اس طبقے میں بخوبی
انکشاف ہو سکے نیز اس تقسیم کے ذریعے سے قانون ملک کی مخلوط اور گنجلک
حالت رفع ہو کر وہ واضح اور جامع بن جائے۔

## ا۔ جزوی تمہیدی قانون مجرّد

مجموعۂ قانون مجرد کے پہلے حصے کو اُس کی تمہید یا اُس کا تمہیدی جزو سمجھنا
چاہیئے۔ اس جزو میں ایسے قواعد داخل ہیں جو مبادیات قانونی کی خاصیت رکھنے یا
عام طور پر اطلاق کئے جانے کے سبب سے قانون مذکور کے کسی ایک خاص طبقے
میں شامل سمجھے جاتے ہیں۔ اس تمہیدی حصے یا مقدمات قانون کے چار طبقات
ہیں۔ پہلے طبقے کا تعلق ماخذ ہائے قانون سے ہے۔ یہ طبقہ ایسے قواعد پر مشتمل ہے
جن کی رو سے جدید قانون کا قیام ہوتا ہے اور قدیم قانون میں ترمیم یا منسوخی کیجاتی
ہے چنانچہ جب کسی مسئلۂ قانونی کے ماخذ کو دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے
تو مقدمات قانون کے اس طبقے میں تلاش کی جاتی ہے کہ مسئلۂ زیر بحث کا ماخذ
نظائر عدالت میں سے کونسی نظیر ہے یا اُس کا ماخذ کوئی رسم یا قانون موضوعہ ہو سکتا
ہے۔ اس تمہیدی قانون کا دوسرا حصہ اُن قواعد پر مشتمل ہوتا ہے جن کے ذریعے
سے قانون کی تعبیر کی جاتی ہے۔ ان قواعد کے ذریعے سے جو ہدایت کی گئی ہے
اُس کے مطابق قانون ملک کی عبارت کو تاویل کرنا پڑتا ہے۔ اور جن اصطلاحات

چوتھا ضمیمہ

کی تعریفات اس میں درج ہیں اُن تعریفات کے لحاظ سے اُن اصطلاحات کا مفہوم قائم کیا جاتا ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو اکثر الفاظ و اصطلاحات کے معنوں میں جو قانون کے مختلف طبقات میں مشترکاً استعمال کئے جاتے ہیں ابہام پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ تمہید مذکور کا تیسرا جزو پرائیویٹ (خاص یا خانگی) قانون بین الاقوامی کے اصول پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان اصول سے مراد ایسے قواعد ہیں جن کی بنا پر انگریزی عدالتوں میں انگریزی قانون کے بجائے ممالک غیر کے قانون پر عمل کیا جاتا ہے اور برطانوی عدالتوں سے انگلستان کا قانون خارج ہو جاتا ہے۔ بعض صورتوں میں مصلحتاً برطانوی عدالتوں کے ذریعے سے قانون اجانب نافذ کیا جاتا ہے اور اُس کو وہ عدالتیں تسلیم کرتی ہیں۔ مقدمات قانون کا سب سے آخری اور چوتھا طبقہ وہ ہے جس میں اس قسم کے قواعد داخل ہیں جو بلحاظ نوعیت متفرق قواعد سمجھے جاتے ہیں نیز اُن کا اس طرح عام طور پر اطلاق کیا جاتا ہے کہ انھیں انگریزی نظام قانون کے کسی ایک طبقے سے مخصوص کر دینا مناسب نہیں ہے۔

## ۲۔ پرائیویٹ اور پبلک قانون

### (قانون متعلق رعایا اور قانون متعلق سلطنت)

قانون ملک میں تمہیدی حصے کے بعد اس قانون کی نوبت آتی ہے جس کو مجموعۂ پرائیویٹ قانون کہتے ہیں اور اس کی ضد پبلک قانون ہے۔ قانون روما کی جس پرائیویٹم (Jus privatum) اور جس پبلیکم (jus publicum) میں تقسیم کی گئی ہے اور یورپ کے تمام مقننین نے خواہ اُن کا تعلق متقدمین سے رہا ہو کہ متاخرین سے، اس تقسیم سے اتفاق کیا ہے انگریزی قانون کی بھی باتباع قانون روما انہیں دو حصوں میں یعنی قانون متعلق رعایا اور متعلق سلطنت میں تقسیم کی گئی ہے۔ پبلک قانون ایسے تمام قواعد پر مشتمل سمجھا جاتا ہے جن کا تعلق سلطنت کے ڈھانچے اور ساخت، اختیارات، حقوق اور کاروبار سے ہے۔ قانون ملک سے اس قسم کے تمام قواعد کو منہا کرنے کے بعد جو قانونی اصول و قواعد باقی رہ جاتے ہیں اُنکے مجموعے کا نام پرائیویٹ قانون ہے۔ پرائیویٹ قانون ان تمام قواعد پر مبنی ہے جنکے ذریعے سے رعایا اور سلطنت کے تعلقات انصرام پاتے ہیں نیز اس قانون میں ایسے تمام قواعد داخل ہیں جنکا تعلق سلطنت اور رعایا

چوتھا ضمیمہ

دونوں سے مشترک ہے۔ بلحاظ تعلقات اکثر معاملات میں سلطنت کی حیثیت رعایا کی سی ہے اس لئے اکثر اس قسم کے دعوے اور نالشات ہیں جن میں سلطنت پرائیویٹ قانون کے انہیں معمولی اصول وقواعد کے تابع ہے جن کی پابندی رعایا پر لازم ہے سلطنت بھی مثل اپنی رعایا کے جائداد منقولہ اور غیر منقولہ ہوتی ہے۔ لوگوں کے ساتھ معاہدات کرتی ہے نائب اور ملازم کو نوکر رکھتی ہے اور تمام تجارتی امور کو انجام دیتی ہے۔ بہرحال ان امور کے متعلق سلطنت اور اُس کی رعایا میں کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔ اور قانون کی نظروں میں دونوں برابر ہیں لہذا پبلک قانون سے مراد وہ تمام مجموعۂ قانون نہیں ہے جس کے قواعد کا اطلاق محض سلطنت اور اُس کے اُن تعلقات پر کیا جاتا ہے جو اُس کے اور اُس کی رعایا کے درمیان ہیں بلکہ اس قانون کا مفہوم قانون ملک کے وہ حصص ہیں جو پرائیویٹ قانون سے مختلف ہیں۔ رجو رعایائے سلطنت کے تعلقات و نالشات باہمی سے مخصوص نہیں ہیں۔ اسی لئے سلسلۂ بیان میں پرائیویٹ قانون کا پہلے ذکر کیا جاتا ہے اور پبلک قانون کے بیان کرنے میں مصنفین اس امر کو فرض کر لیتے ہیں کہ ناظرین کتاب پہلی قسم کے قانون سے واقف ہوں گے۔

پبلک قانون یا قانون متعلق سلطنت کی بھی دو اجزا میں تقسیم کی گئی ہے یعنی قانون دستوری (قانون دستور حکومت) اور قانون انتظامی۔ ان دونوں قسم کے قوانین میں صحیح اور معقول طور پر فرق کرنا ناممکن ہے کیونکہ ان کے موضوعات بیان کے لحاظ سے ان دونوں میں درجۂ اہمیت کا فرق ہے یعنی پبلک قانون کے ان دونوں شعبوں میں کوئی خاص امتیاز نہیں ہے بلکہ ایک شعبہ دوسرے سے زیادہ اہم متصور ہونے کی وجہ سے ان کے دو جداگانہ لقب قرار دئے گئے ہیں۔ قانون دستوری سے مراد وہ قانون ہے جس کا تعلق سلطنت کی سب سے اعلیٰ قوت کی بنیاد، اختیارات اور فرائض سے ہے اس کے علاوہ اس قانون میں ایسے تمام قواعد داخل ہیں جن کے ذریعے سے اُس اعلیٰ قوت کے ماتحت جس قدر محکمہ جات سرکاری ہیں اُن کی بنیاد فرائض اور اختیارات کا تعین کیا جاتا ہے۔ قانون انتظامی سے مراد وہ مجموعہ قواعد ہے جن کے ذریعے سے ملک کے

ادنیٰ درجے کے محکمہ جات اور ذرائع حکومت کے انتظامات قائم رکھے جاتے ہیں بہ الفاظ دیگر انتظامات ملک سے جس قانون کا تعلق ہے اُسکو قانون انتظامی کہتے ہیں۔

## ۳۔ قانون دیوانی و قانون فوجداری

پرائیویٹ قانون کی چند اجزا میں تقسیم کی گئی ہے اور اُن تقسیموں میں وہ تقسیم سب سے زیادہ قابل توجہ ہے جس کی رو سے اُس قانون کے دو حصے دیوانی اور فوجداری قرار دئے گئے ہیں۔ دیوانی کے قانون کا حقوق سے تعلق ہے اور اُس کے ذریعے سے اُن کا نفاذ کرایا جاتا ہے لیکن فوجداری کا قانون جرائم اور اُن کی سزاؤں سے متعلق ہے۔ بعض مصنفین کی رائے ہے کہ جرائم سے مراد وہ مخصوص افعال ناجائز ہیں جو سلطنت یا اہل ملک کے خلاف کئے جاتے ہیں جبکہ اہل ملک یا قوم کی حالت اجتماعی مقصود ہو اور اُس کے برعکس دیوانی طرز کے افعال ناجائز ہیں جن کا ارتکاب خانگی اشخاص یعنی افراد ملک کے خلاف کیا جاتا ہے۔ ناظرین اس امر سے واقف ہیں کہ ہم نے اس رائے کی تنقید کی ہے اور اُس کے خلاف بحث کرکے اُس کو رد کیا ہے۔ ابھی اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ منطقی طریقے سے قانون کی صحیح اور مکمل تقسیم اُسی صورت میں ممکن ہے جس صورت میں عملی ضرورتوں اور سہولتوں کا لحاظ نہ کیا جائے لہٰذا تقسیم کے ذریعے سے جرائم کو افعال ناجائز خلاف سلطنت کیلئے مخصوص کردینا نامناسب اور مہمل ہے۔ ہماری رائے میں موجودہ تقسیم کی بنا پر کل جرائم کیلئے جو ایک صنف قرار دیگئی ہے خواہ اُن کا ارتکاب سلطنت کے خلاف کیا جائے یا کسی رعیت کے خلاف وہ عملی ضرورتوں اور سہولت کے لحاظ سے نہایت مناسب اور موزوں ہے۔ مثلاً بغاوت خلاف سرکار اور ڈکیتی دونوں کو جرم ماننے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ اُن کو جرم قرار دینا دانشمندی کی علامت ہے اور اگر اس کے عوض ان دونوں جرائم میں فرق کیا جائے کہ ایک جرم خلاف سلطنت اور دوسرا جرم کسی رعیت کے خلاف ہے تو اس اختلاف و تفریق میں نہ کوئی فائدہ ہے اور نہ عملی نقطہ نظر سے کسی قسم کی آسانی پیدا ہوتی ہے۔

جس طرح پرائیویٹ قانون کے زیر عنوان قانون کا ذکر کرنا صحیح ہے جو سلطنت اور اسکی رعایا کے متعلق مشترک ہے اُسی طرح جرائم اور دیوانی طرز کے نقصانات (ٹارٹ) کے

چوتھا ضمیمہ

قانون کا محض قانون دیوانی کے تحت میں بیان کیا جانا درست و جائز ہے۔ اس امر سے تقریباً ہر ایک شخص واقف ہے کہ قانونی اصول و قواعد کا کثیر حصہ قانون ملک کے ان دو بڑے طبقات یعنی دیوانی اور فوجداری کے قانون میں مشترک ہے چنانچہ سرقے کے متعلق جس قدر قانون ہے اُس میں جائداد غیر منقولہ کا تمام قانون شامل ہے اور قانون بگمی (Bigamy یعنی ازدواج مکرر بحیات شوہر یا زوجہ) میں برطانوی قانون ازدواج کا ایک معتد بہ حصہ داخل ہے بریں ہم سہولت اور عمل درآمد کے لحاظ سے قانونی کتب میں پہلے دیوانی کا قانون نہایت شرح و بسط سے بیان کیا جاتا ہے اور اس کے بعد قانون فوجداری (تعزیرات) کے زیر عنوان قانون ملک کے اُن حصص کو جمع کیا جاتا ہے جو پہلے طبقے کے قانون میں داخل ہونے سے بچ رہتے ہیں۔

## ۴۔ قانون اصلی اور قانون ضابطہ

دیوانی اور فوجداری کے قانون سے ہر ایک کی دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے یعنی قانون دیوانی اور ضابطۂ دیوانی، قانون فوجداری (تعزیرات) اور ضابطۂ فوجداری۔ چونکہ اس تقسیم کے متعلق اس کے پہلے نہایت تفصیل سے بحث کی گئی ہے لہٰذا اس مقام پر کسی مزید اور تذکرے کی ضرورت نہیں ہے۔

## ۵۔ اقسام قانون دیوانی

اُن حقوق کی نوعیت کے لحاظ سے جن سے دیوانی کا قانون متعلق ہے یا جن پر وہ قانون مشتمل ہے اُس کے تین حصے قرار دینے میں سہولت پائی جاتی ہے اور وہ حصے حسب ذیل ہیں:۔ قانون جائداد، قانون ذمام (ذمہ داریوں کے متعلق قانون) اور قانون متعلق حیثیت۔ پہلے قانون کا تعلق حقوق متعلق شئے (ریِ اَل حقوق) سے اور دوسرے قانون کا تعلق حقوق ملکیت خلاف اشخاص (پرسنل حقوق) اور تیسرے قانون کا تعلق حقوق شخصی سے ہے جو شخصی حق ملکیت کی ضد ہے۔

چوتھا ضمیمہ

## ۶ - قانون جائداد

ہر چند قانون جائداد اور قانون ذمام کا فرق بنیادی اور اصلی ہے اور ہر ایک ایسے نظام قانون میں جس کی کسی اصولی یا علمی طریقے پر تقسیم کی گئی ہو اس فرق کو ملحوظ رکھنا لازمات سے ہے تاہم انگلستان کے دیوانی کے قانون کا اکثر و بیشتر حصہ اپنے ان دونوں طبقات میں مشترک ہو گیا ہے چنانچہ وراثت یا جانشینی کا قانون تمام قسم کے ریئل اور پرسنل حقوق ملکیت سے متعلق ہے یہی کیفیت امانتوں اور کفالتوں کے قانون کی ہے۔ بہر حال ان قوانین کو بیان کرنے کا جو عام اور سہل طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ مشترک اجزائے قانون کا محض ایک دفعہ تفصیل سے قانون جائداد میں ذکر کر دیا جاتا ہے اور جو قواعد ذمام سے مخصوص ہیں اُن کا علٰحدہ طور پر قانون ذمام کے عنوان سے ذکر کیا جاتا ہے یہی طریقہ دیوانی اور فوجداری کے مشترک قانون کو بیان کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے اور اسی لئے ان دونوں قوانین کے مشترک حصے کا ذکر دیوانی کے قانون میں کر دیا جاتا ہے یہی کیفیت پرائیویٹ اور پبلک قانون کے مشترک حصے کی ہے اور اسی بنا پر پرائیویٹ قانون میں اُس کا ذکر آیا کرتا ہے۔

قانون جائداد کے چند مخصوص حصوں میں حسب ذیل تقسیم کی جاتی ہے (۱) قانون جائداد مادی یعنی ملکیت جائداد غیر منقولہ و منقولہ (۲) قانون جائداد غیر مادی مثلاً ایجادات (حقوق ایجاد)، نشانات تجارت اور حقوق تصنیف (۳) قانون متعلق کفالت و زیر باری یا حقوق در اشیائے غیر اور اُن کی مثالیں حقوق متقابضت، سروے ٹیوڈ (حقوق در جائداد غیر)، امانتیں اور کفالتیں ہیں (۴) قانون جانشینی (وراثت) بالوصیت و بلا وصیت۔

## ۷ - قانون ذمام

قانون ذمام مشتمل ہے قانون معاہدات قانون ٹارٹ اور ایسے متفرق ذمام کے قانون پر جو کسی معاہدے یا ٹارٹ کے ذریعے سے نہ پیدا ہوئے ہوں۔

چوتھا ضمیمہ

بنظر سہولت اسی عنوان میں قانون دیوالہ کا شمار کیا جانا مناسب ہے کیونکہ دیوالہ نکالنے کی نسبت جو قانون نافذ کیا گیا ہے اُس کی خاص غرض مدیون کو اُس کے دیون اور ذمہ داریوں سے بری کرنا ہے۔ اس پر بھی اس قانون کی بابت علی سبیل البدل ایک دوسرا مشورہ دیا جاتا ہے چونکہ قانون مذکور کے ذریعے سے شخص کے عموماً حقوق ملکیت یا حقوق متعلق جائداد سلب کئے جاتے ہیں اور ازالۂ حقوق کا یہ ایک طریقہ ہے اس سے لئے اس کو قانون جائداد میں داخل سمجھنا چاہئے قانون فرام میں قانون کمپنی (یعنی وہ قانون جو کمپنیوں کے متعلق وضع اور مرتب ہوا ہے) بھی شامل ہے ازبس کہ معاہدۂ شراکت کے قانون کی ترقی سے قانون کمپنی کی ایجاد ہوئی ہے اس لئے اس کو قانون مندرجۂ عنوان کی ایک شاخ سمجھنا چاہئے۔ قانون کمپنی میں کارپوریشن کی ایسی تمام اشکال داخل ہیں جو معاہدے کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہیں حالانکہ کارپوریشن کی باقی تمام اقسام کا تعلق پبلک قانون یا پرائیویٹ قانون کے مخصوص طبقات سے جیسی کہ صورت ہو ہوا کرتا ہے لیکن کارپوریشن کے متعلق جو نظریہ یا عام مسئلۂ قانونی ہے اُس کے بیان کے لئے قانون ملک کا تمہیدی جزو موزوں ہے۔

## ۸۔ قانون متعلق حیثیت

قانون حیثیت کی دو قسمیں قرار دی گئی ہیں ایک قسم متعلق ہے شوہر، زوجہ اور اطفال کی حیثیت سے اور دوسری قسم کا تعلق ذات شخص سے ہے۔ پہلی قسم کے قانون سے مراد ایسا قانون ہے جس میں شوہر و زوجہ اور اطفال کے تعلقات قانونی کا بیان ہوا کرتا ہے۔ اس قانون میں اُن تمام شخصی حقوق، فرائض، ذمہ داریوں اور ناقابلیتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس قسم کے تعلقات سے پیدا ہوتی ہیں۔ قانون حیثیت کی پہلی قسم بنفسہٖ تین انواع پر منقسم ہے یعنی قانون متعلق ازدواج، ولدیت، (صحت نسب) اور ولایت۔ قانون حیثیت کی دوسری قسم کا تعلق، ان تمام شخصی حقوق، فرائض، ذمہ داریوں اور ناقابلیتوں سے ہے جو قانون اہل وعیال سے خارج ہیں۔ مثلاً اس قانون میں اشخاص نابالغ کی شخصی حیثیت سے بحث کی جاتی ہے یعنی والدین کے

چوتھا ضمیمہ

مقابلے میں نہیں بلکہ دوسرے اشخاص کے مقابلے میں نابالغ کے حقوق و فرائض بیان کئے جاتے ہیں ایسا ہی اس میں کتخدا عورتوں کی شخصی حیثیت کا ذکر اُن کے شوہر اور اطفال کے مقابلے میں نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں کیا جاتا ہے۔ علیٰ ہٰذ القیاس اسی دوسری قسم میں فاتر العقل اشخاص، اجانب، سزا یافتہ اشخاص اور اُن لوگوں کی حیثیتوں کا ذکر مرقوم ہوتا ہے جن کو کسی خاص وجہ سے قانون کے کسی ایک خاص حصے[1] میں بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہر چند شخصی حقوق کی ایک صنف ایسی ہے جس کا ذکر خالص منطقی اصول کے لحاظ سے قانون حیثیت میں نہ کیا جانا چاہیئے تاہم اُن حقوق کو قانون ملک کے دوسرے طبقات میں بالعموم جگہ دی جاتی ہے۔ ان حقوق سے ہماری مراد حقوق قدرتی ہیں یعنی ایسے حقوق جن کو انسان اپنے ساتھ لئے ہوئے پیدا ہوتا ہے یہ اُسکے اکتسابی نہیں بلکہ پیدائشی حقوق ہیں اور ہر ایک شخص کے یہاں ان حقوق کا ایک ذخیرہ ہوتا ہے۔ حقوق حیات، آزادی، نیکنامی اور اذیت جسمانی سے محفوظ رہنے کا حق ان حقوق کی مثالیں ہیں۔ حق حیات (زندہ رہنے کا حق) ایسا ہی آزاد اور نیکنام رہنے کے حقوق وغیرہ کا کتاب کے ابتدائی حصوں میں تفصیل سے ذکر آچکا ہے لہٰذا اس مقام پر مزید صراحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہر حال ان کو حقوق شخصی کہتے ہیں اور یہ حقوق ملکیت یا حقوق متعلق جائداد نہیں ہیں اس پر بھی شاذ و نادر ہی ان حقوق کا قانون حیثیت[2] میں ذکر کیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ قدرتی حقوق ہیں اور جب تک ان میں سے

---

[1] اس میں شک نہیں کہ جائداد اور ذِمام کے قانون میں قانون حیثیت کے کثیر حصے کو داخل کردینے اور اس میں اُس کے اکثر و بیشتر جزو کو بیان کرنے سے قانون ملک کے ترتیب دینے میں بہت کچھ سہولت ہوتی ہے مثلاً اشخاص کے مختلف گروہ کے معاہدہ کرنے کی قابلیت اور ناقابلیت کے متعلق قانون معاہدہ میں بحث کرنا زیادہ مناسب ہے بہ نسبت اس کے کہ اُس کا ذکر علٰحدہ طور پر اشخاص کی مختلف جماعتوں کے قانون حیثیت میں کیا جائے۔

[2] لیکن بلیک اسٹن نے جس کی طبیعت میں زیادہ احتیاط ہے منطقی ترتیب اور تقسیم کے لحاظ سے قدرتی حقوق کو قانون ملک کے اُس طبقے میں داخل کیا ہے جس کو قانون حیثیت کہتے ہیں۔

کسی ایک حق کی پامالی یا خلاف ورزی نہ ہو خود حقدار کو اُس کی طرف توجہ نہیں ہوتی ہے اس لئے قانونی کتب میں بھی محض ان حقوق کی پامالی اور خلاف ورزی کی نسبت غور اور بحث کی جاتی ہے اور اس لئے قانون میں ان حقوق کا ذکر دیوانی اور فوجداری طرز کے افعال ناجائز کے زیرِ عنوان کیا جاتا ہے اور یہ طریقہ نہایت موزوں و مناسب ہے مثلاً قانون متعلق توہین تحریری کا بیان جو قانون ٹارٹ میں داخل ہے مشتمل ہے اُس قضیے پر جس کا ذکر ابھی کیا گیا ہے یعنی ہر ایک شخص کو اپنی نیکنامی قائم رکھنے کا حق حاصل ہے لہذا اس نامربوط اور بے ڈھنگے قضیے یا فقرے کو قانون حیثیت میں جو بلحاظ ترتیب قانون ذوام کے بعد واقع ہوتا ہے جگہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

چوتھا ضمیمہ

# خلاصہ

## تقسیم قانون ملک

- ۱۔ تمہید
  - الف۔ ماخذ ہائے قانون ملک۔
  - ب۔ تاویل اور تعریفات۔
  - ج۔ پرائیویٹ قانون بین الاقوامی
  - د۔ متفرق تمہیدی اصول (متفرق مبادیات قانون)
- ۲۔ پرائیویٹ قانون
  - دیوانی کا قانون
    - قانون اصلی
      - جائداد
        - ۱۔ مادی جائداد
          - زمین (جائداد منقولہ)۔
          - اشیاء (جائداد غیر منقولہ یا مال)۔
        - ۲۔ غیر مادی جائداد۔
          - حقوق ایجاد۔
          - نشانات تجارت وغیرہ۔
        - ۳۔ کفالتیں (زیر باریاں)
          - پٹہ جات
          - سروس ٹیوڈ (حقوق در جائداد غیر)
          - امانتیں
          - کفالتیں وغیرہ۔
        - ۴۔ وراثت (یا جانشینی)
          - بالوصیت
          - بلا وصیت
      - ذمام
        - ۱۔ معاہدات
          - عام حصہ۔
          - خاص حصہ۔
        - ۲۔ ٹارٹ
          - عام حصہ۔
          - خاص حصہ۔
        - ۳۔ متفرق ذمام۔ (ذمہ داریاں)۔
        - ۴۔ دیوالہ۔
        - ۵۔ کمپنیاں۔
      - حیثیت
        - شوہر و زوجہ اور اطفال کی حیثیت
          - کتخدائی۔
          - ولدیت (صحت نسب)
          - ولایت۔
        - غیروں کی حیثیت
          - نابالغ۔
          - عورت کتخدا (منکوحہ)
          - فاتر العقل۔
          - اجانب۔
          - سزا یافتہ اشخاص وغیرہ۔
    - ضابطہ
      - کارروائی عدالت
      - شہادت
  - فوجداری کا قانون
    - اصلی
      - عام حصہ۔
      - خاص حصہ
    - ضابطہ
- ۳۔ پبلک قانون
  - قانون دستوری
  - قانون انتظامی

# پانچواں ضمیمہ

## علاقہ یا عملداری سلطنت

کتاب ہٰذا باب پنجم فصل ۳۸ میں علاقۂ سلطنت کے تصور کا بہت ہی مختصر ذکر کیا گیا ہے۔ اُس مقام پر علاقۂ سلطنت کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ اُس سے مُراد روئے زمین کا وہ حصہ ہے جو کسی سلطنت کے خالص قبضہ و اقتدار میں ہو۔ اگرچہ یہ تعریف اُس باب کے مقاصد کے لئے غالبًا کافی ہے لیکن زمانۂ موجودہ کے دستوری انتظامات اور بین الاقوامی تعلقات کی پیچیدگیاں ایسی ہیں کہ اس بحث کے کامل تجزیئے کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُس مقام پر علاقۂ سلطنت کا جو بیان کیا گیا ہے اُس سے بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ یہاں اُس پر لحاظ کیا جائے۔ پس اس ضمیمے کا مقصد یہی ہے کہ علاقۂ سلطنت کے تصور پر بحث کرے اور اُس میں شہنشاہی برطانیہ کی دستوری ہیئت کو خاص طور پر ملحوظ رکھ کر اُس مختصر و عام بیان کی تکمیل کرے جو باب پنجم میں شامل ہے۔

اگر ہم شہنشاہی برطانیہ کی اصطلاح کا وسیع ترین مفہوم لیں اور جس مفہوم میں اُس اصطلاح کا استعمال کیا جانا جائز بھی ہے تو وہ ایسے دو حصوں پر مشتمل ہے جو اپنی دستوری اور بین الاقوامی اہمیت کے لحاظ سے فی الحقیقت ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں۔ اس شہنشاہی کا ایک حصہ برطانی قلمرو اور دوسرا حصہ برطانی محمیات (زیر حمایت ریاستوں) پر مشتمل ہے۔

خود برطانی قلمرو بھی دو حصوں میں منقسم ہو سکتی ہے پہلے حصے میں ریاست برطانیہ یعنی ممالک متحدۂ برطانیۂ عظمیٰ و آئرلینڈ شامل ہے اور دوسرے حصے میں برطانوی مقبوضات

پانچواں ضمیمہ

یعنی برطانوی قلمرو اور اسئے بحر شامل ہیں[1]۔ اگرچہ یہ مقبوضات بادشاہ انگلستان کی قلمرو کا ایک جزو ہیں لیکن وہ اُس کی ریاست یا علاقے کا جزو نہیں ہیں بلکہ یہ اُسکی ریاست یا ممالک متحدۂ برطانیۂ عظمیٰ و آئرلینڈ کے تابع ہیں اور اس لحاظ سے یہ مقبوضات شہنشاہی پارلیمنٹ کے فرماں روایانہ اقتدار کے ماتحت ہیں۔ ان مقبوضات کی دو حیثیتیں ہیں، جس طرح ریاست برطانیہ کا بادشاہ انگلستان کی قلمرو میں شمار کیا جاتا ہے اُسی طرح یہ بھی اُس قلمرو میں داخل سمجھے جاتے ہیں اور اس لئے ان دونوں میں مشابہت ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ان میں اور سلطنت کے دوسرے محمیات میں بھی مشابہت پائی جاتی ہے اور اُس بنا پر یہ ریاست متحدہ سے ممیز اور جداگانہ نظر آتے ہیں۔ اس امتیاز اور اختلاف کا سبب صرف یہی مشابہت و مماثلت نہیں ہے، بلکہ یہ مقبوضات ریاست متحدہ کے توابع ہیں جو شہنشاہانہ فرماں روائی کے قبضہ و اقتدار میں ہے اور اسی لئے یہ ریاست مذکور کے ہم رتبہ اور مساوی نہیں ہیں۔

برطانوی مقبوضات ماورائے بحر کی جو ترتیب و تقسیم قائم ہو گئی ہے وہ کسی قانون کی رو سے نہیں قرار دی گئی ہے بلکہ اُس کو ایک قسم کا تاریخی ارتقا سمجھنا چاہئے۔ بہرحال اُن کی تقسیم و ترتیب حسب ذیل ہے:-

۱۔ برطانیۂ عظمیٰ و آئرلینڈ کے علاوہ دوسرے برطانوی جزائر یعنی جزائر رودبار و جزیرۂ مین۔ یہ جزائر ریاست متحدہ کے جزو نہیں ہیں بلکہ اُس کے ماتحت ہیں۔ قانون کی رو سے اُن کی وہی حیثیت ہے جو دوسری برطانوی نوآبادیات کی ہے لیکن تاریخی وجوہ کی بنا پر اُن کا نوآبادیات میں شمار نہیں کیا جاتا اور یہ جزائر نوآبادیات کی تقسیم سے خارج ہیں۔

۲۔ برطانوی ہند یعنی ہندوستان کا وہ حصہ جو برطانی قلمرو میں داخل ہے، یہ اُن بیشمار حصص سے مختلف ہے جو اب تک برطانیہ کے زیر سیادت ہندی والیان ریاست کے زیرنگیں ہیں اور اُن کے علاقے سمجھے جاتے ہیں۔

[1] قانون تعبیر بابت ۱۸۸۹ء، دفعہ ۱۸۔

۳- برطانوی نوآبادیات یعنی برطانی جزائر اور برطانی ہند کے علاوہ اور اسے بحر کی وہ تمام برطانوی قلمرو جس کے جداگانہ ممالک کو جداگانہ مقامی حکومت حاصل ہے[1]۔
۴- برطانی مستقرات یعنی وہ چھوٹے چھوٹے برطانوی مقبوضات جنھیں اگرچہ تاج برطانیہ نے شہنشاہی کے جزو کے طور پر ملحق کر لیا ہے لیکن ہنوز اُن کی مقامی حکومت کے کسی جداگانہ نظم کے نہ قائم ہونے کی وجہ سے انھوں نے نوآبادی کی حیثیت نہیں حاصل کی ہے اور تاج نے قانون برطانی مستقرات، ۱۸۸۷ء نافذ کر کے اُن کے نظام حکومت مقامی کے متعلق قاعدہ اور ضابطہ بنا دیا ہے۔

برطانی قلمرو کو خارج کرنے کے بعد برطانی شہنشاہی کا باقی حصہ برطانی محمیات پر مشتمل ہے۔ اس کی مثالیں، مصر، زنجبار، اوڈیشیا، بچوآنالینڈ، نائجیریا، یوگنڈا، بورنیو، ٹانگا، اور ہندوستان کی بیشمار دیسی ریاستیں ہیں۔

جس عنصر مشترک کی وجہ سے قلمرو اور محمیات دونوں مل کر برطانوی شہنشاہی بنتی ہے وہ عنصر خارجی فرماں روائی کا تاج برطانیہ کی طرف سے عمل میں آنا ہے۔ اس اعتبار سے فرماں روائی کے معنی یہ ہیں کہ کسی علاقے کے لحاظ سے سلطنت کے اقتدار، طاقت یا حد اختیار کو عمل میں لایا جائے۔ خارجی فرماں روائی کا مفہوم یہ ہے کہ علاقۂ زیر بحث کے متعلق تمام دوسری بیرونی سلطنتوں کے مقابلے میں کسی خاص سلطنت کو تنہا فرماں روائی حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کی تمام دوسری سلطنتیں علاقۂ زیر بحث کے اوپر ہر قسم کے حق، دعوی، یا اقتدار سے محروم ہیں۔ یہ فرماں روائی "خارج عن الذات" ہے۔ اس کے برعکس اندرونی فرماں روائی وہ طاقت، حد اختیار اور اقتدار ہے جس کا اقتدار و نفاذ علاقۂ زیر بحث کے اندر ہی اُس مُلک کے باشندوں کی حکومت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ پس یہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی علاقے کے لحاظ سے ان دونوں قسموں کی فرماں روائیاں ایک ہی سلطنت میں مجتمع ہوں یا نہ ہوں اور اُسی کے ذریعے سے ساتھ کے ساتھ نفاذ پذیر ہوتی ہوں یا نہ ہوتی ہوں۔ تمام برطانوی قلمرو کے معاملے میں یہ فرماں روائیاں اسی طرح پر مجتمع اور

---

[1] قانون تعبیر ۱۸۸۹ء دفعہ ۱۸۔

پانچواں ضمیمہ

نافذ ہیں۔ اس تمام قلمرو کے معاملے میں تاج تمام دوسری سلطنتوں کی بیرونی مداخلت کو خارج رکھنے کے اعتبار سے نہ صرف بیرونی فرماں روائی کا دعویٰ کرتا ہے بلکہ خود اس علاقے اور مملکت کے اندر غیر مقید اقتدار حکمرانی کے عمل میں لانیکے اعتبار سے وہ اندرونی فرماں روائی کا بھی دعویدار ہے، مگر محمیت کے معاملے میں یہ ضروری نہیں کہ فرمانروائی کے یہ دونوں اقسام ساتھ کے ساتھ موجود ہوں۔

اس معاملے میں داخلی فرماں روائی ہو کہ نہ ہو لیکن خارجی فرماں روائی لازمی ہے اور بالفرض داخلی فرماں روائی ہو تو بھی یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اُس مقامی حکومت کو جس کے قیام کو اور جس کے لئے اندرونی فرائض کے نفاذ کو جائز رکھا گیا ہے، اندرونی فرماں روائی کے کسی حصے کے اپنے ساتھ کے ساتھ عمل میں لانے کی اجازت دے یا نہ دے۔

اس لئے اندرونی فرماں روائی کے اعتبار سے محمیات تین قسم کی ہیں:۔

۱۔ پہلی قسم میں وہ ممالک محروسہ شامل ہیں جہاں تاج صرف خارجی فرمانروائی کو عمل میں لاتا ہے۔ اندرونی فرماں روائی کلیتہً کسی ایسی مقامی حکومت کے ہاتھ میں چھوڑ دی جاتی ہے جس کی نسبت ہنوز یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ علاقہ یا مملکت اُس کی ملک ہے باوجود اس کے کہ تمام دوسری سلطنتوں کے مقابلے میں اُس مملکت کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ خالصتہً برطانوی حدود اختیار میں داخل ہے۔ مثلاً ہندوستان کی زیر حمایت دیسی ریاستوں میں ایسا ہی خیال کیا جاتا ہے۔ خارجی حیثیت سے یہ ریاستیں برطانی شہنشاہی کے بیرونی حدود کے اندر داخل ہیں۔ دوسری سلطنتوں سے اُن کا کسی قسم کا بین الاقوامی تعلق نہیں ہے، لیکن ان ریاستوں کی اندرونی حکومت کلیتہً وہیں کے ہندوستانی والیان ملک کے ہاتھ میں ہے۔ تاج کیجانب سے اُن پر جو کچھ اختیار عمل میں آتا ہے وہ صرف بین الاقوامی اور سفارتی حیثیت سے ظہور پذیر ہوتا ہے، کسی قانون دستوری کی رو سے اُس پر عمل نہیں کیا جاتا۔

۲۔ دوسری قسم میں وہ محمیات داخل ہیں جن میں تاج صرف خارجی فرماں روائی پر تمام و کمال عمل نہیں کرتا بلکہ کسی حد تک اندرونی فرماں روائی کو بھی عمل میں لاتا ہے البتہ ایسا ہوتا ہے کہ اس اندرونی فرماں روائی کو وہ اُس مقامی سلطنت کے ساتھ ساتھ عمل میں

پانچواں ضمیمہ

لاتا ہے جس کی ملک میں یہ علاقہ یا مملکت داخل ہوتی ہے ۔ یہ کیفیت مصر اور زنجبار وغیرہ محمیات کی ہے ۔ اس قسم کی محمیات کی اندرونی حکومت تاج برطانیہ اور کسی ایک مقامی حکمران کے درمیان منقسم ہے جیسے تاج برطانیہ کے ساتھ بین الاقوامی تعلق ہوتا ہے اور وہ کسی نوآبادی کے والی (گورنر) کی طرح محض مقامی حکومت کے لئے ایک ایسا کارکن نہیں ہوتا جسے برطانوی شہنشاہی کے قانون دستوری نے تاج کے اختیار کا کوئی حصہ تفویض کر دیا ہو۔ اس قسم کی محمیات کی اندرونی حکومت کے بعض حصص خالصۃً برطانی ہیں اور باقی حصص مقامی صاحبان حکومت کے سپرد ہیں اور ہر محمیت کے لحاظ سے تاج جس طرح مناسب سمجھتا ہے ان دونوں کے حدود و اختیارات میں ایک فصل قائم کر دیتا ہے ۔ برطانوی محمیات میں تاج کا اس طرح پر اندرونی فرماں روائی کو عمل میں لانے کا اختیار پارلیمنٹ کے ایک نافذہ قانون کی رو سے مسلم و منضبط ہو گیا ہے ۔ یہ قانون خارجی حدود اختیار کے قانون (سنہ ۱۸۹۰ء) کے نام سے مشہور ہے ۔ اس قانون کی رو سے احکام باجلاس کونسل نافذ ہوتے ہیں جنکے بموجب ہر ایک محمیت کے لحاظ سے اُس محمیت کے اندر شاہی اقتدار حکمرانی کی تنظیم اُس کی وسعت اور اُس کے عملدرآمد کی صورتیں معین کی جاتی ہیں۔

۳۔ تیسری قسم کی محمیت وہ ہے جس میں تاج نہ صرف خارجی فرماں روائی سے کام لیتا ہے بلکہ اندرونی فرماں روائی بھی کلیتہً اُسی کے اختیار میں ہوتی ہے یعنی اس محمیت کی کامل زمام حکومت اہل برطانیہ کے ہاتھوں میں رہتی ہے ۔ مقامی حکومت کا اگر کوئی نظم ہوتا بھی ہے تو وہ قسم دوم کی محمیت کی مانند اُس سلطنت سے متعلق نہیں ہوتا جس کی نسبت یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ تاج کے ساتھ اُس کا تعلق گویا بین الاقوامی قسم کا ہے بلکہ یہ ایک دستوری آلہ عمل یا شاہی اقتدار کے کارکن یعنی نائب کی حیثیت سے ہوتا ہے ۔ بچوانالینڈ روڈیشیا، نائی جیریا اور بعض دوسری افریقی محمیات اس نوع کی مثالیں ہیں ۔ ان محمیات میں قانون خارجی حدود اختیارات بابت سنہ ۱۸۹۰ء کی رو سے شاہی اقتدار کا نفاذ احکام باجلاس کونسل کے ذریعے سے اسی طرح ہوتا ہے جس طرح نوع دوم کی محمیات میں ہوتا ہے [1]

[1] اس قانون کے تحت میں احکام باجلاس کونسل کی مثالیں قانونی قواعد و احکام نظر ثانی شدہ (سنہ ۱۹۰۴ء) کی جلد پنجم میں دیکھنا چاہیئے ۔

نجو ان شہیہ

اول و دوم نوع کی محمیات اس اعتبار سے عام طور پر سلطنت ہائے محروسہ" کے لفظ سے ممیز ہوتی ہیں کہ اُن میں بین الاقوامی درجے کی ایک نیم خود مختار حکومت پائی جاتی ہے۔ تیسری نوع کی محمیات جن میں اس قسم کی کوئی حکومت نہیں ہوتی بنظر سہولت اس اعتبار سے "مستعمری محمیات" قرار دی جاتی ہیں کہ اُن میں اور برطانوی مقبوضات میں بہت قریب کی مشابہت پائی جاتی ہے۔

میں یہ پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ برطانوی قلمرو اور برطانوی محمیات دونوں میں حقیقی عنصر مشترک یہی ہے کہ ان میں تاج برطانیہ خارجی فرماں روائی کے تمام و کمال عمل میں لانے کا دعویدار رہتا ہے۔ بادشاہ اپنی قلمرو اور اپنی محمیات دونوں کے متعلق اپنے تنہا قبضے اور بلاشرکت غیرے اپنے اقتدار کے عمل میں لانے کا دعویدار ہے پس اب یہ تحقیق کرنا باقی رہجاتا ہے کہ برطانی شہنشاہی کے ان دونوں اجزا کے درمیان حقیقی فرق کیا ہے۔ مذکورۂ بالا تبصرات سے یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ فرق اندرونی برطانی فرماں روائی کی موجودگی یا عدم موجودگی پر مبنی نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ ایک نوع کی محمیات میں اُس قسم کی فرماں روائی پر عمل نہیں ہوتا اور دوسری نوع میں ہوتا ہے۔ اور نہ یہ فرق اس نیم خود مختارانہ حکومت کی موجودگی یا عدم موجودگی میں پایا جا سکتا ہے جس کی نسبت یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ تاج کے ساتھ دستوری تعلق کے بجائے اُس کا تعلق بین الاقوامی ہے، کیونکہ ہم یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ مستعمری محمیات کے معاملے میں اس قسم کی حکومت کا وجود نہیں پایا جاتا۔ تو پھر صحیح فرق کیا ہے؟ یہ فرق حقیقتہً یہ ہے کہ برطانی شہنشاہی کا دستوری قانون برطانی قلمرو کو برطانی علاقہ یا مملکت تسلیم کرتا ہے لیکن برطانی محمیات کو اس طرح تسلیم کرنے سے منکر ہے۔

اس فرق کو ہم ایک دوسرے طریقے سے بیان کر سکتے ہیں۔ اندرونی فرمانروائی یعنی کسی سلطنت کا اپنے علاقے اور مملکت کے اندر حکمرانہ اقتدار یا اختیار کا عمل میں لانا دو قسم کا ہے جن میں ہم مملکتی اور ورائے مملکتی کے الفاظ سے فرق کر سکتے ہیں۔ مملکتی فرماں روائی وہ ہے جو خود اپنی مملکت کے اندر سلطنت کے قبضے میں ہے اور وہ اس پر عمل کرتی ہے۔ ورائے مملکتی فرماں روائی وہ ہے جو کسی ایسے علاقے یا مملکت کے اندر سلطنت کے قبضہ و عمل میں ہے جو خود اس کا علاقہ نہیں ہے

بلکہ وہ یا تو کسی دوسری سلطنت کا علاقہ ہے یا کسی کی بھی مملکت وعلاقہ نہیں ہے، ورائے مملکتی فرماں روائی انگریزی دستوری قانون کی زبان میں خارجی حد اختیار کہلاتی ہے۔ اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے قانون خارجی حد اختیار بابت ۱۸۹۰ء کا موضوع لہٰ بھی ہے۔ اس خارجی اختیار سے مراد تاج کا وہ اختیار حکومت ہے جس کو وہ غیر ملک میں عمل میں لاتا ہے کیونکہ وہ علاقہ یا مملکت تاج کی ملک نہیں ہے، لہٰذا اس قسم کا اختیار تاج کے لئے غیر ملکی (خارجی) ہے اور ایسے علاقے کا کسی دوسری سلطنت کے علاقے میں واقع ہونا یا نہ ہونا کوئی لازمی امر نہیں ہے۔ برطانی قلمرو کے اندر تاج کا اختیار (حکومت و وضع قانون) یا فرمانروائی مملکتی ہے برطانی محمیات کے اندر یہ فرماں روائی ورائے مملکتی یا غیر ملکی ہے۔

پس محمیات کی تین قسموں کا امتیاز حسب ذیل طریقے پر ہو سکتا ہے:۔

۱۔ سلطنت ہائے محمیہ۔ جن کے متعلق تاج بلا کسی غیر ملکی اختیار (حکومت و وضع قانون) صرف خارجی فرماں روائی کو عمل میں لاتا ہے اور اندرون ملک کا جملہ اقتدار حکمرانی خود اس سلطنت محمیہ کا مملکتی اختیار ہوتا ہے۔

۲۔ سلطنت ہائے محمیہ، جن کے متعلق تاج نہ صرف خارجی فرماں روائی کو عمل میں لاتا ہے بلکہ کسی حد تک اپنے غیر ملکی اختیار حکمرانی سے بھی کام لیتا ہے۔ ملک کی اندرونی حکومت تاج کی ورائے مملکتی فرماں روائی اور خود سلطنت محمیہ کی مملکتی فرماں روائی کے مابین منقسم ہوتی ہے۔

۳۔ استعماری محمیات جن کے متعلق تاج نہ صرف خارجی فرماں روائی کو عمل میں لاتا ہے بلکہ غیر ملکی اختیار حکمرانی سے بھی کام لیتا ہے اور جن میں کوئی مقامی حکومت ایسی نہیں ہوتی جو مملکتی فرماں روائی کے اعتبار سے تاج کے ہم مثل اختیار کو عمل میں لاوے۔

پس برطانوی محمیت کی تعریف یہ ہو سکتی ہے کہ وہ ایک ایسی مملکت یا علاقہ ہے جس کے متعلق تاج خارجی فرماں روائی عمل میں لاتا ہے اور اگر تاج انھیں کسی قسم کی اندرونی فرماں روائی سے کام لیتا ہے تو وہ صرف غیر ملکی یا خارجی حدود اختیار کے طریق پر، نہ کہ برطانی قلمرو کی مانند مملکتی فرماں روائی کے

پانچواں ضمیمہ

طور پر ہوتا ہے۔
لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ غیر ملکی اختیار حکومت وغیرہ محمیات تک محدود نہیں ہے۔ اس کا عملدرآمد ایسے ممالک میں بھی ہو سکتا ہے جو تاج کی خارجی فرمانروائی کی حد کے اندر نہیں ہیں اور اس لئے برطانی شہنشاہی میں مطلقاً داخل نہیں ہیں۔ دوسرے دول یورپ کی شرکت میں تاج نے بذریعۂ معاہدہ اور دوسرے طریقے سے بعض سلطنتوں کے حدود ارضی میں کسی حد تک اندرونی اقتدار حکمرانی حاصل کر لیا ہے۔ یہ اس قسم کی سلطنتیں ہیں جن میں اُن کی نامکمل تہذیب و ترقی کی وجہ سے برطانی اعراض کی حفاظت کے لئے اس قسم کے اختیار کی ضرورت ہے لیکن اُن کے متعلق اُس قسم کی کسی خارجی فرماں روائی کا دعویٰ نہیں کیا جاتا جیسی محمیات میں ہے۔ مثلاً چین کے اندر وہاں کی رہنے والی برطانی رعایا کے اوپر تاج اُس قسم کا اختیار وضع قانون و اختیار عدالتی عمل میں لاتا ہے اور اس وضع قوانین کا احکام باجلاس کونسل کی صورت میں ظہور ہوتا ہے۔ قوانین جو اس طرح وضع ہوتے ہیں اُن کا نفاذ اُن برطانی عدالتوں کے ذریعے سے ہوتا ہے جو مملکت چین میں اجلاس کرتی ہیں اور وہاں یہ عدالتیں ورائے مملکتی یا غیر ملکی اختیار سے کام لیتی ہیں۔
بیشک یہ غیر ملکی حدود اختیار کی سابق ترین شکل ہے اور اول اول اسی سے متعلق سنہ ۱۸۹۰ء کا غیر ملکی حدود اختیار کا قانون اور اس مقصد کے دوسرے سابقہ قوانین تیار کئے گئے تھے۔ تاج جس قسم کا اندرونی اختیار ملک چین میں استعمال کرتا ہے اور جو اختیار وہ بچونالینڈ کی محمیت یا مصر و زنجبار کی محمیہ سلطنتوں کے اندر عمل میں لاتا ہے ان سب اختیارات میں از روئے قانون کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔ ان تمام صورتوں میں تاج کے اقتدار کی قانونی بنا یکساں طور پر غیر ملکی حدود اختیار کے قانون کے اندر پائی جاتی ہے اور اس کا نفاذ اُن احکام باجلاس کونسل کے ذریعے سے ہوتا ہے جو اس قانون کے تحت میں جاری کئے جاتے ہیں۔
مذکورۂ بالا اختیارات کا اظہار حسب ذیل جدول کے ذریعے سے

پانچواں ضمیمہ

کیا گیا ہے :-

خارجی فرماں روائی
- برطانی قلمرو پر
  - ریاست متحدۂ (برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ)
  - برطانی مقبوضات
- برطانی محمیات پر
  - غیر ملکی حدود اختیار کے بغیر / مع غیر ملکی حدود اختیار اور مقامی مملکتی فرمانروائی کے ہم مثل — سلطنت ہائے محمیہ
  - مع غیر ملکی حدود اختیار اور خالص مقامی مملکتی فرماں روائی کے — مستعمری محمیات

اندرونی فرماں روائی
- مملکتی حدود اختیار — اندرون برطانی قلمرو
- غیر ملکی حدود اختیار
  - اندرون برطانی محمیات
    - مقامی مملکتی فرماں روائی کے ہم مثل — سلطنتہائے محمیہ
    - خالص مقامی مملکتی فرمانروائی کے مانند — مستعمری محمیات
  - اندرون سلطنت ہائے خود مختار مثلاً چین -

اس بیان سے کہ برطانوی محمیت، برطانی مملکت نہیں ہے سلطنتہائے محمیہ کے معاملے میں مستعمری محمیات کے بالمقابل کوئی دشواری نہیں پیش آتی - ان سلطنتوں میں اس محمیہ حکومت کی مملکت یا علاقہ ہے جو وہاں اندرونی مملکتی فرماں روائی کو عمل میں لاتی ہے نہ کہ تاج برطانیہ کی جو محض خارجی فرماں روائی اور کسی قدر غیر ملکی اختیار کو عمل میں لاتا ہے - اس قسم کی مملکت میں تاج کا حق ملکیت کا نہیں بلکہ حق نسبت جائداد غیر ہے - لیکن اس قول کا کیا مطلب ہے کہ برطانی مستعمری محمیت برطانی مملکت نہیں ہے ؟ کوئی دوسری سلطنت ایسی نہیں ہے جس سے علاقۂ زیر بحث کو متعلق سمجھا جائے - اس قسم کی محمیت کا

پانچواں ضمیمہ

جملہ اقتدار حکمرانی خواہ بیرونی ہو یا اندرونی تاج کے ہاتھ میں ہے۔ اس قسم کے حکمرانہ اختیار کی نوعیت و وسعت کے لحاظ سے مستعمری محمیت اور برطانی نوآبادی کے درمیان کوئی عملی یا واقعی فرق نہیں ہے۔ پس اگر کسی سلطنت کی مملکت کی صحیح و کافی تعریف یہ ہے کہ جس مملکت پر جو سلطنت بلاشرکت غیرے فرمانروائی اور اختیار عدالتی عمل میں لاتی ہے وہ اُس کی مملکت ہے تو اس اعتبار سے محمیت ناٹی جیریا اُس حد تک برطانی علاقہ ہے جس حد تک ہانگ کانگ کی شاہی مستعمری ہے۔

اس دقیق مسئلے کا حل صرف اس امر کے تسلیم کرنے پر منحصر ہے کہ جس طرح اکثر تصورات قانونی کے متعلق امور موجود فی الواقع اور امور موجود فی القانون میں فرق کیا جاتا ہے اُسی طرح مسئلۂ زیر بحث کی نسبت ان دونوں امور میں امتیاز کرنا چاہیئے۔ ازروئے واقعہ جس قدر برطانی علاقے ہیں وہ تمام ازروئے قانون برطانی علاقے نہیں ہیں۔ برطانی مملکت واقعی وہ ہے جس میں تاج برطانیہ فی الواقع بلاشرکت اعدے اقتدار حکمرانی عمل میں لاتا ہے۔ برطانی مملکت قانونی وہ ہے جسے ادعائے قانون ملک کے مقابلے میں یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ برطانی مملکت ہے۔ اگر قانون اس دعوے کو اس طرح تسلیم کرنے کی اجازت نہ دے تو جو اختیار تاج عمل میں لاتا ہے وہ ازروئے قانون صرف خارجی یا ورائے مملکتی اختیار ہے، مملکتی فرماں روائی نہیں ہے خواہ ازروئے واقعہ اُس میں اور اُس اختیار میں جو برطانی مقبوضات میں نافذ ہوتا ہے کوئی فرق نہ ہو۔ قانون انگلستان کے بموجب کسی قطعۂ زمین کو برطانی مملکت کی حیثیت محض فرمانروائی اور اختیار کے واقعی عمل و نفاذ سے حاصل نہیں ہوتی، خواہ یہ فرماں روائی کتنی ہی کامل و بلاشرکت غیرے کیوں نہ ہو۔ حقیقی قانونی شرط مقدم تاج کا وہ فعل بالارادہ ہے جسے الحاق کہتے ہیں۔ قبل اس کے کہ ازروئے قانونی کوئی مملکت برطانی مملکت ہو جائے، تاج کے لئے ضروری ہے کہ وہ اُس میں اپنے مخصوص شاہی امتیازات (حق و اختیار) کو عمل میں لانے کے لئے یہ قرار دے کہ وہ اُس مملکت کو اپنے مقبوضات کے طور پر اور اپنی مملکتی فرماں روائی کے تحت میں ملحق یا

شامل کرلے گا خواہ باضابطہ ایسا ہو یا لازمی مقدرات سے یہ نتیجہ نکال لیا جائے، اور تاج محض یہ قرار نہ دے کہ وہ اُس مملکت کے بارے میں صرف اس خارجی یا ورائے مملکتی اختیار کو عمل میں لائیگا جو قانونی نظریئے میں مملکتی فرماں روائی سے ممیز ہے، حالانکہ اصل میں اس کو اکثر مملکتی فرماں روائی سے ممیز کرنا ناممکن ہے، پس وہ سبب خاص جس کی بنا پر مستعمری محمیت برطانی مملکت یا برطانی مقبوضہ نہیں ہے، صرف تاج اور قانون ملک کا بیان یعنی دعوی بلادلیل ہے چنانچہ ضرب المثل ہے کہ انسان اپنی خواہش کو عقل وحجت پر ترجیح دیتا ہے عملی وجوہ اور اسباب کی بنا پر جو کسی قدر قانونی اور کسی قدر سیاسی وبین الاقوامی نوعیت کے ہیں تاج خارجی مملکت پر اگرچہ اُس حد تک بیرونی فرماں روائی اور اندرونی اختیار کے عمل میں لانے پر رضامند ہو جاتا ہے جو واقعے میں کامل وخالص حکمرانی کے اختیار تک پہنچ جاتا ہے تاہم اُس کو برطانی علاقے میں ملحق کرنے نیز اُس کو برطانی علاقے کی حیثیت عطا کرنے سے انکار کرتا ہے۔

ایسے برطانی مقبوضے میں جو فی الواقع برطانی مملکت ہے مگر قانوناً ایسا نہیں ہے اور ایسے برطانی مقبوضے میں جواز روئے واقعہ وقانون برطانی مملکت ہے بے شمار اور اہم قانونی فرق و اختلافات ہیں۔ اس مقام پر بطور توضیح صرف اس قدر بیان کردینا کافی ہے کہ برطانی علاقے میں پیدا ہونے سے ہر ایک شخص کو برطانی قومیت کا حق ہو جاتا ہے، اور (بالفاظ عام) برطانی محمیت میں پیدا ہوتے سے ایسا نہیں ہوتا علیٰہذا کسی علاقۂ غیر کے برطانی علاقے میں ملحق ہونے سے علاقۂ ملحقہ کی مقیم رعایا کو برطانی قومیت کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اسکے برخلاف برطانی محمیت کے قائم کرنیکا اثر یہ نہیں ہوتا کہ اُس ملک کے باشندوں کو برطانی شہریت کا حق حاصل ہوجائے ایسا ہی لوگوں کا خیال ہے کہ سلطنت برطانیہ میں کسی جدید مقبوضے کے اضافے سے جو کسی متمدن سلطنت سے نہ فتح کیا گیا ہو اُس مقبوضے میں انگریزی قانون عام یعنی قانون غیر موضوعہ خود بخود رائج ہو جاتا ہے اور یہ اس قسم کے جدید مقبوضات کے حاصل ہونے کی تاثیر ہے اسلئے برعکس کسی محمیت کے قیام سے ایسا نتیجہ نہیں نکلتا۔

آخر میں یہ اشارہ کردینا بھی مناسب ہے کہ علاقۂ سلطنت یا حدود ارضی سلطنت کا

پانچواں ضمیمہ

قانونی تصور ملکیت سلطنت کے قانونی تصور سے جداگانہ اور ممیز شے ہے۔ بایں ہمہ یہ دونوں تصورات ہم مثل ہیں۔ متعدد قانونی اصول اور بہت سی قانونی اصطلاحات دونوں میں مشترک ہیں۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ بعض زمینیں تاج سے متعلق ہیں یا تاج نے اُنھیں حاصل کیا ہے تو ہمارا مقصد یا تو یہ ہوتا ہے کہ وہ تاج کا علاقہ ہیں یا وہ تاج کی مِلک (وجائداد) ہیں۔ تصور اول کا تعلق پبلک قانون یعنی قانون متعلق سلطنت اور تصور دوم کا تعلق پرائیویٹ قانون یعنی قانون متعلق رعایا وسلطنت سے ہے۔ فرماں روائی یا اقتدار اعلیٰ کے حق کا موضوع لہ علاقہ ہے، اس کے برخلاف ملکیت یا (Dominium) کے حق کا موضوع لہ جائداد ہے۔ پس یہ ہوسکتا ہے کہ کسی قطعۂ زمین کے متعلق تاج کو یہ دونوں حق ایک ساتھ حاصل ہوں یا نہ ہوں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ سرزمین تاج کے قبضے میں بحیثیت علاقے کے ہو مگر بحیثیت ملک کے نہ ہو، یا بحیثیت ملک کے ہو اور بحیثیت علاقے کے نہ ہو یا دونوں حقوق ایک ساتھ حاصل ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک سلطنت کی قلمرو میں دوسری سلطنت کسی زمین پر علاقے کی حیثیت سے نہیں بلکہ ملک کی حیثیت سے قابض ہو۔ ملکتی فرمانروائی (یا فرمانروائی علاقہ) اور ملکیت کا یہ فرق ایک حد تک برطانی دستور کی جاگیری خصوصیات کی وجہ سے معدوم ہوگیا ہے۔ جاگیری قانون کے بموجب ابتداءً تمام انگلستان نہ صرف تاج کا علاقہ بلکہ اُس کی ملک بھی تھا، اور جب یہ زمین رعایا کو عطا کیگئی تو اُس وقت بھی معطی لہم قانونی نظریئے کی رد سے تاج کے محض دائمی پٹہ دار قرار پائے اور زمین کی قانونی ملکیت بدستور تاج کو حاصل رہی۔ اس لئے اس اصول کے لحاظ سے تاج جب کوئی نیا مستعمری مقبوضہ حاصل کرتا ہے اور اُس پر انگریزی قانون کے موافق حکمرانی کرتا ہے تو اس طرح کے حاصل کردہ استحقاق یا حقیت کا تعلق نہ صرف اُس علاقے سے ہوتا ہے بلکہ اسکی ملکیت سے بھی ہوتا ہے چنانچہ نیو زیلینڈ جب برطانی مقبوضہ ہوگیا تو وہ نہ صرف تاج کا علاقہ بن گیا بلکہ اُس کی ملک بھی قرار پاگیا۔ اقتدار اعلیٰ اور ملکیت دونوں ایک ساتھ حاصل اور نافذ ہوئے۔ امریکی نوآبادیوں کی قدیم منشوری کمپنیوں کو تاج کی جانب سے جو زمین عطا ہوتی تھی وہ اس علاقہ داری اور ملکتی دُہری حقیت کی بنا پر عطا ہوتی تھی اور اسی حیثیت سے وہ کمپنیاں اُس پر قابض رہتی تھیں۔ لیکن یہ حقوق قابل افتراق بھی تھے۔

پانچواں ضمیمہ

یہ کمپنیاں اپنی زمین کو علیحدہ کرسکتیں اور اپنے علاقے کو قائم رکھ سکتی تھیں یا اپنے علاقے اور حقوق مالکانہ کو تاج کے حوالے کرسکتیں اور اپنی زمین اور اپنے حقوق مالکانہ کو قائم رکھ سکتی تھیں۔ لیکن جیساکہ ہم دیکھ چکے ہیں برطانی محمیت میں زمین تاج کا علاقہ نہیں مگر یہ کل محمیت یا اُس کا کوئی ایک حصہ تاج کی زمین ہوسکتا ہے۔ اگر انگلستان کا قانون غیر موضوعہ کسی مستعمری محمیت میں نافذ کردیا جائے تو بھی جاگیری قانون کے بموجب اُس محمیت کی تمام زمین تاج کے قبضے میں آجائیگی لیکن اس وجہ سے وہ محمیت برطانی علاقہ نہیں ہوجائے گی اور نہ وہ تاج کی قلمرو کی صورت میں مبدل ہوگی۔[1]

تتمہ

[1] محمیت کے اندر تاج کی ملکیت کے متعلق بہ معاملۂ جنوبی روڈیشیا بابت سنہ ۱۹۱۹ء دیکھنا چاہیئے۔
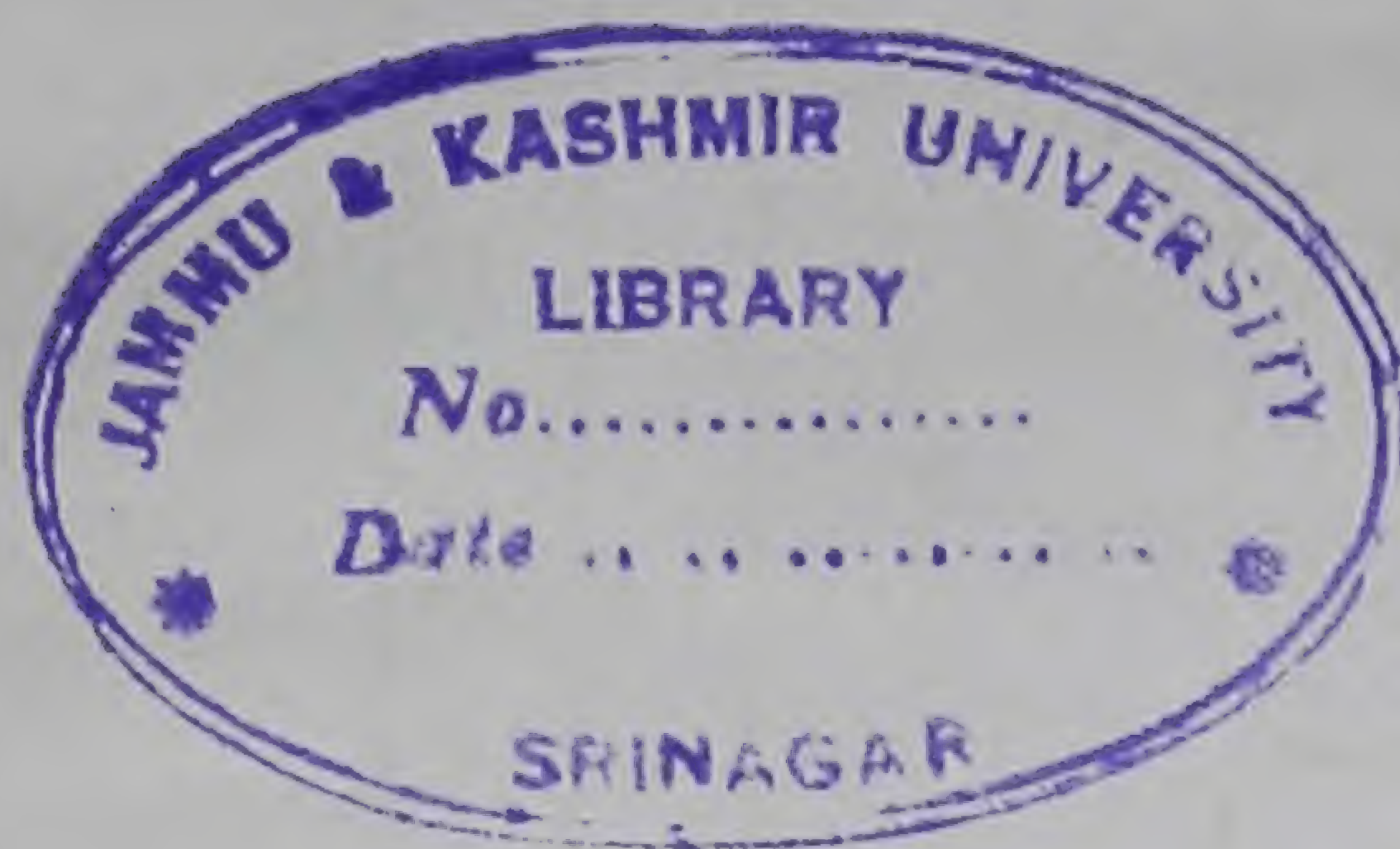
# صحت نامہ اصولِ قانون جلد دوم

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۱۲ | ۲۲ | اس | اس کے | ۱۴۱ | ۵ | کنزائے | کرائے |
| ۱۳ | ۱۱ | فیود | قیود | ۱۶۶ | ۱۵ | رومافی | رومانی |
| ۱۴ | ۲ | واث | وارث | ۲۰۴ | ۲۴ | مہلوک | ہلاک شدہ |
| ۱۷ | ۷ | منفہ د | منفرد | ۲۱۵ | ۱۷ | میں | متن |
| ۲۸ | ۱۱ | علی | علمی | ۲۱۸ | ۶ | کرتے | کرلئے |
| ۳۴ | ۲ | اندزی | اندازی | ۲۱۹ | ۱۱ | سرد ہوتا ہے | سرزد ہوتا ہے |
| ۴۷ | ۲۵ | Besitzess | Besitzess | ۲۲۷ | ۱۷ | اسمال | احتمال |
| | | chutzes | chutzes | ۲۳۵ | ۱۲ | رکھتا | رکھنا |
| ۴۸ | ۱۳ | تیولسی | مویشی | ۲۴۴ | ۲۰ | واقع | واقف |
| ۷۴ | ۱۹ | مسلس | مسلسل | ۲۴۹ | ۲۴ | منسوبہ | منصوبہ |
| ۸۱ | ۲۳ | تشد | تشدد | ″ | ۲۵ | الفاظاس | الفاظ اس |
| ۸۶ | ۲ | بلواسطہ | بالواسط | ۲۶۲ | ۲۰ | قانون | قانونی |
| ۸۹ | ۱۳ | کا | کی | ۲۶۴ | ۹ | عمل | پر عملی |
| ″ | ۲۵ | ہصنوی | مصنوعی | ۲۶۵ | ۱۷ | وجہ | وجہ سے |
| ۹۳ | ۱۵ | جس جائداد | جس میں جائداد | ۲۶۶ | ۳ | ورثا | ارثاً |
| ۱۰۰ | ۳ | ہوسلتی | ہوسکتی | ″ | ۱۹ | زمین | اپنی زمین |
| ۱۱۵ | ۱۰ | ہیں | میں | ۲۶۹ | ۱۲ | تعزیری | تعزیری میں |
| ۱۱۷ | ۱۷ | حواس | چواس | ۲۷۲ | ۲۲ | اسم | رسم |
| ۱۲۶ | ۳ | ہم تصور | اہم تصور | ۲۷۴ | ″ | انتقال | انتقام |

JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY
No. 52254
Date 25-8-79
SRINAGAR

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۲۷۴ | ۸ | نالشان | نالشات | ۳۳۶ | ۹ | اس کواس کو | اس کو |
| ۲۸۱ | ۱۹ | ہے | ہیں | ۳۶۲ | ۱۶ | Delilo | Debitor |
| 〃 | ۲۲ | معیاد تعزیر | معیار تعزیر | 〃 | ۱۸ | Delitoring | Debitor |
| ۲۸۳ | ۲۵ | سنگینی | سنگین | ۳۷۱ | حاشیہ سطر ۳ | ریوائرڈو | ریوائنرڈ |
| ۳۰۰ | ۲۲ | مالکانت | مالکات | ۳۷۹ | ۲ | مصنف | صنف |
| ۳۰۷ | حاشیہ سطر ۴ | ڈرویزگ | ڈرنبرگ | ۳۸۰ | حاشیہ سطر ۲ | کمنٹریز | کمنٹیریز |
| ۳۱۰ | 〃 〃 ۱۷ | ولز | ولیمز | ۳۸۶ | ۱۳ | اسمسٹ | اسمپسٹ |
| ۳۱۲ | ۱۱ | یکٹن | بکٹن | ۳۸۹ | ۱۳ | Gus | jus |
| 〃 | حاشیہ سطر ۱۷ | ویلیز | ولیمز | ۳۹۰ | ۱۷ | موضوحات | موضوعات |
| ۳۱۳ | ۱۰ | جٹیل | چٹیل | ۳۹۳ | ۱۶ | جس میر | جس پر |
| 〃 | ۲۰ | فصل ۲۵۷ | فصل ۱۵۷ | ۳۹۷ | ۴ | بینہ | مُبیّنہ |
| ۳۲۱ | ۱۱ | طبع | تمتع | ۴۰۲ | ۵ | جس کوجوقانون | جس کوقانون |
| ۳۲۳ | حاشیہ سطر ۱ | سبز | سینر | 〃 | ۱۵ | جہ | + |
| 〃 | 〃 | tensis | teusis | 〃 | ۲۵ | تمہید | تسمیہ |
| ۳۲۶ | حاشیہ سطر ۲ | بٹود | ٹیوڈ | ۴۰۳ | ۱۴ | پہنچتا | پہنچنا |
| ۳۳۴ | ۱۷ | چارچ | چارج | ۴۱۳ | ۱۶ | فدے | ذریعے |

## صحت نامۂ ضمیمہ جات

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۱ | ۱۰ | تجدید | تحدید | ۵۰ | ۸ | لاتے | لانے |
| ۲۲ | ۷ | وفریق | فریق | ۵۵ | ۱۸ | ہوتے | ہونے |
| ۴۷ | ۱۱ | دونوں مل کر | دونوں کوملاکر | ۵۶ | ۲۴ | ملکتی | ملکیتی |

تمت